چراغِ راہ

ارشادات

سرکار عالم پناہ حاجی و حافظ سید وارث علی شاہؒ

اشعار

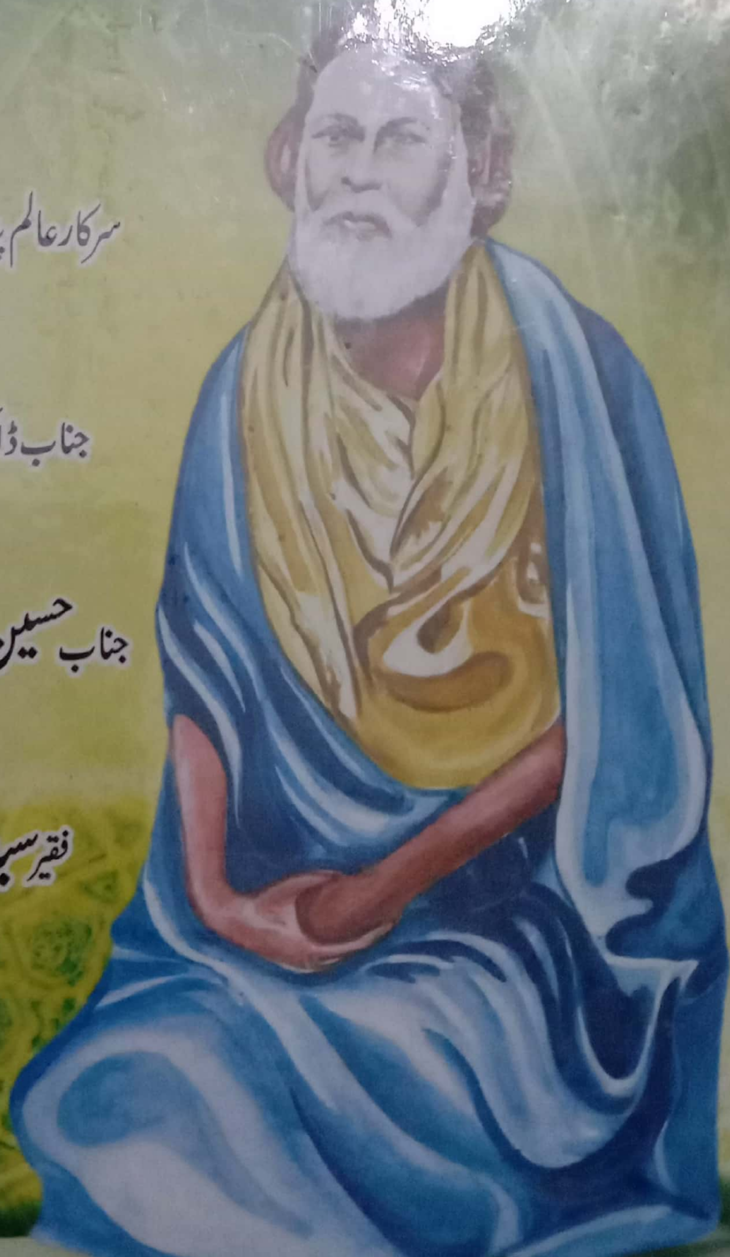
جناب ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبالؒ شاعر مشرق

تفسیر

جناب حسین وارثی سہسرامیؒ المعروف ضدی شاہ

از سر نو اشاعت

فقیر سید حبیب شاہ صاحب وارثی



از سرِ نو اشاعت

نگران

فقیر سید حبیب شاہ صاحب وارثی

تعاون

باجازت منیجر ٹرسٹ آستانہ عالیہ وارثیہ۔

دیوی شریف۔ ضلع بارہ بنکی۔ یو پی۔ بھارت

حاجی محمد رفیق وارثی، منتظم اعلیٰ

ٹرسٹ آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف۔

پوسٹ آفس چنگا بنگیال۔ تحصیل گوجر خان۔ ضلع راولپنڈی۔ پاکستان

حاجی وزیر احمد وارثی۔ بورے والا

بابا محمد صدیق وارثی۔ خادم آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف

راجہ قیصر وارثی۔ یو کے

قیصر وارثی چیمہ، صابر وارثی چیمہ و احباب

رضوان سعید وارثی۔ گوجر خان

امجد جاوید۔ حاصل پور

چراغ راہ

(وارث واقبال)

ارشادات

حضرت بندہ نواز سید حاجی وارث علی شاہؒ

اشعار

جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال بارایٹ لا جنت مکانی

تفسیر

جناب حسین وارثی سہسرامی المعروف ضدی شاہ

نظر ثانی

جناب نصیر الدین احمد وارثی،

بی اے ڈسٹنکشن کلکتہ ۔ ایف۔ بی۔ ٹی۔ آئی (لندن) المعروف (منتظم شاہ)

اہتمام:

علم وعرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور

فون: 37352332-37232336

نام کتاب	....	چراغ راہ (وارث وقبال)
مولف	....	حسین وارثی سہسرامی
ناشر	....	علم وعرفان پبلشرز، لاہور
مطبع	....	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
ازسرنونظرثانی	....	امجد جاوید
کمپوزنگ	....	اویس احمد
سن اشاعت	....	جون2015
قیمت	....	-/600

......ملنے کا پتہ......

علم وعرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔اُردو بازار، لاہور

فون:7352332-7232336

ادارہ علم وعرفان پبلشرز کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت : کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل وکرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرماویں۔ انشاءاللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (ناشر)

حضرت بندہ نواز سید حاجی وارث علی شاہؒ

آپ کی پیدائش یکم رمضان المبارک [illegible] مطابق ۱۸۰۱ء بمقام دیوئی شریف، ضلع بارہ بنکی (یو۔ پی) میں رونما ہوئی۔ آپ ایک سو چار سال بقید حیات رہے۔ آپ حضرت حافظ حکیم سید قربان علی شاہؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نجیب الطرفین حسینی ہونے کا خاص شرف رکھتے ہیں۔ آپ کا نسبی سلسلہ سید الشہداء امام حسینؓ کی ۲۶ ویں پشت سے جا ملتا ہے اور اس طرح آپ کو آلِ رسول ﷺ اور آلِ عبا ہونے کا خاص الخاص شرف حاصل ہے۔

آپ کی عمر جب ۲ سال سے کچھ زیادہ کی تھی تو آپ کے والد بزرگوار رحلت فرما گئے اور کچھ ہی عرصہ کے بعد آپؒ کی والدہ محترمہ نے بھی سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اس طرح آپ دُرِ یتیم ہو کر پیروی نبی ﷺ، بچپنے ہی میں کرنے لگے۔ آپ کی دادی محترمہ آپ کی کفیل بنیں مگر زیادہ روز ان کی بھی کفالت نصیب نہ ہو سکی۔ عمر شریف ۹ سال کی تھی کہ انہوں نے بھی جنت کا رخ اختیار کر لیا۔ دادی محترمہ کے بعد آپ اپنی ہمشیر بزرگ کے مہمان بنے۔ آپ کے نسبتی بھائی جناب حضرت خادم علی شاہ نے مہمان کی مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں کی۔ آپ کی عزت اور عظمت کرتے تھے صاحب بصیرت اور کامل بزرگ ہونے کے ناتے جانتے تھے کہ خاندان وارثیہ کے آفتاب ان کے گھر مہمان ہیں جو کچھ ان کے پاس تھا، حاضر خدمت کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں بیعت فرما کر ظاہری طور پر خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ آپ ۵ سال کی عمر میں مکتب گئے اور ۷ سال کی عمر میں قرآن شریف کے کامل اور مکمل حافظ ہو گئے۔ اس کے علاوہ اور کوئی تعلیم ظاہری انہوں نے حاصل نہیں کی مگر ہر علم و ادب میں کمال حاصل تھا۔

آپ پیدائشی ولی تھے۔ ظاہری اور باطنی تمام علوم خداداد حاصل تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی۔ دنیا کا زر و مال جمع نہیں کیا۔ ورثہ میں جو زر و مال ملا، دولت ملی، جائیداد ملی سب کو اپنے خویش و اقارب میں تقسیم کر دیا۔ آپ کی جائیداد ایک کالی کمبلی تھی جو اوڑھنے اور بچھونے سب کے کام آتی تھی۔ ٹوپی اتار دی۔ جوتا پھینک دیا۔ ساری زندگی زمین پر بستر رہا۔ اہل بیت ہونے کے ناتے آپ کی منزل تسلیم و رضا کی منزل تھی۔ آپ توکل و استغنا کے ایک مجسمہ تھے۔

آپ نے کبھی زبان مبارک سے کوئی چیز طلب نہیں کی اور نہ کسی چیز کی خواہش ظاہر کی۔ خدام جو پیش کرتے تھے، اسے صبر و رضا کے ساتھ قبول فرماتے تھے۔ سات سات دن کا روزہ زندگی بھر کی خوراک تھی۔ حسن و جمال کے اعتبار سے

بھی سراپا انتخاب تھے۔ تمام جسم اطہر نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ چہرہ انور گندمی سرخی مائل رنگ نہایت دلفریب تھا۔ جس میں وہ چمک اور روشنی تھی کہ اس سے انسان حیران و ششدر ہو جاتا تھا اور رعب حسن سے نظر جما کر دیکھنے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ کا انداز تکلم بھی نہایت دلفریب تھا۔ باتوں میں وہ حلاوت و شیرینی تھی کہ زبان قلب مدتوں چٹخارہ لیا کرتی تھی۔ خاموش بیٹھنے کی زیادہ عادت تھی۔ نگاہیں ہر وقت نیچی رہتی تھیں۔ کلام بہت مختصر الفاظ میں فرماتے تھے۔

۱۵ سال کی عمر میں حج بیت اللہ فرمایا۔ ۱۲ سال تک بلاد اسلامیہ و ملک یورپ کی سیر و سیاحت فرمائی۔ تقریباً ۱۷ بار حج بیت اللہ فرمایا۔ پہلی حج یعنی ۱۵ سال کی عمر سے احرام کو اپنی پوشاک بنایا۔ آپ کے قلب کی حرکت اور نبض کی رفتار سے اللہ، اللہ کی آواز بلند ظاہر تھی۔ آپ کی نمازیں مسجد نبوی میں ہوتی تھیں۔ آپ کو وقت اور منزل کی دوری پر عبور حاصل تھا۔ آپ کی نشست اور لیٹنے کا خاص انداز تھا۔ اس نشست میں آپ کا جسم لفظ ''اللہ'' بن جاتا تھا اور لیٹنے کی صورت میں آپ کا جسم ''محمد'' کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ آپ عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ کے ایسے نمونہ تھے کہ کثرت جذب میں عاشق سے معشوق ہو گئے۔ قطرۂ نور، سمندر نور میں پیوست ہو کر نور خدا میں جا ملے۔ یہی منزل اللہ وارث اور وارث اللہ کی ہے۔ جو آپ کو نصیب ہوئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نصیر وارثی المعروف منتظم شاہ

حضرت حسن رضا شاہ وارثیؒ جنت مکانی

سندل اسٹریٹ کلکتہ

حضرت حسن رضا شاہ وارثی اپنے وقت کے ایک کامل بزرگ اور گلدستہ وارث کے ہونہار اور شاداب پھول تھے۔آپ پروانہ وارث تھے۔یادوارث اور ذکر وارث ان کی زندگی بھر کی خوراک تھی۔شمع وارث پراپنی جان عزیز کو پروانہ وار نچھاور کرنا ان کا حاصل مقصود اور مطلوب تھا۔شمع ہدایت نے وہی کیا جو پروانے نے چاہا۔مگر پروان چڑھنے سے پہلے وارث پاک کے خزانہ غیبی کے دو دفتر" اقبال وارث" اور" چراغ راہ" جو آگے چل کر ایک ہی دفتر ہو گئے۔حسین وارثی کے حوالے کر دیا اور آگاہ کر دیا کہ" اس خزانہ وارث میں دین و دنیا کے خزانے بند ہیں۔یہ خزانے پنجتن پاک کی امانت ہیں جو وارث پاک کے ورثہ میں آئی ہے۔پھر یہ امانت نسخہ کی شکل میں میرے ذمہ آئی اور اللہ گواہ ہے کہ اس خزانہ وارث کو بحکم وارث میں نے من وعن تمہارے سپرد کیا۔ہدایت ہے کہ اس کی تفسیر لکھ ڈالو" حسین وارثی نے وہی کیا جوان کے رہنما اور محسن حضرت حسین رضا شاہ وارثی نے تاکید فرمائی تھی۔تفسیر لکھ کر حسین وارثی نے امانت وارث یعنی چراغ راہ اور اقبال وارث کو ہمارے سپرد کیا۔ہم نے نظر ثانی کی اور خزانہ غیبی کی ترتیب کتاب کی شکل میں دی کر حسین وارثی کی رضامندی سے انسانیت کے حوالے کر دیا۔انسان کامل اور محبت کامل صلعم کے حضور بطور نذر عقیدت پیش کر دیا۔اللہ کا شکر ہے کہ روز الست کا وعدہ ہم دونوں بھائیوں نے حسن وخوبی کے ساتھ وفا کیا۔قول و قرار پورا ہوا۔انسانیت کے بیمار جسم کے علاج کا نسخہ کیمیا انسان کے حوالہ ہوا۔یہ سب وارث پاک کا کرم اور احسان ہے۔

(احقر نصیر وارثیؒ)

ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ جنت مکانی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(اقبالؔ)

جس طرح پیغمبروں کا وصال ہوتا ہے تو مذاہب روتے ہیں۔ رہبروں کا انتقال ہوتا ہے تو قومیں روتی ہیں۔ شاعروں اور ادیبوں کا انتقال ہوتا ہے تو ادب اور انسان روتے ہیں۔ بلاشک ڈاکٹر اقبالؔ علم و ادب کے رہبر تھے۔ آپ کے انتقال پر بھی دنیا بھر کے ادب نے ماتم کیا۔ دنیا بھر کی زبانوں نے مرثیہ خوانی کی۔ دنیا بھر کے انسانوں نے خالص آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا۔ بلاشک حسینؔ وارثی اور نصیؔر وارثی بھی علم و ادب کے نحیف مزدور ہیں، انہیں بھی حق حاصل ہے کہ ڈاکٹر اقبال کی ظاہری دوری پر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کریں۔ ڈاکٹر اقبالؔ کے اشعار دیکھنے میں گلاب کے شاداب پھولوں کی طرح ہیں اور عمل کرنے میں ایک اٹل فیصلہ کی اہمیت رکھتے ہیں۔ بندہ نواز وارثؔ پاک کے ارشادات کی اگر کوئی ٹھوس مثال مل سکتی ہے تو وہ صرف ڈاکٹر اقبالؔ کے اشعار کو ثبوت کی شکل میں ادب سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ حسنی وارثی اور نصیر وارثی اپنی نامراد آنکھوں کو بامراد دیکھ رہے ہیں کیونکہ ڈاکٹر اقبال کے اشعار اور سکون قلب جناب وارثؔ پاک کے ارشادات تاج و تخت کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ حسین وارثی اور نصیر وارثی ان بزرگ ہستیوں کو سلام خلوص پیش کرتے ہیں۔

(احقر حسین وارثی)

حسین وارثی

آپ کا نام حامد حسین ہے۔آپ سہرام صوبہ بہار میں ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔آپ ایک امیر باپ جناب امجد علی وارثی، مالک امجدیہ ہوٹل کلکتہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ جب آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی تو آپ کے والد انتقال فرما گئے۔ کچھ عرصہ بعد والدہ محترمہ بھی جنت سدھار گئیں۔ بڑے بھائی نے اور خاندان کے کل افراد نے جلاد کا کام انجام دیا۔ تاریخ نے اپنی پرانی روایت دہرائی، قربانی ہی قربانی۔مگر خودی کو کسی قیمت پر بھی نہیں بیچا۔وارث پاک کی عنایت روز پیدائش سے شامل حال تھی اور ایک مقصد عظیم کی خاطر ہر وقت سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے۔اسی بے سروسامانی اور انتہائی دکھ، درد اور غربت کی حالت میں نصیر وارثی برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آ ملے۔آنے والے کے پاس بھی بجز نام خدا اور کچھ نہ تھا۔نصیر وارثی نے ملازمت اختیار کر لی اور حسین وارثی سہرام اسٹور کلکتہ میں بیٹھ کر بچوں کے دو دو پیسے اور چار چار پیسے کے کھلونے بیچنے لگے۔دونوں دوست کثیر الاولاد، آمدنی برائے نام، خرچ بہت زیادہ، اس پر زمانہ بھر کے چال بازوں اور رشتہ داروں کی درندگی اور ریشہ دوانیوں سے بالکل عاجز ہو چکے تھے۔مگر محسن وارث پاک کا دست شفقت ہمیشہ شامل حال تھا۔اسی دکھ درد، ناکامی، بربادی، ناامیدی اور آنسوؤں کے موتیوں کے بیچ شجر سہرام اسٹور نے چراغ راہ پھل بخشا۔ ایورسٹ کارخانہ نے ''اقبال و وارث'' انمول موتی عنایت کیا۔یہ دونوں ایک ہی شمع حقیقت کے جدا جدا ۲ لویں ہیں۔ روایت کے مطابق شمع حقیقت قیامت تک جلتی رہے گی اور پروانے گھڑی دو گھڑی کی بے تابی کے بعد قربان ہوتے ہی رہیں گے۔اس لئے ہم دونوں بھائی اپنے بزرگوں، محسنوں اور قابل قدر انسانوں سے اپنے حق کی مزدوری ہی نہیں بلکہ اپنی مسلسل غلطیوں کی معافی کے طلبگار ہیں۔امید ہے آپ کی مہربان عنایتوں پر کہ آپ حضرات ہماری غلطیوں کو معاف فرمائیں گے۔

تمام مضمون میرے پرانے کلام میرا خطا سراپا
ہنر کوئی ڈھونڈھتا ہے مجھ میں تو عیب سے میرے عیب جو کا

دیباچہ

اس کتاب کا دیباچہ لکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنی اوقات سے آگے بڑھنے کی جسارت کر رہا ہو۔ وارثی ہونے کے ناتے یقیناً میرا فرض ہے کہ سرکار وارثؔ پاک کے کسی کام آسکوں جب میں سرکار وارث علی شاہ دیوی شریف کا تصور کرتا ہوں تو میرا دل محبت کے جذبے میں خاکِ وارث پر لوٹ لوٹ پڑتا ہے۔ جب ڈاکٹر اقبال کے اشعار کا جائزہ لیتا ہوں تو دماغ ساکت ہو جاتا ہے، جب حسین وارثی کی تفسیر کی طرف رجوع ہوتا ہوں تو محبت کے طوفان میں بہت دور چلا جاتا ہوں۔ جب نصیر وارثی کی نظرثانی کی پرخلوص اور بے لوث محبت کو دیکھتا ہوں تو انگشت بدنداں ہو جاتا ہوں۔ اب کوئی مجھے بتائے کہ جسے خود اپنی ہی خبر نہ ہو وہ دیباچہ کیا لکھے۔ یہ کتاب اقوال وارث۔ اشعار اقبالؔ، تفسیر حسینؔ اور نصیرؔ وارثی کی نظر شدہ و محبت سے اس طرح جگمگا اٹھی ہے کہ اس کے ہر صفحہ میں مجھے اپنی ہی شکل دکھائی دینے لگتی ہے۔ اس لئے یہ کتاب میرے نظریہ میں ایک آئینہ ہے اور گرودیو وارثؔ علی شاہ کی محبت کا سہارا لے کر میں اسے آئینہ ہی کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔ میرا وشواس ہے کہ جو بھی اس کتاب کو پریم کی شکتی سے اٹھائے گا۔ اسے اپنی ہی شکل دکھائی دے گی۔

شیو شنکر سہائے وارثیؔ

بی۔اے۔ پٹنہ

ظہور حقیقت

اس کتاب میں ۲۷۵ دو سو پچھتر اشادات وارث یعنی ظہور حقیقت سب کے سب چراغ راہ ہیں۔ چراغ راہ کے ۲۷۵ دو سو پچھتر ٹھوس اصول ندگی حضرت علی شیر خداؓ کا خزانہ غیبی ہے ۔خزانہ نوری ہے۔خزانہ روحانی ہے۔رحمت محمدی ہے۔ نعمت اور عنایت رحمانی ہے۔ جو سینہ بہ سینہ اہل بیت بزرگ حضرات سے گزرتا ہوا خاندان وارثیہ کے آفتاب اور دیویٰ شریف کے ماہتاب یعنی حضرت سید وارث علی شاہؒ کے ورثہ میں آیا۔ جب بندہ نواز وارث پاک عالم کیف وسرور میں ہوتے تھے تو ان کی زبان مبارک سے منجملہ ۲۷ دو سو پچھتر ارشادات وارث عالم ظہور میں آئے۔ زبان بندہ نواز وارث پاک کی تھی۔ مگر مضمون بلاشبہ پنجتن پاک کا تھا۔ ٹھیک اسی طرح ۲۷۵ دو سو پچھتر ارشادات وارث کی تفسیریں بھی عالم ظہور میں آئی ہیں۔ مصنف موصوف جناب حسینؔ وارثی سہسرامی جب عالم کیف وسرور میں ہوتے تھے تو یہ تفسیریں قلمبند ہوتی چلی گئیں۔ قلم' زبان' تحریر' بلاشبہ مصنف موصوف جناب حسینؔ وارثی سہسرامی کی ہیں مگر مضمون بلاشک وشبہ بندہ نواز وارث پاک کا ہے۔ جس کا اعتراف مصنف موصوف نے عنوان ''مصنف اور تصنیف'' میں فخر یہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔'' لکھتے وقت مجھ پر کیا کیفیت طاری تھی اس کا مجھے علم نہیں لکھنے کے بعد جب میں نے جائزہ لیا تو میں اپنی اسی نادانی کی منزل پر تھا جو کہ میری اوقات ہے مصنف موصوف کا یہ اعلان واعتراف حرف بحرف صحیح ہے اس کا میں شاہد اور گواہ ہوں اس میں شمہ برابر شک کی گنجائش نہیں۔

چراغ راہ بھٹکے ہوئے راہیوں اور طالب مولا کیلئے روشنی کا مینار ہے۔ روشنی کا ماہتاب ہے' روشنی کا آفتاب ہے' روشنی کا منور ستارہ ہے' چراغ راہ مقام حیرت میں پھنس جانے والے فقیروں' سالکوں' درویشوں کیلئے راہ نجات ہے۔ ایک نسخہ کیمیا ہے۔ منزل فیض ولایت وفیض نبوت کے ظہور کا واحد ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ چراغ راہ قرآن مجید کی مکمل واضح اور سہل تفسیر ہے۔ چراغ راہ' کتاب ہدایت یعنی قرآن کریم کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے والے متقیوں' فقیروں' درویشوں سالکوں کیلئے ۲۷۵ دو سو پچھتر دشوار گزار گھاٹیوں اور جان لیوا منزلوں پہ ایک نمایاں' منور اور روشن چراغ ہے۔ ایک رہنما ہے' ایک رہبر ہے ایک خضر راہ ہے۔ ایک حکیم حاذق ہے ایک پیر کامل ہے۔ ایک شمع ہدایت ہے۔ چراغ راہ وارث پاک کا نوری مجسمہ ہے چراغ راہ وارث پاک کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ چراغ راہ بندہ نواز وارث پاک کی

زندگی جاوید ہے۔ وارثیوں کیلئے چراغ راہ بندہ نواز وارثؔ پاک سے ہمکلام ہونے اوران کے فیض ولایت سے فیضیاب ہونے کا واحد ذریعہ ہے چراغ راہ کے ۲۷۵ ٹھوس اصولوں اورنوری ارشادات وارث پر مکمل تصدیق اور عمل کرنے والے حضرات کو وہی فیض، وہی رحمت، وہی عنایت نصیب ہوگی جوان کی زندگی میں ان کے دست مبارک پر بیعت کرنے والے اوران کے نقش قدم پر چلنے والے بزرگ حضرات کونصیب ہوئی ہے۔

چراغ راہ کی خاص الخاص عنایت یہ کہ اگرایک حقیقت یاایک اصول یاایک چراغ راہ بھی صحیح معنی میں کسی سالک ،کسی درویش، کسی فقیر یا کسی متقی و پرہیز گار پر کھل گیااوراس کا وہ ساری زندگی صحیح معنی میں عامل ہوگیا تو اس کا بیڑا پار ہے۔ اس کی منزل طے ہےاوروہ چراغ راہ کی ساری رحمت، ساری عنایت، سارے فیض کا مستحق اور حقدار ہے۔

بھائیواور بہنو! لازم ہے کہ آج سے چراغ راہ کواپنا ہادی و رہبر تصور کرو، اپنا رہنما تصور کرو، اپنا استاد تصور کرو، اپنا دوستاورمحبوب تصور کرواوراس چراغ راہ کی نورانی روشنی میں اسلام اور انصاف کو گرنے نہ دو، قرآن کریم کو سینہ سے لگاؤ، عبادت الٰہی، پابندی شریعت اورقربانی نفس۔ان تین ٹھوس اصولوں پر یعنی (ع ش ق) پر اپنی زندگی کے کارواں کو مستعدی اور پابندی سے آگے بڑھاتے چلے جاؤ۔ انشاءاللہ دین ودنیا دونوں جگہ سرخرواورکامیاب رہو گے پیارے۔

اللہ وارث......وارث اللہ

نصیر وارثی المعروف منتظم شاہ

حضرت حاجی وحافظ فقیر اکمل شاہ وارثیؒ

حضرت حاجی وحافظ فقیر اکمل شاہ وارثیؒ کی ولادت ۱۸۷۲ء میں مہلو سنگھوئی تحصیل وضلع جہلم میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی حافظ قاضی محمد عطاؒ ہے۔ آپ کا شجرہ نسب دارا شکوہ بن شاہ جہاں بادشاہ سے ملتا ہے۔ آپ کا آبائی نام قاضی خورشید عالم تھا۔ خاندانی دستور کے مطابق آپؒ کی تعلیم کا آغاز چار سال، چار دن اور چار ماہ کی عمر سے کیا گیا۔ آپؒ کی رسم بسم اللہ حضرت قاضی محمد بقاؒ کے دست حق پرست سے ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے مولانا عبدالرحیمؒ صاحب دارالعلوم کڑی شریف سے اور بعد میں مولانا کرم الدین صاحب بھین ضلع گجرات سے حاصل کی۔ آپ کا مغل برلاس خاندان پہلے ہی سے سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے دست حق پرست پر بیعت تھا اور اسی سلسلہ قادریہ میں معزز مقام رکھتے تھے۔ آپ بیعت کے لئے حضرت میاں محمد بخشؒ کھڑی شریف گئے۔ وہاں سے یہی حکم ملا کہ آپ کا حصہ پورب میں ہے اور وقت آنے پر ملے گا۔ تعلیم مکمل کر کے آپؒ نے ۱۸۹۰ء میں فوجی ملازمت اختیار کر لی اور خطیب کے عہدے پر پلاٹون نمبر۲۲ میں اپنی خدمات انجام دینے لگے۔ دوران ملازمت ڈیرہ اسماعیل خان، جہلم، ملتان، میرٹھ اور لکھنو چھاؤنیوں میں رہے۔ اس دوران ذوق طلب بڑھ گیا تھا اور پیرومرشد کی تلاش جستجو جاری تھی۔

۱۸۹۷ء میں آپؒ دہلی میں تھے کہ لوگوں کا جم غفیر بلا امتیاز مذہب وملت ریلوے اسٹیشن کی طرف جاتے دیکھا تو آپؒ بھی ادھر تشریف لے گئے۔ وہاں عالم پناہ سید وارث علی شاہؒ کی تشریف آوری تھی۔ آپؒ کی آمد پر اس جم غفیر میں آپ قدم بوس ہوئے۔ تبھی انہوں نے اٹھایا سینے سے لگا کر فرمایا۔ ''پنجابی حافظ آ گئے، اچھا پھر ملیں گے۔'' بس یہی صورت ذہن میں سما گئی اور تڑپ پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ سرکار عالم پناہؒ نے بیعت سے مشرف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''اسی صورت کو یاد رکھنا۔'' اس کے بعد شب وروز کی یہ کیفیت ہو گئی کہ اس صورت کے سوا کچھ یاد نہ رہا۔

فقیر اکمل شاہ وارثیؒ عالم شباب ہی میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے تھے۔ آپؒ کی اولاد میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں۔ آپ اکثر سیاحت میں رہتے اور بہت کم کہیں قیام فرماتے۔ ۱۹۴۷ء میں آپ نے سفر حج کا ارادہ کیا۔ حج بیت اللہ سے واپس آئے تو تقسیم پاک و ہند ہو گئی۔ آپ کو دیوا شریف سے احرام مرحمت ہو گیا تھا۔ ریاست کپورتھلہ سے مہاجرین کے ساتھ لاہور پہنچے۔ اس کے بعد آپؒ ساری زندگی سیاحت میں رہے، کسی جگہ مستقل قیام نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ وقت وصال آ گیا۔ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۶۸ھ بمطابق ۸ مارچ ۱۹۴۸ء بروز منگل چھپر شریف میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت حاجی فقیر عزت شاہ وارثیؒ

۹ نومبر ۱۹۲۵ء، ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ بروز پیر، قصبہ سنگھوئی تحصیل و ضلع جہلم کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مادرزاد ولی عزیز احمد المعروف حاجی فقیر عزت شاہ وارثیؒ مغل برلاس خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد ماجد صوبیدار قاضی محمد یوسفؒ خود بڑے حکیم تھے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپؒ کے تایا فقیر اکمل شاہ وارثیؒ کی گود میں پیش کئے گئے۔ آپ ہی نے ان کا نام عزیز احمد تجویز کیا تھا۔ ۳ برس کی عمر تھی کہ آپ اپنے والدین کے ساتھ چک نمبر ۲۲۹/گ ب بورے والا چلے گئے۔ پانچویں تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ ڈھوک قاضیاں اپنے نانا کے ... پھر میٹرک تک تعلیم ساگری نزد روات ضلع راولپنڈی میں حاصل کی۔ جہاں آپ کے نانا قاضی احمد جیؒ، قاضی غلام محی الدینؒ جیسے جید بزرگوں کی روحانی صحبت نصیب ہوئی، وہیں بڑے بھائی قاضی زاہد حسین مدرس ساگری کی رفاقت ملی۔

۱۹۳۸ء میں اچانک ایک دن آپ نے اپنا بستہ ماموں زاد بھائی کے سپرد کیا اور لاہور نکل گئے۔ وہیں سے دہلی اور پھر اجمیر شریف جا پہنچے۔ وہاں آپ کی ملاقات سجادہ نشین آستانہ عالیہ خواجہ حسن امام چشتیؒ سے ہوئی۔ آپؒ کو خواجہ غریب نواز معین الدین چشتیؒ شہنشاہ ہند کے مزار مبارک کی خدمت سونپی گئی۔ گیارہ ماہ اٹھائیس دن جاروب کشی کی خدمت نصیب ہوئی۔ اجمیر شریف میں ہی فقیر حیدر شاہ وارثی سے ملاقات ہوئی۔ وہیں سے آپ دیوا شریف پہنچے۔ وہیں ان کی ملاقات اپنے تایا فقیر اکمل شاہؒ صاحب سے ہوئی۔ انہوں نے حضور میاں اوگھٹ شاہؒ کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے کمال شفقت سے سلسلہ میں داخل کر دیا۔ گاؤں واپسی ہوئی اور ۱۹۴۰ء میں تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور ادیب فاضل کے کورس کے بعد درس و تدریس کے شعبہ اپنایا۔ آپؒ سنگھوئی خالصہ ہائی سکول، چکوال اور جہلم میں تعینات رہے۔ آپؒ کو حکمت پر بھی عبور تھا۔ تحریک پاکستان میں ان تھک جد جہد فرمائی۔ آپ اپنے والدین کی خدمت میں لگے رہے۔ آپؒ کی شادی آپ کے ماموں قاضی سلمانؒ کے ہاں تخت پڑی سے ہوئی۔ آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ عرصہ دراز کے بعد والد اور والدہ کا وصال ہو گیا۔ آپؒ تب تک ان کی خدمت میں رہے۔

۸ مارچ ۱۹۵۶ء میں فقیر میاں حیرت شاہ وارثیؒ نے آپؒ کو چھپر شریف میں فقیر اکمل شاہ وارثیؒ کے سالانہ عرس پر احرام مرحمت فرمایا اور ''عزت شاہ'' کا نام دیا۔ یہ نصف احرام تھا۔ ۲۲ اگست ۱۹۵۹ء کو آپؒ دیوی شریف گئے جہاں

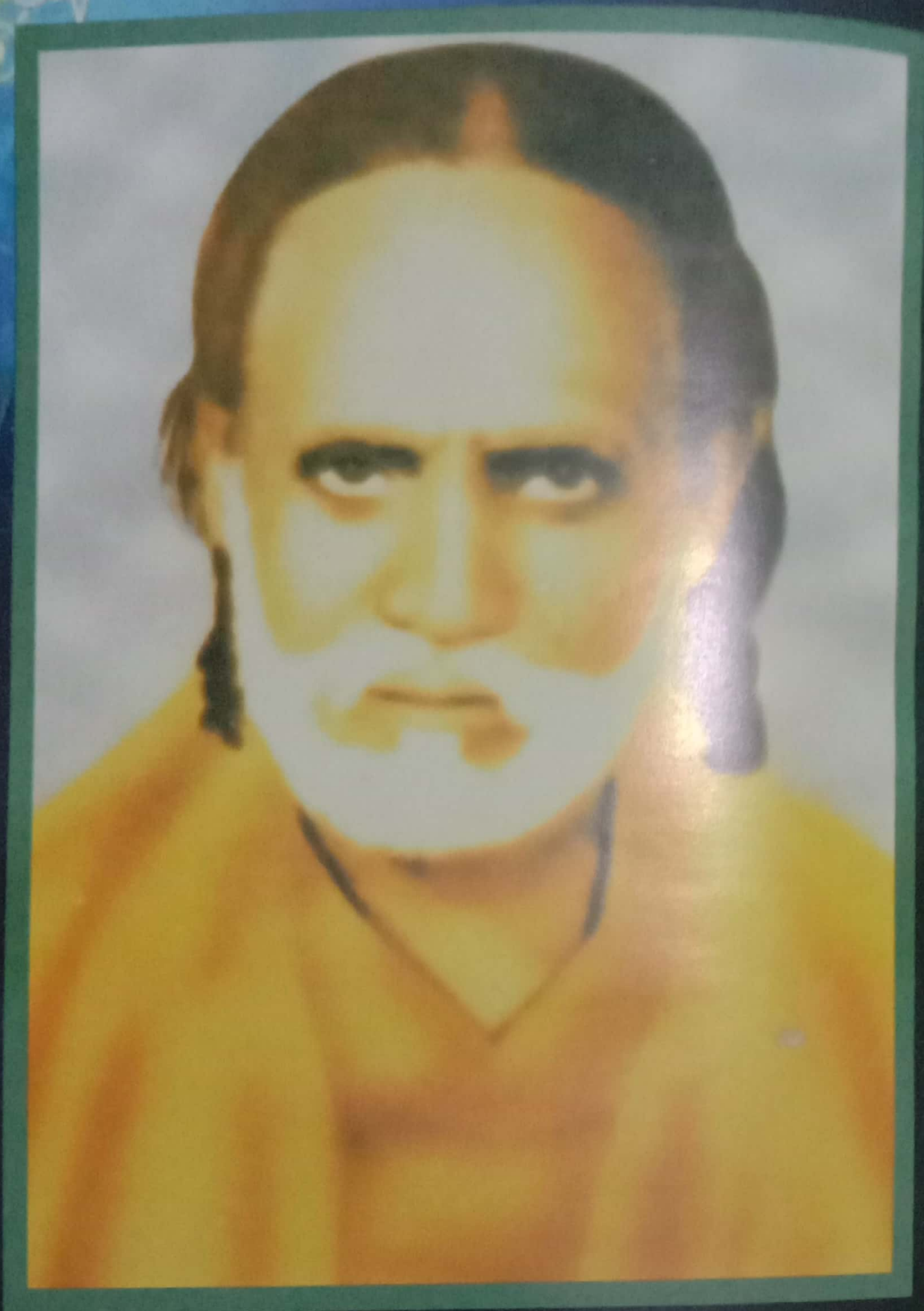
پنڈت الف شاہ وارثیؒ نے ان کو مکمل احرام دیا۔ آپؒ کو ۴۶ حج اور کئی عمرے ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ کئی مرتبہ غسل کعبہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ آپ نے یورپ کی بھی سیاحت کی۔ آپؒ نے بے شمار مزارات، مساجد، ہسپتال اور سکول تعمیر کروائے۔ جن کی ایک طویل تفصیل ہے۔ سرکار عزت شاہ وارثیؒ کا سب سے اہم اقدام چھپر شریف میں ٹرسٹ کا قیام ہے، جس کے ذریعے انتظام و انصرام ہوتا ہے۔ ۷ ستمبر ۲۰۰۴ء بمطابق ۲۱ رجب ۱۴۲۵ھ بروز منگل رات ایک بج کر تیس منٹ کے قریب آپ کا وصال ہوا۔ آپؒ کا مزار مبارک چھپر شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔

سرکار حضرت فقیر احمد شاہ وارثی

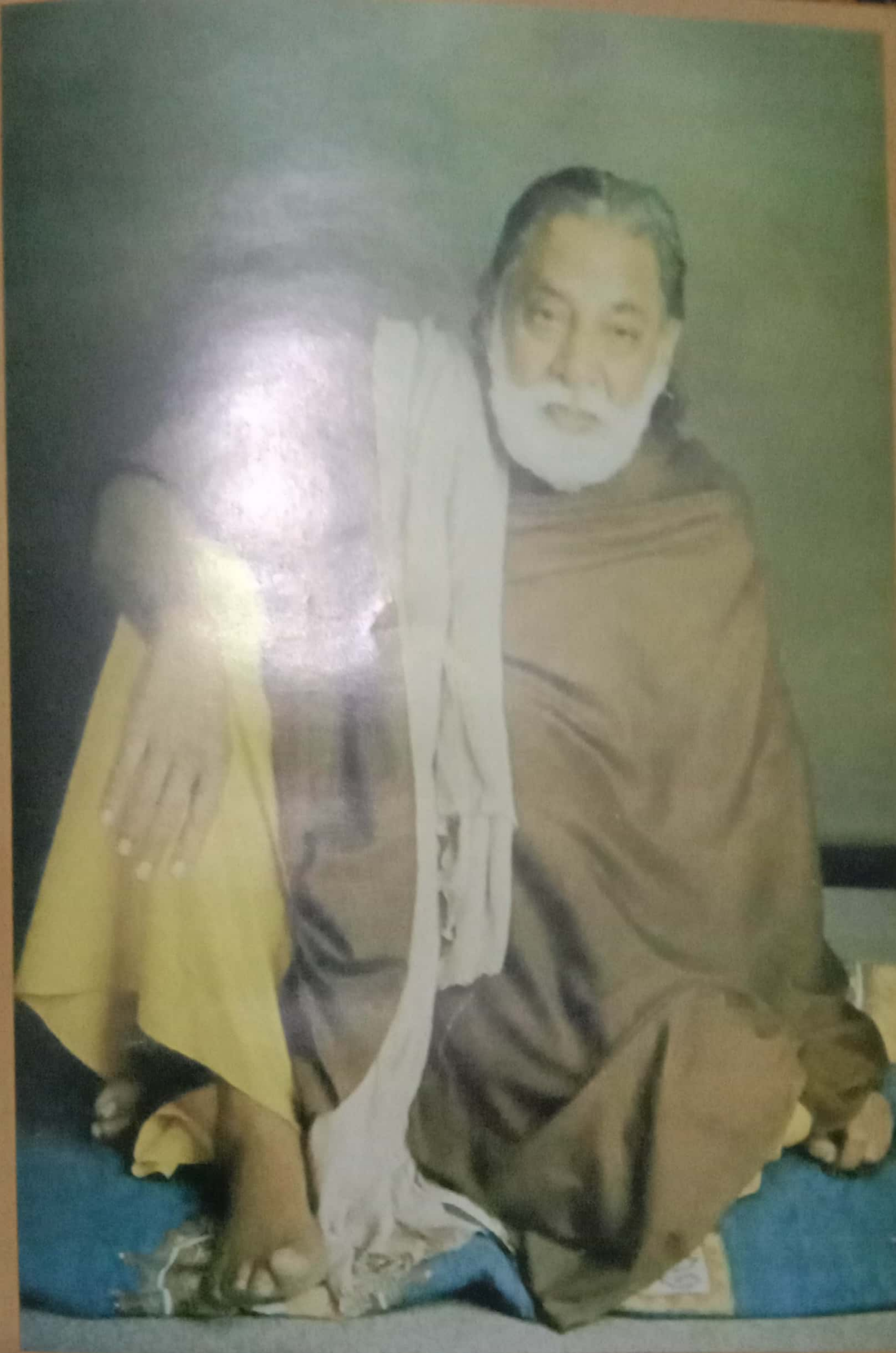
حاجی فقیر احمد شاہ وارثیؒ ۲ جنوری ۱۹۵۳ء میں ولادت کوٹلی کھائی تحصیل و ضلع جہلم میں ہوئی۔ آپؒ کا آبائی نام خورشید احمد تھا۔ آپؒ کے والد گرامی کا اسم محمد انور تھا۔ آپؒ علوی نسب اور حضرت عباس علم دارؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ والد محترم پاک فوج میں ملازم تھے جو ۱۹۵۹ء میں انتقال کر گئے۔ جبکہ آپ کی عمر ۶ برس تھی۔ آپؒ دو بھائی ہی تھے۔ آپ سے چھوٹے حبیب احمد تھے جن سے آپ کو بہت پیار تھا جو دم آخر تک رہا۔ آپؒ کے نانا محمد سرور وارثی نے آپ دونوں بھائیوں کی پرورش کی۔ آپ کا ننھیالی خاندان زیادہ تر سلسلہ وارثیہ ہی سے بیعت ہے۔

ابتدائی تعلیم قصبہ بن شہید سے حاصل کی، میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول سنگھوئی سے پاس کیا۔ ہیڈ رسول کالج سے سول انجینئرنگ کی تعلیم پا کر ملازمت کی غرض سے مسقط چلے گئے۔ اس دوران آپ کویت بھی رہے۔ کنسٹرکشن کے شعبہ میں چار برس دیار غیر میں گزارنے کے بعد واپس کوٹلی کھائی آ گئے۔ تلاش روزگار کے لئے ۱۹۸۱ء میں کراچی چلے گئے۔ اسی دوران آپؒ کی شادی ۱۹۸۵ء میں حیدر آباد میں ہوئی، جو کہ آپ کے ننھیالی خاندان سے تھے۔ جن کا آبائی گاؤں قصبہ دو پالہ تھا۔ آپ جب گھر تشریف لاتے آپ کی حالت بگڑ جاتی۔ سو فریقین کی باہمی رضامندی سے اپنی زوجہ محترمہ کو شریعت کے مطابق آزاد فرما دیا۔ ۱۹۹۱ء میں واپس کوٹلی کھائی آ گئے۔ گھر کے پاس مسجد کو از سر نو تعمیر کروایا، مسجد کی خدمت کے ساتھ رفاہ عامہ کے کام کرنے لگے۔ ۱۹۹۲ء میں حضور عزت شاہ وارثیؒ سرکار نے آپ کو چھپر شریف بلوا کر احرام عطا کر دیا اور احمد شاہ نام تجویز کیا۔

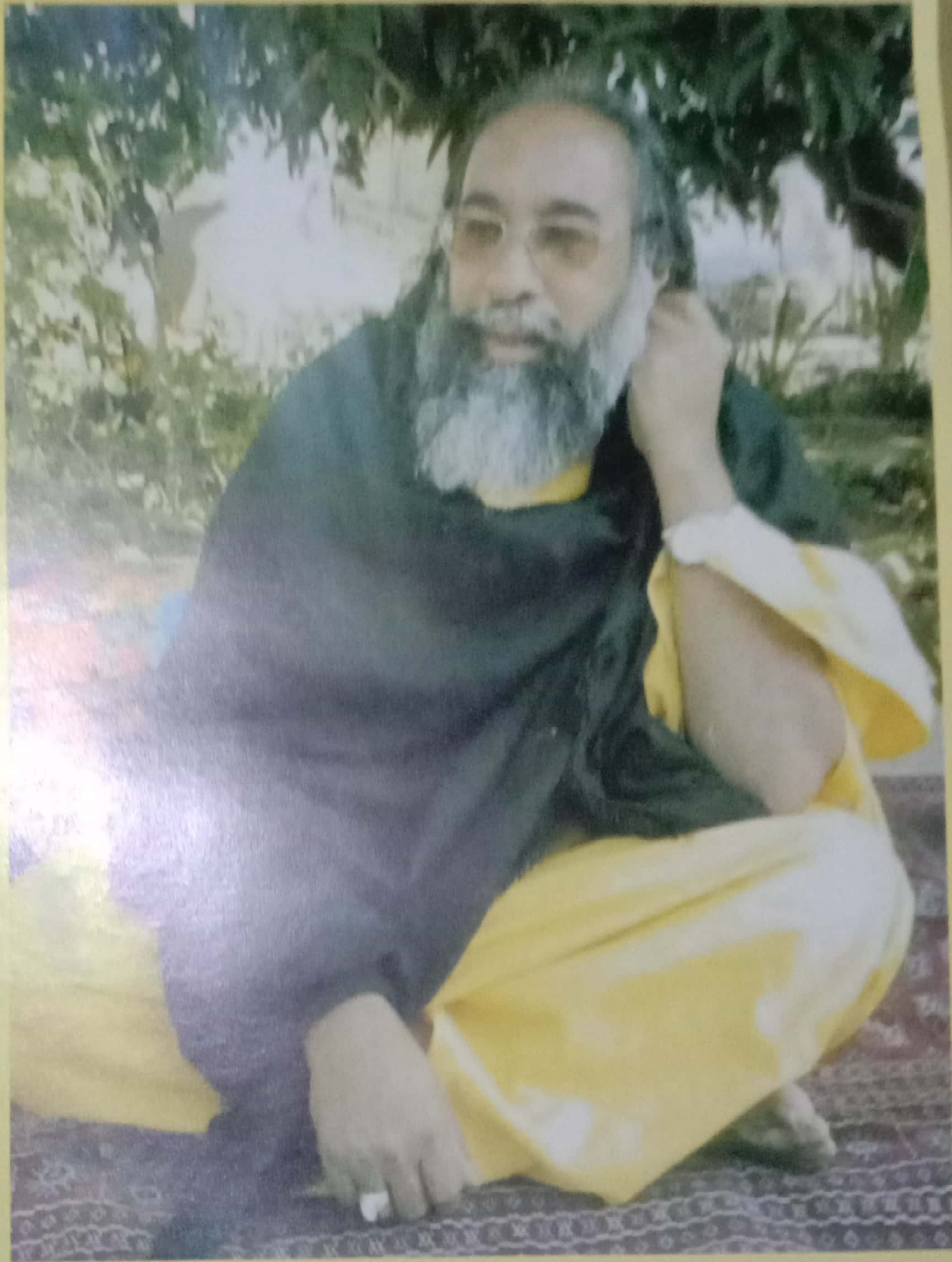
احرام پوشی کے بعد تقریباً ۲۲ برس کی زندگی تکالیف، مصائب اور امتحانوں میں بسر ہوئی۔ لیکن آپ نے صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اپنے پیشوا کا حکم ذہن میں رکھا کہ تسلیم و رضا اہل بیت کے گھر کی لونڈی ہے۔" ۶ برس ننگے پاؤں رہے پھر کھڑاویں پہننے کا اذن ملا۔ آپ کوٹلی کھائی میں امامت کے علاوہ خلق خدا کی خدمت کرنے لگے۔ ۱۹۹۸ء میں حضور عزت شاہ وارثیؒ کے حکم پر چھپر شریف میں جمعہ کا خطبہ دینے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ تعمیراتی کاموں کو بھی سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور عزت شاہ وارثیؒ کے وصال کے بعد وارثیہ ٹرسٹ نے آستانہ عالیہ پر سلسلہ بیعت اور انتظامات کے لئے درخواست کی۔ ٹرسٹ کے اصرار پر آپؒ یہ خدمت بھی نبھانے لگے۔ جن میں تعمیرات سب سے اہم



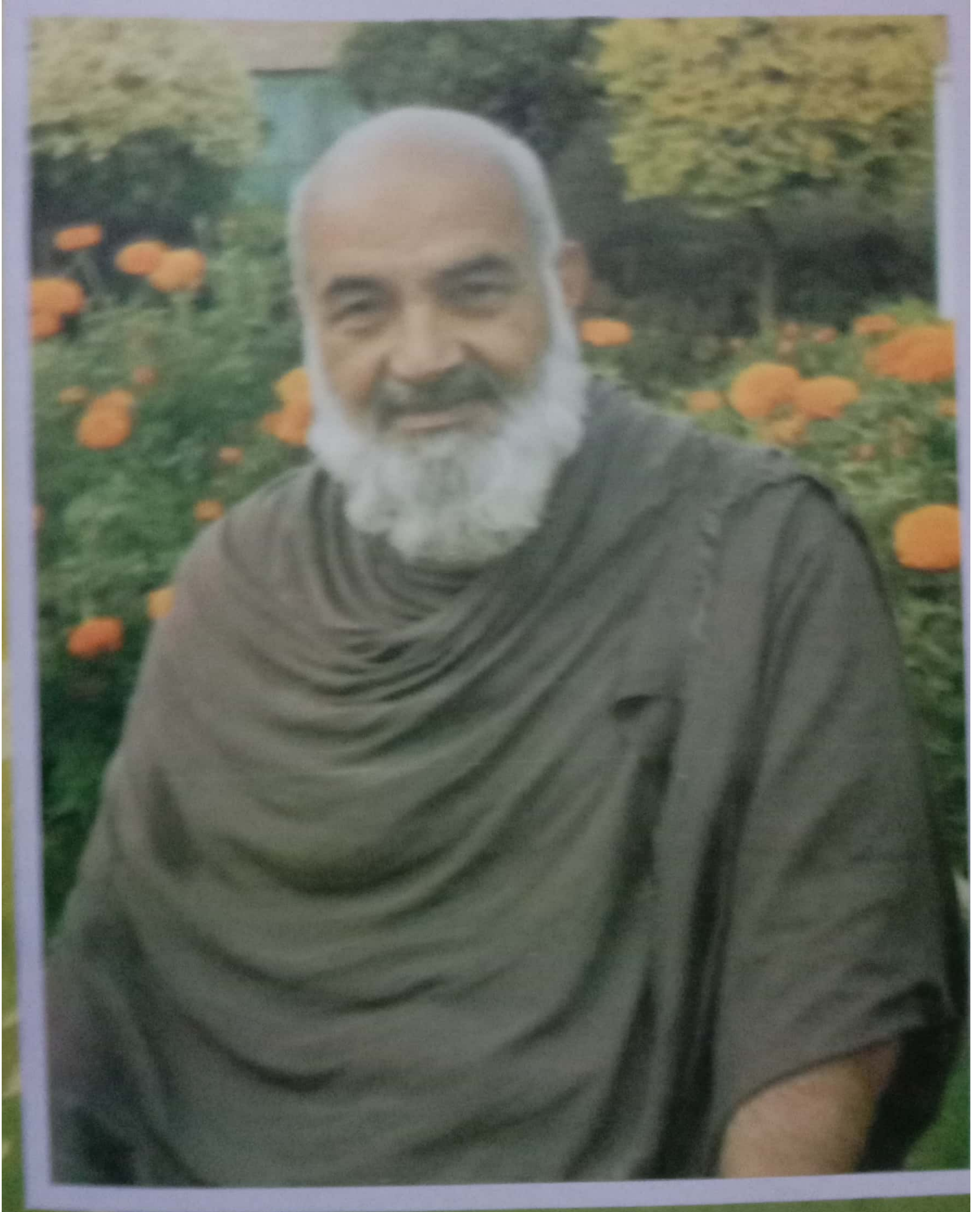
حضرت حاجی و حافظ فقیر اکمل شاہ وارثیؒ



حضرت حاجی فقیر عزت شاہ وارثی رح



سرکار حضرت فقیر احمد شاہ وارثی



فقیر سید حبیب شاہ گیلانی وارثی

ہیں۔ آپؒ ہمیشہ یہی دعا فرماتے تھے کہ یا رب العزت ہم تیرے محبوبؒ کے نام لیوا ہیں، تیرے محبوبؒ کے خادم ہیں، ہمیں خادموں میں موت عطا فرما اور بروزِ محشر خادموں میں ہی اٹھانا۔''

آپ نے احرام پوشی کے بعد تادمِ آخر آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف کی خدمت میں گذارے۔ یہاں تک کہ پیامِ اجل آن پہنچا۔ ۴ اپریل ۲۰۱۴ء بروز جمعہ آپؒ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی نمازِ جنازہ جسٹس پیر کرم شاہ کے لختِ جگر علامہ ابوالحسن شاہ چشتی نے پڑھائی۔ آپ کو پیرو مرشد کے قدموں میں سپردِ خاک کیا گیا۔

فقیر سید حبیب شاہ گیلانی وارثی

فقیر سید حبیب شاہ گیلانی قادری چشتی وارثی کی ولادت یکم مارچ ۱۹۵۳ء کو چک نمبر ۱۲۰۔گ ب ہوشیار پور، تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں ہوئی۔آپ کے والد محترم کا اسم گرامی سید حامد حسین شاہ گیلانی قادری چشتی وارثی ہے۔آپ کے والد محترم کی پیدائش بھی اسی گاؤں میں ہوئی۔آپ کا تعلق سادات گھرانے سے ہے۔آپ حضور محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شہنشاہ بغداد کی اولاد میں سے ہیں۔حضور حامد حسین شاہ گیلانی کی بلدیہ جڑانوالہ میں ملازمت تھی۔آپ کے والد سرکار عزت شاہ وارثیؒ سے ۱۹۸۰ء میں بیعت ہو کر سلسلہ وارثیہ میں داخل ہو گئے تھے۔سرکار عزت شاہ وارثی نے آپ کے والد محترم کو مدینہ منورہ میں دوران حج احرام عطا فرمایا۔

فقیر سید حبیب شاہ گیلانی قادری چشتی وارثی نے ابتدائی تعلیم کے ساتھ قرآن پاک کی تعلیم بھی اسی گاؤں سے ہی حاصل کی۔میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول جڑانوالہ سے اور ایف اے مقامی کالج سے پاس کیا۔آپ کے گھرانے کا ماحول شروع ہی سے انتہائی سادہ اور محبت والا ہے۔آپ کے والد محترم انتہائی شفیق اور خلیق مزاج تھے۔آپ نے اسی ماحول میں پرورش پائی۔یہی وجہ ہے کہ ان کے مزاج میں سادگی اور محبت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ۱۹۷۲ء میں افواج پاکستان میں بطور ٹیکنیکل اسسٹنٹ بھرتی ہو کر کیا۔تقریباً تین برس اسی خدمت پر مامور رہنے کے بعد ۸ نومبر ۱۹۷۶ء کو محکمہ پولیس میں بطور کانسٹیبل بھرتی ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے مختلف مراحل طے کئے۔جولائی ۲۰۱۲ء کو انسپکٹر کے عہدے سے سبکدوش ہو گئے۔پولیس میں ان کی ملازمت کا دورانیہ ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔کہیں پر بھی کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا۔ اپنے والد محترم کے بیعت ہو جانے کے فوراً بعد آپ نے بھی فقیر عزت شاہ وارثیؒ سرکار کے دست مبارک پر بیعت ہو کر سلسلہ وارثیہ میں داخل ہو گئے۔بیعت ہو جانے کے بعد فقیر عزت شاہ وارثی سرکارؒ نے آپ کو غریب، یتیم اور مسکین لوگوں کی خدمت پر مامور کر دیا۔جب آپ کے والد صاحب کا وصال ہوا تو والد صاحب کی روضہ مبارک کی تعمیر اور آستانہ عالیہ وارثیہ جڑانوالہ کی تعمیر و ترقی کے لئے حکم دیا۔فقیر عزت شاہ وارثیؒ سرکار نے آپ کو اپنے والد کے آستانہ عالیہ کی خدمت بھی سونپ دی۔

بیعت کے بعد، احرام پوشی کی تمام منازل طے کروانے کے بعد فقیر احمد شاہ وارثیؒ سرکار نے حضور اکمل شاہ وارثی

سرکار کے سالانہ عرس کے تیسرے دن مارچ ۲۰۱۳ء برموقع چادر پوشی اور اختتامی دعا، سرکار اکمل شاہ وارثی سرکار کے روضہ مبارک میں دائیں جانب کھڑے ہوکر ساڑھے گیارہ بجے کے قریب آپ کی احرام پوشی فرمائی اور یہ نصیحت کی کہ "میں نے فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر آپ کو احرام عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر استقامت عطا فرمائے۔"

احرام پوشی کے بعد فقیر احمد شاہ وارثیؒ نے آپ کو آستانہ عالیہ وارثیہ پر حاضری، دینی تعلیمات حاصل کرنا، لوگوں تک پہنچانا کی خدمت سونپی، جو آپ بحسن خوبی نبھا رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاوارث

چراغ راہ نمبرا

''فقیر کو چاہئے کہ ہر حال میں خوش رہے اور زندگی کے دن کاٹ دے۔ تکلیف ہو تو شکایت نہ کرے اور آرام ہو تو شکر بجالائے۔''

(وارث پاک)

مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم

(اقبالؔ)

اندیشہ وغم سے نجات پا جانے والے گروہ کا نام فقیر ہو جاتا ہے۔ ایک خدا پر بھروسہ رکھنے وال کو مست کے نام سے پکارا جاتا ہے اور مست کو بہار وخزاں سے کیا کام۔ وہ تو خود ہی سراپا بہار ہے اس کی نظریں آن کی آن میں قدرت کی بنائی ہوئی عجیب وغریب پھلواریوں کی سیر کرنے لگتی ہیں اللہ جس روح سے خوش ہو جاتا ہے اسے غیب کے جلوے بھی دکھاتا ہے اور اپنی محبت اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ یہی محبت کا پودا بڑا ہو کر فقیری کا درجہ لے لیتا ہے اس درجہ میں سوال حرام ہو جاتا ہے اس لئے ہدایت ہے کہ فقیر کو چاہئے کہ ہر حال میں خوش رہے اور زندگی کے دن کاٹ دے۔ تکلیف ہو تو شکایت نہ کرے اور آرام ہو تو شکر بجالائے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۲

''فقیر کو چاہئے کہ نہ تکلیف سے گھبرائے اور نہ شکایت کرے۔ کیونکہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرانا محبت کے منافی ہے اور محبوب کی شکایت مشرب عشاق میں کفر ہے۔

(وارث پاک)

عیش منزل ہے غریبان محبت پر حرام
سب مسافر ہیں بظاہر نظر آتے ہیں مقیم

(اقبالؔ)

عیش وغم کی تلاش اس کو ہوتی ہے جو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں رکھتا۔ اپنی طاقت اور عقل کو دنیا میں سب سے بڑی چیز خیال کرتا ہے مگر اس کو یہ نہیں معلوم کہ زندگی ایک بجھتا ہوا چراغ ہے جو بغیر ہوا کے جھونکے پر بھی بجھ جاتا ہے۔ فقیر کو معلوم ہے کہ دنیا ایک مہمان خانہ ہے، جہاں چند روز کیلئے آنا پڑا ہے۔ مہمان کا خیال میزبان کو کرنا چاہئے۔ مہمان کو جس طرح رکھا جائے صبر وشکر کے ساتھ رہے اور اپنی تکلیف اور آرام کو یاد نہ کرے۔ ہم سب خدا کے مہمان ہیں۔ اب خدا کی مرضی وہ آرام سے رکھے یا تکلیف سے۔ یہاں تو 'سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے'۔ فقیر کو چاہئے نہ تکلیف سے گھبرائے اور نہ شکایت کرے۔ کیونکہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرانا محبت کے منافی ہے اور محبوب کی شکایت مشرب عشاق میں کفر ہے۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳

''بڑی فقیری یہ ہے کہ مر جائے مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔''

(وارثؒ پاک)

جو فقر ہوا تلخی دوراں کا گلہ بند
اس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی

(اقبالؒ)

فقیر ہونا رحمت خداداد ہے اور گداگر قہر خدا۔ فقیر بن جانا سچے عاشق کی کھلی دلیل ہے اور گداگر تو فریب ہے، فقیر کے نام پر کلنک ہے۔ گداگر پر خدا اپنا عتاب نازل کرتا ہے اور فقیر جو کبھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا ایک گناہ عظیم خیال کرتا ہے۔ پروردگار عالم اس فقیر پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اپنی معرفت بخش دیتا ہے۔ اس دولت کو پا کر فقیر غنی ہو جاتا ہے اور مرتے دم تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا ہے۔ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا فقیر گناہ عظیم سمجھتا ہے۔ مر جانا گوارا کر لیتا ہے مگر تا دم زیست اس گناہ عظیم کا مرتکب نہیں ہوتا ہے مستغنی اور بے نیازی فقیری کی سب سے بڑی شان ہے۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۴

''فقیر کو چاہئے کسی کی چیز کو خیانت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔'' (وارثؒ پاک)

یقین پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

(اقبالؒ)

دوسرے کی دولت پر للچائی ہوئی نظر رکھنے والے ہمیشہ ذلیل ہوتے ہیں دولت سے مراد صرف زر نہیں بلکہ کسی طرح کی بھی کامیابی۔ یہ اللہ کی دین ہے جسے دیدے۔ فقیر شیر کی خاصیت رکھتا ہے۔ جس طرح شیر اپنا شکار خود کرتا ہے چاہے جتنے دن کا فاقہ ہو یہی حال فقیر کا ہوتا ہے۔ وہ کبھی کسی کو چیز کو کسی کی کامیابی کو خیانت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ وہ اپنی دولت یا کامیابی آپ جمع کرتا ہے۔ وہ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جو اس کی قسمت کا ہے، اسے ضرور ملے گا۔ جو سب کو دیتا ہے وہ اس کو بھی دے گا۔ دیر یا سویر مگر ملے گا ضرور۔ زندگی میں نہ ملا تو مرتے وقت ملے گا۔ مرتے وقت اگر نہ ملا تو قبر میں ٹھونس دیا جائے گا۔ اس یقین کامل اور تصدیق کے بعد کوئی فقیر کسی کی دولت کو کسی کی چیز کو خیانت کی نگاہ سے کیسے دیکھ سکتا ہے۔

(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۵

''فقیر وہ ہے جو اکنگ رہے۔'' (وارثؔ پاک)

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں
وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

(اقبالؔ)

تمہیں خدا نے پیدا کیا تمہارا واسطہ بھی صرف خدا ہی سے رہنا چاہئے۔ جہاں رہو تنہا رہو۔ اس کا مقصد یہ بھی نہیں کہ جنگلوں میں چلے جاؤ۔ رہو دنیا میں مگر انسانوں کے اتنے بڑے میلوں میں تم اپنے کو تنہا ہی خیال کرو اور ہمیشہ ہر آفت کو دو قدم آگے بڑھ کر گلے لگانے کا حوصلہ پیدا کرو۔ ڈرو تو صرف اللہ سے۔ باقی تمام طاقتیں جھوٹی ہیں۔ کمزور ہیں' بے بنیاد ہیں۔ اگر تمہارا عشق سچا ہے تو تمہاری ایک نظر ہی کسی کی تقدیر کا فیصلہ کر کے رکھ دیگی۔ اللہ تمہیں خودداری دے پھر خدائی کا جلوہ نصیب کرے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۶

''فقیر وہ ہے جو اپنی بستی میں رہ کر خویش و اقربا کا ممنون نہ ہو۔'' (وارثؔ پاک)

خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے

(اقبالؔ)

بجز خدا کے حضور کسی اور کے سامنے سر اور نظروں کا جھکانا گناہ عظیم ہے۔ تم اس فانی دنیا کی کسی بھی بستی میں رہو مگر خبردار، خبردار سوائے خدا کے کسی انسان کا احسان مند اور ممنون نہ بنو۔ فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ خدا اپنے عاشق کی تمام ضروریات کی خبر رکھتا ہے وہ تو تنگ دستی دے کر اس کے صبر و تحمل کا امتحان لیتا ہے۔ فقیر کا کام نعرہ حق ہے۔ سجدہ پر سجدہ ہے یا شوق مٹ جائے یا جبیں نہ رہے۔ خون جگر پینا ہے سوز جگر سہنا ہے۔ تمہارا عشق، تمہارا جنون، ایک دن، دلہن بن کر تمہارے قدموں پر گر پڑے گا۔ تمہاری آرزو پوری ہوگی۔ عاشق ہمیشہ آخری منزل پر آ کر ہمت ہار جاتا ہے اور ساری زندگی کی محبت مٹی میں مل جاتی ہے۔ ہمت ہارنا فقیر کی شان کے خلاف ہے۔ خبردار ہمت نہ ہار دے۔ کسی کا احسان اپنے سر نہ لو۔ اپنی پہاڑ جیسی نیکی ایک رائی برابر احسان کے بدلے ضائع نہ کر دو۔ یقین کامل کے ساتھ خدا کو اپنا مددگار اور کفیل جانو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۷

"فقیر کو لازم ہے کہ بجز خدا کے کسی پر بھروسہ نہ کرے۔" (وارثؔ پاک)

کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یارب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو

(اقبالؔ)

عشق ایک بار کیا جاتا ہے بار بار نہیں۔ جس حسین نور کی تمنا نے تمہیں فقیر بنا دیا اس نور کی جستجو میں عمر کا آخری دن بھی قربان کر دو اور خون کا آخری قطرہ بھی اسی کے نام پر نچھاور کر دو۔ موت کے وقت جو آخری ہچکی ہو، اس میں یاد خدا، یادِ رسول ﷺ کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ ابتداء لا الہ الا اللہ۔ انتہا۔ لا الہ الا اللہ اور ان دونوں کے درمیان وکفٰی باللہ وکیلا۔ یقین کے ساتھ خدا کو اپنا وکیل۔ کفیل اور کارساز جانو۔ بس یہی فقیری ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸

"فقیر جہاں رہے لاطمع رہے۔" (وارثؔ پاک)

وہی جہاں ہے تیرا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ وخشت نہیں جو تیری نگاہ میں ہے

(اقبالؔ)

تیری دنیا وہی ہے جس کو تو اپنے نیک عمل سے بنائے۔ اس اینٹ اور پتھروں کے سایہ کو دنیا نہیں کہتے۔ دنیا اگر بنانا چاہتا ہے تو اپنے آپ پر بھروسہ کر کے کھڑا ہو جا۔ ذات پات کے جھگڑوں کو ختم کر۔ دین و دنیا کا مالک صرف ایک خدا ہے۔ سب

انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی بھی انسان سے نفرت کرنا خدا سے نفرت کرنے کے برابر ہے۔ (حرص، لالچ، طمع) یہ سب دماغ کے کیڑے ہیں۔ تمہارا لگاؤ دل سے ہے۔ دماغ کے کیڑے کو دل میں جگہ نہ دو۔ ورنہ تمہاری خودی جس میں خدا رہتا ہے جاتی رہے گی اور دماغی کیڑے (حرص، لالچ، طمع) تمہاری خودی کو چاٹ جائیں گے۔ جہاں رہو لاطمع رہو۔ خدا کو اپنے خانہ دل میں رکھ کر طمع کرنا حد درجہ نادانی ہے۔ اللہ کا سہارا ہوتے ہوئے انسان کا سہارا لینا گناہ عظیم ہے اور عشق کے منافی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۹

''بڑی بات یہ ہے کہ فقیر اپنی بستی میں نیک نام ہو۔'' (وارثؔ پاک)

ہے ذوق نمود زندگی موت
تعمیر خودی میں ہے خدائی

(اقبالؔ)

اگر تو اپنی بستی میں نیک رہنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے نماز شروع کر۔ خدا کی شان میں جتنا اپنے مغرور سر کو رگڑے گا، تیرا نفس جو زیادہ شیطان کی باتوں میں آجایا کرتا ہے، ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مر جائے گا۔ پروردگار عالم کے کلام میں بڑی برکت ہے۔ نماز ہی تیری فقیری کو کامیاب کرے گی اور تو دین و دنیا میں نیک نام رہے گا۔ خدا کرے تیری نماز کا ایک سجدہ بھی منظور خدا ہو جائے تا کہ تیری فقیری چمک اٹھے اور دنیا اسی روشنی کو دیکھ کر نیک عمل ہونے کیلئے مستعد ہو جائے۔ لوگوں کو راہ راست پر لانا ہی فقیر کی سب سے بڑی خدمت ہوا کرتی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۰

''مقام فقر بہت بڑا مقام ہے۔'' (وارثؔ پاک)

تو مرد میداں تو میر لشکر
نوری حضور تیری سپاہی

(اقبالؔ)

فقر ف۔ق۔ر۔ سے بنا ہے۔ ''ف'' سے فاقہ۔ ''ق'' سے قربانی اور ''ر'' سے راہ حق مراد ہے۔ جب فقیر راہ حق میں چلتا ہے تو سفر کی منزل میں فاقہ مستی اور قربانی نفس سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ منزل لا الہ الا اللہ کی ہوتی ہے مگر جوں ہی کھویا ہوا خدا مل جاتا ہے اور اپنی شہ رگ سے قریب ہی ملتا ہے پھر اس دولت سے مالا مال ہو کر فقیر راہ محمد ﷺ میں چل پڑتا ہے۔ جب محمد الرسول اللہ کی منزل طے کر لیتا ہے۔ تو اس فقیر کو ''ف'' کی جگہ ''فوقیت'' ق کی جگہ ''قوت'' اور ''ر'' کی جگہ رحمت مل جاتی ہے اور اس طرح مقام فقر تمام انسانوں پر فوقیت۔ قوت خداوندی اور رحمت محبوب خدا سے آراستہ ہو جاتا ہے

یہ بہت بڑا مقام ہے بہت بڑا درجہ ہے بہت بڑی فضیلت ہے خدا کو پاکر خدائی مل جاتی ہے رسول ﷺ کو پاکر رحمت خداوندی مل جاتی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۱

''سلسلہ فقر اہل بیت کرام علیہم السلام سے ہے۔'' (وارثؔ پاک)

اے مرد خدا تجھ کو قوت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد

(اقبالؔ)

مقام فقر بہت بڑا مقام ہے۔ یہ الفقر فخری کی منزل ہے یعنی تمام روئے زمین کے انسانوں پر فوقیت اور اس پر شان یہ کہ قوت اور رحمت خداوندی سے آراستہ۔ اتنی بڑی منزل اور اتنے بڑے مقام کا متحمل اور کون ہوسکتا تھا۔ نور حق اور نور محمد ﷺ کو کون اپنے اندر سما سکتا تھا۔ اہل بیت کرام علیہ السلام نے نور حق اور نور محمد کو سمایا اس لئے یہ امتیازی اور فخر والی منزل ان کو عطا ہوئی۔ یہ بھی اس لئے بخشا گیا کہ اہل بیت کرام علیہ السلام اس نعمت اور رحمت خداوندی کو بطور امانت رکھیں گے اور طالب مولا و شیدائی رسول ﷺ کیلئے شمع ہدایت بن کر آسمانِ روحانیت میں چمکتے رہیں گے اور ان کی ہر منزل پر رہنمائی کریں گے۔ اہل بیت کرام علیہ السلام نے وہی کیا جیسا کہ مشیت نے چاہا۔ فقیر، درویش اور سالک جو مقام حیرت میں پھنس جاتے ہیں تو اہل بیت کرام علیہ السلام کی زندگی جاوید کے درخشاں اور روشن نقش قدم کا برزخ آتے ہی مقام حیرت ختم ہوجاتی ہے ان کی زندگی جاوید کے روشن اور منور چراغِ راہ کے سہارے حیرت کی منزل راضی بہ رضا کی منزل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس منزل پہ آکر فقیر کو یقین محکم اور تصدیق کامل کی دولت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے۔ تصدیق کی دولت ملتے ہی وہ غنی ہو جاتا ہے۔ وہ مست قلندر بن جاتا ہے۔ ساری خدائی اس کو اپنے زیر قدم نظر آنے لگتی ہے۔ میدان حشر میں جب لوگ نفسی نفسی پکارتے نظر آئیں گے فقیر مست و بے غم سیر کرتے نظر آئیں گے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲

''فقیری بی بی فاطمہؓ سے ہے اور امام حسینؓ کے ذریعہ سے یہ فیض جاری ہوا۔'' (وارثؔ پاک)

شان کرم یہ ہے مدار عشق گرہ کشائے کا
دیر و حرم کی قید کا جس کو وہ بے نیاز دے

(اقبالؔ)

الفقر فخری کا پہلا سبق نبی کریم ﷺ نے اپنی دختر نیک اختر اور لخت جگر حضرت بی بی فاطمہ کو دیا۔ وہ سبق تھا فاقہ میں ضبط، صبر اور تحمل، نفس امارہ کی قربانی یعنی نفس کشی یا جوگ۔ راہ مولا راہ حق میں ساری مصیبتوں ساری تکلیفوں کا جواب راضی بہ رضا۔ تسلیم و رضا۔ جب یہ منزل طے ہوگئی یعنی پہلا سبق یاد ہوگیا۔ تو دوسرا سبق عشق خدا تھا۔ یعنی عبادت الٰہی۔ پابندی شرع شریف اور قربانی نفس، پھر قربانی نفس اس لئے کہ نفس انسانی یعنی نفس امارہ انسان کا کٹر اور جانی دشمن ہے۔ جب فقیر اپنے نفس امارہ کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ وحوش وطیور سب مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہیں چنانچہ یہ اظہر من الشمس ہے کہ ان ٹھوس اصولوں پر ام الفقرا حضرت بی بی فاطمہؓ نے اپنی ساری زندگی گزار دی اور انتہا یہ کہ اپنے دونوں لخت جگر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو جام شہادت پی لینے کا سبق دے کر تمام دنیائے اسلام کیلئے ایک منور اور روشن چراغ راہ خود بھی بنیں اور اپنے دونوں لخت جگر کو بھی بنا دیا۔ کمال، احسان، کرم یہ کہ فقیری دنیا کیلئے امام حسینؓ کے ذریعہ یہ فیض عام جاری ہوا۔ فقیر کی ہر کٹھن اور جان لیوا منزل پہ اور الفقرا کا برزخ چراغ راہ، چراغ ہدایت، جام محبت اور جام پیار کا کام کرتا ہے۔ شہیدوں، مجاہدوں اور غازیوں کی ہر منزل پہ فقیروں کے بادشاہ حضرت امام حسینؓ رہنمائی کرتے ہیں۔ آپ کا برزخ آتے ہی فقیر کا لرزتا ہوا قدم فولاد کا ہو جاتا ہے۔ حیرت کی منزل راضی برضا کی منزل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ ہے فیض اور اس کا کیمیائی اثر۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳

''فقیر وہ ہے جو انتظام سے علیحدہ ہو۔'' (وارث پاک)

جس روز دل کی رمز معنی سمجھ گیا
سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے

(اقبالؔ)

فقیر سپاہی ہے اور انتظام بادشاہ۔ فقیر راہی ہے اور انتظام منزل۔ فقیر عاشق ہے اور انتظام معشوق اگر فقیر بھی انتظام میں پھنس گیا تو سپاہی کون ہوگا۔ راہی کون ہوگا۔ عاشق کون ہوگا۔ عشق کو دنیا والے جنون۔ ایک آتش جگر سوز کہتے ہیں دیوانگی یا جنون میں خرد کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ دیوانہ اسے کہتے ہیں جو مست و بے پرواہ ہو۔ اسے لگن ہو تو صرف اپنی منزل کی۔ جسے حاصل کرنے کیلئے اس نے جان کی بازی لگا دی ہے جس روز راز اور رمز کھل گیا۔ حقیقت کا پردہ آنکھ سے ہٹ گیا اور اپنے دل کی آنکھ سے ہر چیز کو اس کی اصلی نوعیت اور شکل میں دیکھنے لگے گا کہ دنیاوی گناہ آلود زدہ مال اور ہیرے جواہرات، مٹی اور پتھر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اگر فقیر بھی عام لوگوں کی طرح اس جھوٹی اور نقلی دولت کو جمع کرنے میں اپنی زندگی گزارنے لگے گا تو معرفت اور روحانیت کی دولت کس کے حصہ میں آئے گی اس لئے ہدایت ہے کہ فقیر وہ

ہے جو انتظام سے علیحدہ ہو۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۱۴

''فقیر وہ ہے جس کے پاس بجز خدا کچھ نہ ہو۔''(وارثؔ پاک)

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق جو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور

(اقبالؔ)

اللہ میرا باقی تمہارا۔جس کو خدا مل جائے اسے اور کیا چاہئے۔۔فقیر بڑا دانا اور بینا ہوتا ہے۔اصلی فقیر تن من دھن کی بازی لگا کر خدا سے خدائی مانگ لیتا ہے اور خدا بھی انتہائی پیار اور شفقت سے اس کی جھولی میں نور ہی نور بھر دیتا ہے جسے اصلی نور مل جائے اسے ہیرے' جواہرات نما پتھر کس کام کے۔فقیر سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں چاہتا۔خدا ہی سب کچھ ہے ہر چیز اسی سے ہے اور وہ ہر چیز میں ہے خدا اوّل بھی اور آخر بھی ہے۔ارشاد لا الہ الا اللہ کی مکمل تفسیر ہے۔مشائخ کی جہاں انتہا ہے۔مومن کی جہاں انتہا ہے،فقیر کی وہاں سے ابتداء ہے جو بڑھتے بڑھتے عاشق سے معشوق ہو جاتا ہے یہ اس کی انتہا ہوتی ہے۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمب ۱۵

''فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا نہ مالک ہو اور نہ خود کسی ملک میں ہو۔''(وارثؔ پاک)

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ
دنیا نہیں مردان جفا کش کیلئے تنگ

(اقبالؔ)

فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہیں ہوتا ہے۔مومن کی پہلی تعلیم اور پہلا سبق لا الہ الا اللہ ہوتی ہے یعنی یہ کہ دنیا کی ساری چیزیں' سارا مال و متاع' آل اولاد یہاں تک کہ جان عزیز سب کچھ اللہ کی ہے اور وقت ضرورت اگر سب کی قربانی دینی پڑے تو ہر مومن ہر مسلم اس بات کا عہد کرتا ہے ایمان لاتا ہے اور دل سے اس کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ سب کچھ اللہ کے نام پر اللہ کیلئے قربان کر دے گا مگر فقیر کی شان ہی نرالی ہوتی ہے وہ دنیا کی ہر چیز پہلے ہی قربان کر دیتا ہے۔وہ وعدہ وعید کا قائل نہیں ہے وہ تو ایسا جانباز اور جاں نثار سپاہی ہے' راہی ہے۔عاشق ہے کہ اپنے پاس بجز خدا کچھ رکھنا گوارا ہی نہیں کرتا ہے نہ وہ کسی چیز کا مالک بننا چاہتا ہے اور نہ ہی کسی کی ملکیت میں رہنا چاہتا ہے۔فقیر اگر کسی اور چیز کو اپنا لے یا حاصل کرنے

کی کوشش خدا کو بھول کر کرے تو وہ اپنی منزل عشق سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ اگر کسی فقیر نے زر، زمین کو اپنایا تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس نے اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے بنائی اور وہی زر، جسے وہ اپنا سہارا اور کفیل خیال کرتا ہے۔ قبر میں زہر یلے جانور کی شکل میں اس کی روح کو بے چین کریگا اور قیامت تک وہ اپنی چندروزہ آرام کی سزا اٹھاتا رہے گا اور اللہ اس کو جہنم میں بھیج کر خوش ہو گا۔ کیونکہ مقام فقر حد درجہ بلند مقام ہے۔ یہاں بجز اللہ ہر چیز حرام ہے۔ فقیر کی ایک ذرا سی لغزش جہنم کا دروازہ اپنے اوپر کھول لیتی ہے۔ اگر فقیری کا شوق ہے تو سب سے پہلے اپنے نفس کو قابو میں لا اور اپنی زندگی کی ہر سانس عبادت الٰہی، پابندی شرع شریف اور قربانی نفس پر گزار دے۔ فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہ ہونا چاہئے جس کے پاس خدا ہو ہے اس کے پاس ساری خدائی ہوتی ہے۔ پہلے خدا کو حاصل کر خدائی خود تمہارے قدم کے نیچے آ جائے گی۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶

''فقیر کو چاہئے نہ کسی کیلئے دعا کرے نہ گنڈا تعویز کرے۔'' (وارث پاک)

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہیں تجھ میں

گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ

(اقبالؒ)

اہل دنیا کیلئے فقیری چراغ راہ ہے۔ صراط مستقیم پر چلنے والوں کیلئے چراغ ہدایت ہے۔ مالک اور مملوک آقا اور بندے کے رشتہ کو اجاگر کرنے کیلئے ایک شمع ہے۔ ایک منور ستارہ ہے۔ فقیری کا مقصد یہ ہے کہ فقیر عبادت الٰہی۔ پابندی شرع شریف اور قربانی نفس کا ایسا نمونہ ہو۔ ایسا سالک ہو جس کے نقش قدم پر چل کر خام انسان، مومن، مسلم، اپنے آقا اپنے مولا کا وفادار، تابعدار اور سچا غلام بن جائے تا کہ لوگ دنیا کے سارے جھوٹے اور کھوٹے سہارے کو توڑ کر اپنے آقا اور مولا کے سہارے کو پکڑ لے۔ فقیری دعا، بددعا، گنڈا تعویز کیلئے نہیں ہے۔ حیات اور موت، صحت اور بیماری امیری اور غریبی کامیابی اور ناکامی۔ غرض ہر چیز کا چڑھاؤ اور اتار، بناؤ اور بگاڑ اللہ کے حکم سے دنیا پر نازل ہوتا ہے۔ انسان، حیوان، یہاں تک کہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو اپنے اپنے عمل کا حساب دینا پڑتا ہے اللہ بڑا انصاف والا ہے اگر کوئی فقیر کسی کیلئے دعا یا بددعا کرتا ہے تو یہ اس کی سب سے بڑی نادانی ہے کیونکہ اللہ کے کام میں دخل دینے والا نادان ہوتا ہے اگر نجات چاہتے ہو تو توبہ کرو۔ نماز پڑھو قرآن پڑھو اللہ کے بندے کو اللہ کے حوالہ کرو۔ حاجت مند کو نصیحت کرو کہ جو کچھ طلب کرنا ہے خدا ہی سے طلب کرو۔ جو سب کو دیتا ہے وہ تم کو بھی دے گا۔ فقیر کو چاہئے کہ خود بھی نیک عمل رہے اور دوسروں کو بھی نیک عمل ہونے کی تلقین کرے۔ فقیر اپنی عبادت کے ذریعہ جو پونجی جمع کرتا ہے دعا بددعا۔ گنڈا تعویز کے راستے نکال دیتا ہے۔ اسی لئے اس کی فقیری کو جلا نہیں آتی ہے۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۷

''فقیر وہ ہے جس کی کوئی سانس خالی نہ جائے۔'' (وارثؒ پاک)

عرض کیا گیا کس سے۔ فرمایا اللہ سے۔

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت
لیکن نہیں پوشیدہ مسلماں کی نظر سے

(اقبالؒ)

موت اور زندگی کا تار صرف سانس ہے ایک ہوا کا ہلکا سا جھونکا۔ کون جانتا ہے کہ گئی ہوئی سانس ہمیشہ کے لئے ہم سے اپنا رخ نہ بدل لے۔ اصلی عاشق وہی ہے جو سانس کی لے پر اپنا نغمہ گاتا چلا جائے۔ وہ نغمہ صرف پیار و محبت کا ہو۔ گاؤ اور خوب گاؤ مگر ساز محبت و پیار کا ہو۔ جو فقیر بجز خدا اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا، اس کی نیند، اس کا آرام، اس کا کھانا پینا، اس کا حوائج ضروری سے فارغ ہونا، بچوں کی کفالت' محنت مزدوری، سب پیار و محبت کا درجہ لے لیتی ہے۔ سب یادِ خدا سمجھا جاتا ہے اسی پیار کی منزل کو ہر سانس یادِ خدا' یادِ رسولؐ یادِ قرآن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس نے رسول ﷺ کی پیروی کی اس نے اللہ کی پیروی کی۔ اطیعو اللہ واطیع الرسولؐ۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸

''فقیر کو لازم ہے کہ دنیا کے واسطے کوئی کام نہ کرے اور خدا کے واسطے جان دیدے۔ (وارثؒ پاک)

بیابان محبت دست غربت بھی وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی آشیانہ بھی چمن بھی ہے

(اقبالؒ)

دنیا کے واسطے اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو خدا کے راستے پر نہ آؤ۔ کیونکہ ابھی تم میں حد درجہ جہالت اور نادانی بھری ہوئی ہے۔ سب سے بڑی اور کامیاب زندگی وہ ہے جو مرنے کے بعد تمہارے نیک عمل کے ذریعہ پروردگار عالم کے سامنے شرمندہ نہ کرے اور حشر کے میدان میں تمہیں سرخروئی نصیب ہو اور جنت مقام نصیب ہو۔ یہ تو عام مسلمانوں اور مومنوں کا شیوہ ہوتا ہے مگر فقیر کی شان ہی نرالی ہوتی ہے۔ اسے نہ تو دنیا چاہئے اور نہ عقبیٰ۔ اسے تو صرف یادِ مولا چاہئے۔ اسی لئے فقیروں کو ہدایت ہے کہ اپنے نفس کی خاطر دنیا کا کوئی کام نہ کرے مگر خدا کے واسطے جان دیدے۔ فقیر کی زندگی مرضی مولا پر بسر ہوتی ہے۔ فقیر دنیا کا سارا کام مولا کی مرضی کے لئے کرتا ہے۔ عبادت الٰہی کیلئے کرتا ہے۔ پابندی شرع شریف کیلئے

کرتا ہے۔قربانی نفس کیلئے کرتا ہے۔انتہا یہ کہ جان عزیز کو بھی مولا کی مرضی پر قربان کر دیتا ہے۔(حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۱۹

''جو شخص اپنا کام آپ کرنا چاہتا ہے تو اللہ میاں بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں اور جو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑتا ہے تو اللہ اس کے کام کو پورا کرتا ہے لازم ہے کہ جو کام کرے اللہ کے بھروسے سے کرے۔(وارث پاکؒ)

کہتا ہے زمانہ سے یہ درویش جوانمرد
جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی ادھر جا

(اقبالؒ)

یہ ارشاد ہر انسان اور ہر شخص کیلئے ہے خصوصیت کے ساتھ فقیروں کیلئے ہے۔یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان کے ہوش گوش آتے ہی یا طاقت ملتے ہی انسان کا نفس ''میں'' جاگ اٹھتا ہے اور ہر کام کو خود کرنا چاہتا ہے۔پہاڑ کو سَر کرنا چاہتا ہے۔سمندر پار کرنا چاہتا ہے۔بجائے اللہ کے بھروسہ کے اس کو اپنے علم، عقل اور ہنر پر بھروسہ ہوتا ہے۔اپنی دولت اور طاقت پر بھروسہ ہوتا ہے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا نفس ''میں'' اسے ذلت اور گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے۔جہاں سے مرتے وقت بھی نکلنے نہیں پاتا۔مرتے دم کلمہ تک یاد نہیں رہتا۔برخلاف اس کے جو لوگ اپنا سارا کام اللہ کے بھروسہ چھوڑتے ہیں اور خود صبر، یقین اور تصدیق کے ساتھ علیحدہ بیٹھ جاتے ہیں تو ایسے جانباز اور شیر دل انسان کا کام خدا تو خدا، آفتاب حقیقت کا ہر ذرہ انجام دینے میں معاون اور مددگار بن جاتا ہے۔اس لئے لازم ہے کہ جو کام کرے اللہ کے بھروسہ کرے۔اللہ کے نام پر کرے۔اللہ کے واسطے کرے۔خصوصیت کے ساتھ فقیر اپنا کوئی کام خود نہ کرے۔سب کام اللہ کے حوالے کر دے۔جب یہ بات چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن ہے کہ دنیا کا ذرہ ذرہ خدا کے حکم سے بنتا اور بگڑتا ہے تو اس خدا کے اتنے بڑے کارخانہ میں اپنی کمزور اور حقیر عقل کے زور پر کوئی قدم اٹھانا پرلے درجہ کی نادانی اور جہالت ہے۔خوشی ہو یا غم، یا غصہ ہر حال میں سچے دل سے خدا سے مدد مانگنا چاہئے۔کیونکہ جس کی نظر دوست پر، اس کا کوئی دشمن نہیں۔اس کو کبھی ناکامی نہیں۔اسے کبھی شکست نہیں۔(حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۲۰

''یقین کے ساتھ خدا کو اپنا مددگار جانو۔وکفیٰ باللہ وکیلا۔(وارث پاکؒ)

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا
مقام رنگ و بو کا راز پا جا

(اقبالؒ)

اگر دنیا کے تمام جلادوں کو ختم کرنا چاہتے ہو تو سب سے زبردست اور ہیبت ناک طاقت حاصل کرو۔ وہ طاقت خدا کا قہر ہے۔ تم اللہ سے سچے دل سے مدد مانگو، وہ اپنے قہر کو ایک زبردست فوج کی شکل میں تمہاری مدد کیلئے نازل کرے گا اور اللہ کا قہر ظالم کو جلا کر پھونک ڈالے گا۔ ہر آفت اور مصیبت میں اللہ سے قوت مانگو تا کہ ظالم جلد سے جلد درگور ہو جائیں۔ فرعون، نمرود، ہامان، شداد جیسی موذی طاقت کے مقابلہ میں مردِ مجاہد کا واحد تنہا، قلیل سامان جنگ لاو لشکر، وکیل اور کارپرداز، وکفیٰ باللہ وکیلا کی تصدیق کامل ہے۔ وکفیٰ باللہ وکیلا کی تلوار کے ساتھ۔ (۱) جذبہ قربانی۔ (۲) دشمن سے نفرت اور بےزاری۔ (۳) صبر۔ (۴) خاموشی ہے۔ جب تک یہ چار رتن حاصل نہیں ''وکفیٰ باللہ وکیلا'' کی شاندار اور تیز و تند تلوار میں ضرب کاری کا اثر پیدا نہیں ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ مردِ مجاہد ان چار رتنوں پر سچے دل سے عامل ہو جائیں۔ انشاء اللہ فرعون جیسی طاقت ضرور پامال ہو جائے گی۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱

''خدا ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر اسی کی جانب سے ہے مگر تصدیق اس کی مشکل ہے۔ (وارثؔ پاک)

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

(اقبالؔ)

خدا ہر چیز کا مالک مختار بھی ہے اور قادر مطلق بھی نہ اس کی ملکیت میں کوئی شریک دار ہے اور نہ قبضہ قدرت میں کوئی ساجھے دار۔ حکیم حاذق ہونے کے ناتے کبھی وہ اپنے پیارے بندے کو شر دے کر اس کے بیار جسم، بیمار روح، بیمار دل کا معائنہ کرتا ہے۔ نفع اور صحت بخشتا ہے اور کبھی اپنے صحت مند، وفادار اور عبادت گزار بندے کو خیر دے کر ہمت افزائی کرتا ہے اور اس کے جذبہ شوق کو آگے بڑھاتا ہے۔ نادان اور جاہل بندے کیلئے شراب حیات ہے، اگر ایسا نہ ہو تو لوگ نادانی میں جہنم کی آگ میں کودتے چلے جائیں گے۔ یہی شر ہے جو بطور تنبیہ اور آگاہی خطرہ انہیں جان لیوا خطروں سے بچاتا رہتا ہے۔ علم و عقل اور ہنر والے خیر و شر کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں مگر اہل تصدیق اچھی طرح جانتے ہیں کہ خیر بھی خدا کی جانب سے ہے اور شر بھی۔ خدا ہر چیز کا مالک اور قادر ہے۔ ظاہری چند روزہ کامیابی انسان کو خدا سے اور اصلی حقیقت سے غافل کر دیتی ہے۔ نشہ تو اس سے اترے گا جب خواب غفلت سے بیدار ہوں گے اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔ علمائے ظاہر کو اپنی بساط کا، اپنی حقیقت کا، اپنے ظرف کا، اس وقت پتہ ہوگا، جب ان کا مقابلہ حشر کے میدان میں اہل تصدیق کے سمندر بےکراں سے ہوگا۔ جب لوگ نفسی نفسی کرتے ہوں گے، فقیر مست و بےغم سیر کرتے نظر آئیں گے۔

پھر معلوم ہوگا۔ شر کس کی طرف سے ہے۔ اس حقیقت کو کون بہتر جانتا ہے۔ فقیر یا علمائے ظاہر۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲

''خدا تم میں ہے مگر تم دیکھ نہیں سکتے۔'' (وارثؔ پاک)

وائے نادانی کہ تو محتاج ساقی ہو گیا
مئے بھی تو مینا بھی تو ساقی بھی تو محفل بھی تو

(اقبالؔ)

خدا تم میں ہے مگر تم دیکھ نہیں سکتے' کتنی عجیب وغریب نادانی ہے کہ آج تک تو اپنے قبضہ کی چیز کو بھی نہ دیکھ سکا۔ خودداری میں خدا ہے اور خودداری تیرا پہلا حق ہے اگر تو خودداری حاصل کرنا چاہتا ہے تو ساری دنیا سے اپنے آپ کو بلند تر خیال کر اور پروردگار عالم کے روبرو اپنے آپ کو ایک کمزور ترین ہستی خیال کر۔ خود پرستی اور نفس پرستی چھوڑ دے' بے خودی حجاب کو اٹھاتی ہے اور خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے۔ حجاب اٹھتے ہی حقیقت نمودار ہو جاتی ہے اور کھرے اور کھوٹے سب نظر آنے لگتے ہیں حقیقت سامنے آتے ہی خدا شہ رگ سے بھی زیادہ قریب نظر آتا ہے۔ خدا کو یا حقیقت کو دیکھنے کا سہل اور آسان راستہ یہ ہے کہ اپنی عقل' اپنی سمجھ' اپنا علم اور اپنے تجربے کے مقابلے میں اپنے دل اور اپنے ضمیر کو شمع ہدایت اور چراغ راہ تصور کرو۔ دماغ اور عقل انسانی پر شیطان وابلیس کا قبضہ ہے اور دل وروح انسانی کے نورانی پردے میں اللہ کا جلوہ ہوتا ہے۔ دل کی نیک آواز پر چلنے والے اللہ کو دیکھتے بھی ہیں اور اپنی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب پاتے بھی ہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳

''ایمان خدا کی محبت کا نام ہے۔'' (وارثؔ پاک)

نہ میں عجمی، نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی
کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں کی بے نیازی

(اقبالؔ)

خدا کی محبت کے معنی عبادت الٰہی۔ پابندی شرع شریف اور قربانی نفس ہے۔ جب تک یہ تینوں چیزیں اکٹھا نہیں ہوتی ہیں اس وقت تک عشق نہیں بنتا ہے چونکہ عشق اور محبت ایک چیز ہے اس لئے محبت نہیں بنتی ہے اور جب محبت نہیں ایمان نہیں۔ جہاں ایمان نہیں وہاں شیطان اور ابلیس ہے۔ مومن بننا چاہتے ہو تو خدا سے محبت کرو اس کے قرآن کو سینہ سے لگاؤ۔ اس کے محبوب کو دل سے پیار کرو۔ عبادت الٰہی کو اپنا فرض اولین سمجھو۔ پابندی شرع شریف اور قربانی نفس کیلئے

اپنی زندگی کی بازی لگا دو۔ پالن ہار سے محبت کرنا ہر انسان کا برابر کا حق ہے۔ اللہ کو اپنے بندوں کی سچی عبادت بہت پسند ہے محبت بھرے دل کی عبادت بعض اوقات فرشتے کی عبادت سے بھی بلند و بالا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ خدا ریاکاری پسند نہیں کرتا۔ ریاکار کی عبادت کو اس کے منہ پر مار کر لوٹا دیتا ہے۔ محبت دل سے ہوتی ہے۔ زبان اور خیال سے نہیں۔ جس دل میں خدا کی محبت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ جس میں ایمان نہیں وہاں کفر ہی کفر ہے۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ گھپ اندھیرے میں تمہارا سجدہ کہاں پڑ رہا ہے تمہیں خود ہی نہیں معلوم علمائے ظاہر خوب ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ وہ کہاں جا رہے ہیں کس جہنم کی آگ کی طرف جا رہے ہیں اللہ اپنا رحم وفضل کرے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۴

''من وتو کا جھگڑا جائے تو خدائی کا جلوہ نظر آئے۔'' (وارثؔ پاک)

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

(اقبالؔ)

میرے بھائی ہمیشہ من کی دولت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ تن کی دولت کتنی جلد اپنا رخ پھیر دیتی ہے۔ یہ بات ہر انسان جانتا ہے تن کی دولت آنکھ پلک کی مانند ہے۔ سب سے پہلے اپنے دل کو مالا مال کرو۔ دل کو روشن کرو۔ جہاں دل میں نور پیدا ہو گیا۔ تمہاری منزل تمہارے قدموں میں دبی نظر آئے گی۔ اللہ کو اگر دیکھنا ہے تو اپنے دل کی گرد صاف کرو۔ کیونکہ دل ہی تو خدا کا گھر ہے اور خدا ہمیشہ پاک اور صاف دل میں بسیرا کرتا ہے۔ دل کو پاک کرو تاکہ خدا کا جلوہ اس میں آ کر بس جائے۔ دل پاک اور صاف اس وقت ہوگا۔ جب اس میں صرف ''تو ہی تو'' ہے۔ جب تک نفس ''میں'' باقی رہے گا۔ ''تو'' (خدا کا جلوہ) کا بسیرا ہونا غیر ممکن ہے۔ اسی لئے ہدایت ہے کہ من وتو کے جھگڑے کو دور کرو۔ میں کو ختم کرو یعنی اپنے قبضہ قدرت میں لاؤ۔ نفس امارہ کی جگہ خدا کو دل میں جگہ دو۔ میں کو ختم کر کے 'تو' کو دل میں بٹھاؤ۔ خدا دل میں بیٹھتے ہی اپنی خدائی کرنے لگے گا اور اس خدائی کا جلوہ تم بھی دیکھو گے اور دنیا بھی دیکھے گی۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵

''اپنی ہستی کو مٹانا عین فقیری ہے۔'' (وارثؔ پاک)

جس بندۂ حق کی خودی ہو گئی بیدار
شمشیر کی مانند ہے برندہ و براق

(اقبالؔ)

اپنی ہستی کو مٹانا عین فقیری ہے۔ ہستی نفس کو کہتے ہیں اور نفس کو مارے بغیر دل کی بادشاہت نصیب نہیں ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے نفس پر قابو پاتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے تحت میں آجاتے ہیں وحوش وطیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔ نفس جوگ سے مرتا ہے۔ جوگ نفس کشی کو کہتے ہیں۔ نفس کشی ترک عافیت، ترک راحت، ترک خیال راحت و عافیت سے حاصل ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان جان دیدینا گوارا کر لیتا ہے مگر انسان اپنی عافیت و آرام کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ بس اسی خیال عافیت کو ترک کرنے سے نفس مرتا ہے۔ جہاں نفس مرا۔ ہستی مٹی۔ ہستی مٹتے ہی اس دل میں خدا جلوہ گر ہو جاتا ہے جہاں خدا آیا خدائی کا جلوہ نظر آنے لگا۔ بے نفس کشی، بغیر ہستی مٹائے فقیری بے کار ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶

''موحد ہونا مشکل ہے۔'' (وارثؔ پاک)

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشت خاک میں پیدا ہو آتش ہمہ سوز

(اقبالؔ)

یوں تو سبھی کہتے ہیں کہ اللہ۔ ایشور ایک ہے۔ ہم لوگ اسی کے بندے ہیں اور اسی کو پوجتے ہیں۔ زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں۔ جب تک عمل نہیں جب تک دلی تصدیق نہیں۔ اکثر دیکھا یہی گیا ہے کہ رائی برابر دکھ اور مصیبت آئی نہیں کہ توحید کے علمبردار طرح طرح کے جھوٹے، کھوٹے اور کمزور سہارے ڈھونڈھنے لگتے ہیں۔ لاشریک کے سامنے شریک قرار دے دیتے ہیں۔ اللہ کے سوا دنیا کا سارا سہارا جھوٹ ہے۔ فریب نظر ہے۔ دھوکا ہے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ جہاں ایمان نہیں وہاں خدا نہیں اور جہاں خدا نہیں وہاں ابلیس اور شیطان موجود ہے۔ موحد وہ ہے جو ہر حال میں خدا اور اس کے قانون قدرت کا فرمانبردار اور تابعدار غلام ہے۔ بہار ہو یا خزاں۔ سکھ ہو یا دکھ۔ شر ہو خیر، ہر حال میں وہ سہارا پروردگار عالم کا عاشق ہے۔ علم و عقل کی رو سے، سائنس کی رو سے بظاہر جو بھی بہانہ نظر آئے جو بھی اسباب دنیا نظر آئے مگر تصدیق ہے کہ جو کچھ ہوا۔ ہو رہا ہے اور آئندہ ہونے والا ہے سب معبود حقیقی کے اشارہ سے ہوگا۔ مرضی سے ہوگا۔ حکم سے ہوگا، ایسے یقین محکم و ایمان مکمل والے انسان کو موحد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے موحد ہونا جوئے شیر لانے کے برابر ہے یہ کام عشق کا ہے سب کے بس کی بات نہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۷

''آج کل توحید ٹکے سیر ہے۔ بھیک مانگتے ہیں۔ بڑی چیز یہ ہے کہ مر جائے اور ہاتھ نہ پھیلائے توحید کی قدر

آج کل نہیں ہے۔'' (وارثؔ پاک)

ہے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن
شیخ و ملا کو بری لگتی ہے درویش کی بات

(اقبالؔ)

آج کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ صرف پیسہ۔ فقیر ہو یا دلال۔ جاہل ہو یا عالم۔ مولوی ملا۔ فاضل۔ امام۔ خطیب سب کے سب پیسہ کے دیوانے۔ لوبھی اور لالچی ہیں سبھی نے توحید کی تجارت کر لی ہے۔ اس منڈی میں سب لوگ توحید ٹکے سیر بیچ رہے ہیں کوئی تعویز بنا کر بیچ رہا ہے تو کوئی گنڈا دے کر۔ کوئی فاتحہ پڑھ کر' تو کوئی میلاد پڑھ کر کوئی وعظ کر کے تو کوئی خطیب اور امام بن کر۔ کوئی تبلیغ کر کے تو کوئی فتویٰ دیکر۔ غرض ہر مومن اور ہر مسلم کسی نہ کسی انداز میں توحید کو بیچ کر اپنا اپنا پیٹ بھرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کسبی' ڈھونگی اور لالچی فقیر گداگروں نے اس سے بھی زیادہ ظلم بپا کر رکھا ہے۔ مرید کرتے وقت نذرانہ۔ شجرہ دیتے وقت نذرانہ۔ فاتحہ پڑھتے ،وقت نذرانہ پھول' پان چڑھاتے وقت نذرانہ' سلام کرتے وقت نذرانہ' غرض ان فقیروں کی داڑھی میں جتنے بال ہیں اتنے ہی کسب ہیں اور ہر کسب کے نذرانے معصوم اور نادان مریدوں سے وصول کئے جاتے ہیں۔ توحید کو ٹکے سیر بیچنے والے بے ایمانوں نے اسلام کی شاندار عمارت پر کلنگ کا ٹیکہ لگا رکھا ہے۔ ان ہی شیطان زادے انسان علمائے ظاہر اور گداگر فقیروں کو ہدایت ہے کہ توحید کو ٹکے سیر بیچنا چھوڑ دیں۔ بھیک نہ مانگیں۔ نذرانہ زور و ظلم اور حرفت سے وصول نہ کریں۔ مریدی اور شجرہ کی کوئی قیمت نہ رکھیں۔ امامت' خطابت' وعظ' تبلیغ ' فاتحہ درود' دعا' گنڈا تعویز کا پیسہ لینا چھوڑ دیں۔ توحید کی قدر کریں۔ بڑی چیز یہ ہے کہ مر جائیں اور ہاتھ نہ پھیلائیں۔ ایمان کو درست کریں۔ یقین اور اعتقاد کو درست کریں۔ تصدیق کی دولت جمع کریں۔ قرآن پڑھیں' نماز پڑھیں۔ محبت خدا کو دل میں جگہ دیں۔ اللہ کو ہر حال میں اپنا مددگار اور کفیل تصور کریں۔ خدا شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس پر یقین کامل رکھیں جو مانگیں خدا سے مانگیں۔ خدا ہی سب کو دیتا ہے۔ دل میں خدا کی جگہ ابلیس اور شیطان کو جگہ دینے کی سزا یہی ہوتی ہے جو اس وقت دینا کر رہی ہے اور جو تم کر رہے ہو۔ جب خدا ہی کو بیچ دیا تو تمہیں ملے گا کیا اور دے گا کون؟ وہ اس کا ہوا جس کے ہاتھ تم نے بیچا ہے۔ وہ اب تمہارے پاس کہاں ہے؟ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۸

''عشق وہی ہے جو کسب سے نہیں حاصل ہوتا۔'' (وارثؔ پاک)

اے رہر و فرزانہ بے جذب مسلمانی
نے راہ عمل پیدا نے شاخ یقین نمناک

(اقبالؔ)

عشق وہی ہے جو کسب سے' ریاض سے' محنت سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کی عنایت ہے۔ رحمت ہے، جسے بخش دے۔ اسے کسب سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہی فقیر کسب، ریاض اور محنت سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ کسبی فقیر ریاض' عملیات' گنڈا تعویز میں ہمیشہ پھنسے رہتے ہیں۔ ساری زندگی اپنے کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور اپنے اثر زدہ مریدوں کو بھی اپنے دام فریب میں پھنسا رکھتے ہیں۔ جہنم زیادہ تر ایسے ہی کسبی فقیروں سے بھری جائیگی۔ عشق کے معنی اک آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ ہے۔ وہ شعلہ جو ساری لالچ حرص اور طمع کو جلا کر خاک کردے۔ مگر یہاں تو ہر دل اور ہر دماغ عشق کا دعویٰ کرتا ہے مگر لالچ، طمع اور حرص کی آگ میں خود ہی جلا کرتا ہے۔ جس طرح صرف زبان سے کلمہ پڑھنے والا مومن نہیں ہوسکتا، جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ اسی طرح عشق عشق کی رٹ لگانے سے عشق حاصل نہیں ہوتا جب تک اس عشق آگ میں حرص، طمع، لالچ، تمنا' آرزو' نفس سب جل کر خاک نہ ہو جائیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۲۹

''محبت کرو کسب سے کچھ نہیں ہوتا۔ محبت ہے تو سب کچھ ہے اور محبت نہیں تو ریاضت بیکار ہے۔'' (وارثؔ پاک)

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

(اقبالؔ)

خالق اور مخلوق کا رشتہ محبت ہے۔ آقا اور بندے کی بندش محبت ہے۔ یہ دنیا اور دنیا کی ساری آبادی' یہ آسمان اور آسمان کے سارے نظارے' محبت کی ڈوری میں ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں عبادت نماز' روزہ' حج' زکوۃ' خیر خیرات' اگر محبت ہے تو بہت کچھ ہے اور محبت نہیں تو یہ سب ریاضت بے کار اور بے سود ہے۔ یہ سب کسب لاحاصل اور بے معنی ہو جاتا ہے۔ محبت کرو' کسب سے کچھ نہیں ہوتا۔ ایمان خدا کی محبت کا نام ہے جہاں ایمان نہیں وہاں کفر' یعنی اندھیرا' تاریکی' اس گھپ اندھیرے میں سجدہ کس کو کر رہے ہو۔ اپنی غلط آرزوؤں کے بتوں کو۔ شیطان کو یا ابلیس کو۔ رحمان کا سجدہ اس وقت ہوگا جب ایمان ہوگا۔ ایمان اس وقت ہوگا جب خدا کی محبت ہوگی۔ محبت ہے تو سب کچھ ہے اور محبت نہیں تو ریاضت ڈھونگ ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۳۰

''ایک صورت کو پکڑ لو وہی تمہارے ساتھ یہاں بھی رہے گی اور وہی قبر میں اور وہی حشر میں ساتھ ہوگی۔
(وارثؔ پاک)

ابھی آرام سے لیٹے رہو میں پھر بھی آؤں گی
سلا دوں گی جہاں کو خواب سے تم کو جگا دوں گی

(اقبالؔ)

تمہارا کام صرف ایک خدا ایک رسول ﷺ اور ایک قرآن کی محبت ہے صرف اسی ایک اصول اور بول پر قائم رہو۔ تمہاری منزل اور تمہاری کامیابی کیلئے پروردگار عالم خود سامان مہیا کرے گا۔ ایک صورت کو پکڑنے والا کبھی پریشان حال نہیں ہوتا۔ جس نے بھی اس ٹھوس اصول پر اپنی زندگی کے کارواں کو چلایا تو دیکھا یہی گیا ہے کہ وہ ہر طرح کامیاب اور بامراد رہا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک خدا کا پکڑنے والا پریشان حال ہو۔ وہ بھی ایسی قدرت والا خدا جس نے کن کہا ہو جا اور وہ چیز ''فیکون'' ہوگئی وہ خدا جس کا محبوب رحمتہ اللعالمین اور جس کا جلوہ قرآن کریم ہو۔ شرط صرف پکڑنا ہے۔ یقین محکم سے پکڑنا ہے بہار وخزاں میں پکڑنا ہے۔ دکھ اور سکھ میں پکڑنا ہے سانس کی آخری ہچکی تک پکڑنا ہے پکڑنا ہے اس طرح جیسے حضرت سیدنا امام حسینؓ نے پکڑا۔

سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

اس طرح کے پکڑنے والے دین ودنیا دونوں جگہ سرخرو رہتے ہیں۔ اگر خدا کو پکڑو گے تو خدا یہاں بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ قبر میں بھی ہوگا اور حشر میں بھی ہوگا۔ یہ فضیلت بے فقیری یا بغیر عشق ومحبت کے ناممکن ہے دین ودنیا چاہتے ہو تو محبت خدا کو دل میں جگہ دو۔ محبت رسول کو جگہ دو۔ محبت قرآن کو جگہ دو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۱

''محبت میں شاہ وگدا کا فرق نہیں رہتا ہے جیسے محمود وایاز کا واقعہ ہے۔ (وارثؔ پاک)

محبت کی رسمیں نہ ترکی نہ تازی
سکھاتی ہے محمود کو جو ایازی

(اقبالؔ)

محبت سوز جگر کا نام ہے سوز جگر کی آگ میں عقل وفہم سب جل کر خاک ہوجاتے ہیں اس جلے ہوئے عقل وفہم میں شاہ وگدا کا فرق، بڑے اور چھوٹے کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ اگر باقی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دل میں سوز جگر نہیں ہے یا سوز جگر کی آگ ابھی بھڑکی نہیں ہے جس دل میں سوز جگر نہیں وہاں محبت نہیں۔ جہاں محبت نہیں وہاں ایمان نہیں۔ جہاں ایمان نہیں، وہاں شیطان اور ابلیس کا بسیرا ہے۔ جس کو محبت نہیں وہ انسان بھی نہیں ہوسکتا۔ انسان کی فطرت محبت ہے۔ محبت ایسا

راستہ ہے کہ فقیر بادشادہ کا تاج اپنے قدموں پر رکھوا دیتا ہے۔ مگر سب سے بہتر اور اصلی محبت اللہ کی ہے اللہ ہر چیز سے زیادہ حسین ہے وہ تو نور ہے نور' اگر محبت کرنی ہے تو خدا سے محبت کرو۔ قرآن سے محبت کرو۔ رسول سے محبت کرو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۲

''یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے۔'' (وارثؔ پاک)

جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمع انجمن بھی ہے

(اقبالؔ)

جب عشق مجازی میں یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے۔ جیسے محمود و ایاز' مجنوں اور لیلیٰ۔ فرہاد اور شیریں' پھر عشق حقیقی کا کیا پوچھنا ہے۔ یہاں تو ہر سانس' ہر قدم' ہر لحہ قربان ہے یار کے تصور میں۔ یار کی یاد میں۔ یار کی خوشنودی میں۔ یار کی عطا اور جفا میں۔ اللہ محبوب ترین معشوق ہے۔ لازم ہے کہ راہ طلب ہیں' راہ عشق میں اپنی زندگی کی ہر سانس یاد خدا اس صرف کی جائے۔ عبادت الٰہی میں گزارا جائے۔ قربانی نفس میں خرچ کیا جائے۔ محبت کی کامیابی ناکام ہونے پر نصیب ہوتی ہے۔ محبت کی کامیابی عشق کی لاش ہے میری دعا ہے کہ میں تا زندگی ناکامیاب ہی مروں۔ تاکہ مرنے کے بعد خدا کے سامنے جاتے ہوئے مجھے ڈر نہ معلوم ہو دنیا کی زیادہ خوشی عاقبت کا غم ہو جاتی ہے۔ دنیا کی خوشی اپنے آپ کو دھوکا دینے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ خدا کی یاد میں مر جانا عاشق کی زندگی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۳

''رضائے یار عاشق کا ایمان ہے۔'' (وارثؔ پاک)

شوق میری لے میں ہے شوق میری نے میں ہے
نغمۂ اللہ ہو میری رگ و پے میں ہے

(اقبالؔ)

عاشق کی زندگی اور زندگی کی ہر دلچسپی' ہر شوق' ہر آرزو' یہاں تک کہ اس کا کھانا پینا۔ رہنا سہنا سونا جاگنا انتہا یہ کہ اس کی ہر سانس اور لحہ معشوق کی خوشنودی اور رضا کیلئے وقف اور قربان ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ وارثؔ پاک رضائے یار کو عاشق کا ایمان قرار دیتے ہیں۔ یقین محکم اور تصدیق مکمل کا نام ایمان ہو، جہاں علم و عقل کا گزر نہیں۔ سبب اور نتیجہ یقین اور تصدیق کے مقابلہ میں حروف غلط ہیں۔ لازم ہے کہ ہر راہی، ہر سالک اور ہر فقیر کا ایمان' رضائے یار' رضائے مولا، رضائے پروردگار عالم ہو

جائے۔ میں شوق کا دیوانہ ہوں۔ یا اللہ اب تو سخت سے سخت امتحان لے کر میری زندگی کو زندہ جاوید بنا دے۔ مجھے دنیا میں اگر کسی چیز کی تمنا ہے تو وہ صرف تیری رحمت کی۔ یا اللہ مجھے توفیق دے کہ میں شہید ہو کر سرخ کفن پہن کر تیرے حضور میں خوشی آسکوں۔ شہید ہونا خدا کا سب سے بڑا عطیہ ہے۔ شہید قیامت تک زندہ رہتا ہے اس کو موت نہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۴

''جس کو اپنی خواہشات کی خبر ہے۔ وہ عشق سے بے خبر ہے۔ (اور اس طرح بھی فرمایا) عاشق یار سے خبر دار اور موجودات سے بے خبر رہتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

(اقبالؔ)

عشق بے ہوشی اور بے خبری کو کہتے ہیں۔ نفس کی بے ہوشی اور عشق کی بے ہوشی میں اتنا فرق ہے کہ نفس کی بے ہوشی میں انسان ہر چیز سے گزر جاتا ہے۔ اپنے سے بھی اور کل کائنات اور موجودات سے بھی۔ مگر عشق کی بے ہوشی نرالی ہوتی ہے عشق کی بے ہوشی میں عاشق اپنے معشوق سے بالکل باخبر' ہوشیار اور خبردار رہتا ہے۔ مگر کل موجودات اور کل خواہشات سے بے خبر اور بے ہوش ہو جاتا ہے اگر اپنی زندگی کے نشان کو یادگار بنانا چاہتے ہو تو اللہ سے عشق کرو اور اگر اپنے عشق کو رنگین بنانا چاہتے ہو تو خون جگر سے اس کو خوش رنگ بنا ڈالو۔ عاشق اپنی فنا میں بقا دیکھتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۵

''معشوق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

ہو کوہ دبیاباں سے ہم آغوش و لیکن
ہاتھوں سے ترے دامن افلاک نہ چھوٹے

(اقبالؔ)

کبھی کبھی اللہ اپنے نیک بندوں سے اور اپنے جانباز عاشقوں سے کھیلنے لگتا ہے۔ بیٹھے بٹھائے سخت سے سخت نقصان۔ مرض۔ بلائے ناگہانی میں ڈال دیتا ہے۔ وہ عاشق جانباز جن کا ایمان رضائے یار اور رضائے معشوق ہے۔ وہ تو اس جفا میں اس ظاہری تباہی و بربادی ہیں۔ اس ظاہری مرض اور بلائے ناگہانی میں۔ عطائے یار اور پیار معشوق دیکھتا ہے انہیں یقین کامل ہے کہ یہ امتحان ہے اس کے صبر و تحمل کا، راضی برضا کا۔ یہ کٹھن منزل طے ہوتے ہی عطا کی رحمت نازل ہوگی۔

جب خدا کسی انسان، کسی فقیر کے ہاتھ کوئی زبردست کام سپرد کرنا چاہتا ہے تو اس کا امتحان لیتا ہے۔ مگر نادان بندے نقصان اٹھانے کے بعد ٹھیک کامیابی کے وقت خدا کی رحمت کے منکر ہو جاتے ہیں۔ ناامیدی اور مایوسی کے بھنور میں گھر جاتے ہیں۔ خبردار کبھی خدا کے خلاف کوئی آواز نہ نکلے۔ ابلیس کو دل سے نکالو صبر اور شکر کو اس کی جگہ دو۔ صبر اور شکر کی باریک ترین چادر میں اللہ کا نور چھپا ہوتا ہے۔ جہاں صبر ٹوٹا اور نور غائب۔ نور کی جگہ نار۔ روشنی کی جگہ تاریکی۔ رحمت کی جگہ ذلت گھر کر لیتی ہے۔ جب ناامیدی۔ مایوسی آنے لگے تو اس ارشاد کا برزخ کرو۔ ''معشوق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے۔'' (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۶

''محبت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔'' (وارثؒ پاک)

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ

عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام

(اقبالؒ)

محبت انسان کا فطری حق ہے۔ اس سے کوئی انسانی خالی نہیں۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ مگر ہوتا سب میں ہے۔ محبت، حق، انصاف، یہ سب ترازو کے پلڑے ہیں درجہ بدرجہ حق اور انصاف کے محبت ہونی چاہئے۔ مال و دولت کی محبت، بال بچے کی محبت، ماں باپ کی محبت۔ پیر و مرشد کی محبت، اللہ، قرآن اور رسول کی محبت، سب درجہ بدرجہ ہیں۔ جہاں توازن میں فرق آیا۔ وہیں فساد برپا ہوا یہ ساری دنیا اس وقت اسی توازن کو برقرار نہ رکھنے کے سبب جہنم کی آگ بنی ہوئی ہے۔ ہر انسان اپنے جذبہ محبت میں اندھا اور پاگل بنا ہوا ہے۔ جوش محبت میں حلال اور حرام کا فرق جاتا رہا ہے۔ اچھا اور برائیکی اور بدی کسی میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔ یہاں تک کہ انسان اپنے جذبہ محبت، جوش محبت، جنون محبت میں اپنے پیر و مرشد کو بھی اپنے حد ادب اور حد احترام کی منزل سے بڑھا کر شرک اور کفر کی سرحد میں داخل کر دیتا ہے۔ ایسے ہی نادان راہبوں، سالکوں درویشوں اور فقیروں کو وارثؒ پاک تنبیہہ اور خبردار کرتے ہیں کہ انتہائی محبت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جہالت اور ظلمت میں حق اور انصاف سے تجاوز کر جاؤ۔ خالق اور مخلوق کی حد سے گزر جاؤ۔ خود بھی راندہ درگاہ بنو اور اپنے پیر و مرشد کو بھی اللہ کے حضور شرمندہ خاطر کرو۔ خبردار آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے نہ بنو اپنی جبین نیاز کو کسی ہستی کے سامنے نہ جھکاؤ۔ سجدہ صرف اللہ کیلئے ہے۔ باقی سب شرک ہے۔ بزرگان دین اولیائے کرام۔ فقرائے عظام صرف احترام اور عزت کے مستحق ہیں۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۷

''عاشق وہ ہے جو معشوق پر جان قربان کرے۔'' (وارثؔ پاک)

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
تیرے لئے اور بھی دشوار کرے

(اقبالؔ)

عشق قربانی کا نام ہے۔ مال و دولت کی قربانی۔ جاہ وحشمت کی قربانی' آل اولاد کی قربانی' دکھ اور سکھ کی قربانی۔ خواہشات کی قربانی۔ نفس کی قربانی۔ انتہا یہ کہ جان کی قربانی۔ عافیت و آرام کی قربانی' جب تک یہ سب قربانی فقیر یا عاشق اپنے معشوق کی خاطر نہیں کرتا ہے اس کے عشق کی تکمیل نہیں ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ عاشق تارک الدنیا ہو جائے اور کسی جنگل یا پہاڑ میں گوشہ نشیں ہو جائے یا حرام موت مر جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ رضائے یار کیلئے رضائے معشوق کیلئے عاشق اپنا سارا مال و متاع قربان کرنے کو تیار رہے۔ یہاں تک کہ اگر جان عزیز کی بھی قربانی رضائے یار کیلئے کرنی پڑے تو وہ بھی حاضر ہے۔ جب تک یہ جذبہ قربانی پوری تصدیق اور یقین محکم کے ساتھ عاشق کے دل میں پیدا نہیں ہوتا ہے اس وقت تک اس کا عشق مکمل نہیں ہوتا ہے۔ سب سے سچے فقیر دن رات خدا کے نام پر اپنی جان نثار کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اگر زندہ رہنا ہے تو جلد سے جلد سے پروردگار کے نام قربان ہو جانا چاہئے عاشق وہ ہے جو معشوق پر جان قربان کرے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۸

''ایمان محبت کامل کا نام ہے۔'' (وارثؔ پاک)

میں حسن ہوں کہ عشق سراپا گداز ہوں
کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں

(اقبالؔ)

سب سے پہلے ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ایمان حاصل صرف خدا کے بھروسہ پر زندہ رہنے پر ہوتا ہے۔ سارے آسرے کو بے آسرا سمجھ کر صرف اللہ پاک کے آسرے کو سب سے بڑا آسرا سمجھنے والے کا ایمان قائم ہو جاتا ہے اور جہاں ایمان اور محبت مل کر عشق کی صورت اختیار کر لے تو پھر یہ بتانا بھی مشکل ہو جائے گا کہ تیری رسائی کہاں تک ہو چکی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۳۹

''عشق میں سر دے تو یہ مہم سر ہے۔'' (وارث پاک)

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

(اقبالؔ)

عشق تین حروفوں سے بنا ہے۔ ''ع'' سے عبادت الٰہی۔ ''ش'' سے پابندی شرع شریف۔ ''ق'' سے قربانی نفس مقصود ہے۔ اگر انسان ان تین رتن۔ تین ٹھوس اصول پر پابند رہے تو اسے عاشق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وارث پاک فرماتے ہیں کہ اگر عبادت الٰہی میں، پابندی شریعت میں، قربانی نفس میں جان کی بھی بازی لگانی پڑے۔ تو عاشق ہنسی اور خوشی کے ساتھ اپنی جان کی بازی لگا دے اگر سر دینا پڑے تو باز نہ آئے۔ یہ سر ایک مہم اور اہم سر ہوگا۔ بلند و اعلیٰ سر ہوگا۔ جس طرح رضائے یار رضائے معبود حقیقی کی خاطر، عبادت الٰہی کی خاطر، پابندی شرع شریف کی خاطر، بنائے لا الہ الا اللہ کی خاطر حضرت سیدنا امام حسینؓ نے سر دیا۔ یہ ایسا مہم سر تھا کہ امام الشہدا کا لقب پایا۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۴۰

''جب تک خود بینی ہے حقیقت سے حجاب رہے گا۔ خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے اور بے خودی حجاب کو اٹھاتی ہے۔'' (وارث پاک)

خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے ترے لئے اب صلاح کار کی راہ

(اقبالؔ)

خود بینی سے یا خود پرستی سے مراد نفس پرستی ہے اور نفس پرستی سے مراد اپنی خواہشات اپنے آل و اولاد کی خواہشات ہے۔ جب تک انسان ان ہی خواہشات کی چہار دیواریوں میں مقید اور بند رہتا ہے اس وقت تک حقیقت جو ہمیشہ ان چہار دیواریوں سے باہر اور آزاد رہتی ہے۔ ایسے انسان کیلئے حجاب میں رہتی ہے۔ انسان جتنا خود بینی، خود پرستی اور خود ستائی کی جستجو میں رہے گا حقیقت سے اتنا ہی دور رہے گا۔ خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ حقیقت سامنے آجائے۔ راز ظاہر ہو جائے۔ توحید تم پر کھل جائے تو خود بینی خود پرستی، نفس پرستی کو چھوڑ دو اور اس کی جگہ بے خودی۔ راضی برضا، تسلیم و رضا کو شیشہ دل میں جگہ دو۔ پھر تو جو کچھ تلاش کرنا چاہتا ہے اپنے خانہ دل میں دیکھ۔ سب چیز خدا نے تیرے شیشے میں بھر دی ہے۔ پیر فقیر کے پاس مراد لے کر جانا نادانی ہے اور ان سے کسی بات کی آرزو شرک ہے۔ فقیر خود ہی اپنے لئے خدا سے چاہتا ہے وہ تیرے لئے کیا کرے گا۔ قرآن اٹھا اور مانگ خدا تیرے ساتھ ہے۔ نماز

پڑھ اور مانگ خدا تیرے سامنے ہے۔ بزرگان دین' اولیائے کرام' فقرائے عظام' درجہ بدرجہ آفتاب حقیقت کے درخشاں ستارے چاند اور سورج ہیں جو تمہیں تمہارے راستہ کی منزلوں پر شمع ہدایت بن کے رہنمائی کرتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچانے میں معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۴۱

''مرید اس طرح پیر سے ملے جس طرح قطرہ دریا سے مل جاتا ہے۔ جب تک قطرہ نہیں ملتا ہے۔ قطرہ رہتا ہے اور جب مل جاتا ہے تو وہی قطرہ دریا ہو جاتا ہے پھر اسے کوئی قطرہ نہیں کہتا۔ (وارثؔ پاک)

علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے
تو خدا جُو، خدا نما ہوں میں

(اقبالؔ)

مرید اور پیر کے ہزاروں رشتے ہیں۔ ان میں سے ایک رشتہ ایک مناسبت قطرہ اور دریا کا بھی ہے۔ سچا مرید قطرہ ہے اور پیر کامل دریا۔ سچا مرید وہی ہے جو پیر کامل کے نقش قدم کا راہی ہو۔ ایسا راہی۔ ایسا فرمانبردار۔ ایسا تابعدار کہ پیر کے نقش قدم پر چلتے چلتے اپنی زندگی کی ساری خوشیاں' سارا سامان عافیت سارا مال و متاع۔ یہاں تک کہ ہر سانس اور ہر لمحہ' انتہا یہ کہ جان عزیز کو بھی اپنے پیر کے نام پر۔ اس کے اصول پر اس کے فرمان پر اس طرح قربان کر دے۔ جیسے قطرہ اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے دریا پر۔ جب تک قطرہ نہیں ملتا ہے قطرہ رہتا ہے اور جب مل جاتا ہے تو وہی قطرہ دریا ہو جاتا ہے پھر اسے کوئی قطرہ نہیں کہتا۔ جب مرید اس منزل پر آتا ہے تو اپنی ہستی نیست کر دیتا ہے اور مرید قطرہ پیر دریا میں پیوست ہو جاتا ہے۔ وہ مرید قطرہ پیر دریا ہو کر دریا کی طاقت پکڑ لیتا ہے۔ انتہا یہ کہ دنیا مرید قطرہ ہی کو جانتی ہے۔ پیر دریا کے نام سے بھی نا آشنا ہو جاتی ہے جیسے مرید قطرہ خواجہ معین الدین چشتیؒ پیر دریا خواجہ حضرت عثمان ہارونیؒ میں جذب اور پیوست ہیں یا مرید قطرہ غوث پاک حضرت عبدالقادر جیلانیؒ پیر دریا خواجہ حضرت ابو سعیدؒ میں جذب اور پیوست ہیں یہ وہ قطرہ ہیں جو دریا بن چکے ہیں انتہا یہ کہ دنیا قطرہ ہی کو جانتی ہے اور سوائے چند خوش نصیب انسانوں کے کوئی دریا کے نام سے بھی واقف نہیں ہے۔ وارثؔ پاک بھی دریا ہیں جن کے لاکھوں کروڑوں قطرے مرید کی حیثیت سے ہیں۔ وہ کون خوش نصیب قطرہ ہے۔ جو پیر دریا میں پیوست ہو کر دریا کی طاقت پکڑ لے گا اور دنیا اسی قطرہ کو یاد کرے گی اور وارثؔ پاک کے نام سے چند ہی خوش نصیب روآشنا رہیں گے وقت کا انتظار کرو' پیر دریا خود اپنے گراں بہا مرید قطرہ کو ظاہر کریں گے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۴۲

''انسان اسی کے ساتھ رہتا جس سے محبت ہوتی ہے۔''(وارث پاک)

جس کی شاخیں ہوں ہماری آبیاری کیلئے
کون کر سکتا ہے اس نخل کہن کو سرنگوں

(اقبالؒ)

یہ ساری دنیا اور کائنات کا ذرہ ذرہ محبت پر قائم ہے۔ معبود حقیقی نے ہر لازم کیلئے ایک ملزوم بھی تخلیق کر دیا ہے۔ ہر روشنی کیلئے پروانہ' ہر پھول کے بھنورا۔ ہر معشوق کیلئے عاشق۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ دنیا کی چہل پہل بھی ختم ہو جائے اسی طرح انسان' جسے اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے اس کے ہر شوق کیلئے ایک دلچسپی بھی خالق فطرت نے پیدا کر دی ہے۔ انسان اسی دلچسپی اور شوق میں محور رہتا ہے۔ جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ پیار ہوتا ہے خواہ وہ پیار و محبت مادیت کی ہو یا روحانیت کی۔ مادیت کے متوالے مادی دلچسپی میں محور رہتے ہیں اور روحانیت کے شیدائی روحانی شوق میں سرشار رہتے ہیں۔ مگر خوش قسمت ہے وہ انسان جو خدا قرآن اور رسول ﷺ کی محبت میں محور ہے اپنے معشوق حقیقی کی یاد میں محور ہے' اپنے پیر کامل کے تصور میں محور ہے۔ محبت ہی عشق کے میدان میں ایک معقول ذریعہ ہے جس کی مدد سے انسان کی نورانی دنیا میں جا کر اپنے سینہ میں نور کی مشعل روشن کر لیتا ہے محبت صرف خدا سے کی جاتی ہے دنیا کی اگر کسی چیز سے تمہیں محبت ہے۔ تو اسے شوق کہتے ہیں۔ محبت کا مطلب ہی عشق حقیقی ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہے شاہ رگ سے بھی قریب ہے اس لئے اسی سے محبت کرو۔ اسی سے عشق کرو۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۴۳

''پیر کی صورت میں خدا ملا ہے۔ جو پیر کی شکل ہے بس یہی سب کچھ ہے۔ پیر کی ذات میں فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کا مرتبہ مل جاتا ہے اور تمثیل میں مولاناؒ کا شعر پڑھا

چونکہ ذات پیر را کر دی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول ﷺ

(وارث پاک)

برگ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

(اقبالؒ)

پیر کامل کی صورت مرید صادق کیلئے ایک نورانی آئینہ ہے۔ایک نورانی شیشہ ہے۔جس کے ذریعہ مرید کے اندھیرے دل میں خدااوراس کے محبوب کا پرتو نور کی شکل میں آتا رہتا ہے۔مرید کے دل کی وسعت جوں جوں بڑھتی جاتی ہے۔اسی انداز سے شعاع نور خدا' شعاع نور رسول ﷺ کی آمد بھی مرید کے دل میں جلوہ گر ہونے لگتی ہے۔ پیمانہ یا ظرف کی وسعت کے مطابق ایسے بھی جانباز مرید ہیں جنھوں نے پیر کی ذات میں فنافی اللہ اور فنافی الرسول ﷺ کا مرتبہ بھی حاصل کیا ہے۔جو پیر کی شکل ہے بس یہی سب کچھ ہے۔پیر کی ذات میں خدا ملا ہے۔مگر یاد رہے پیر پیر ہے اور خدا خدا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں کو نعوذ باللہ ایک سمجھ لو۔پیر کی ذات جمالی اور نوری ہوتی ہے۔پیر خدا کے جلال کو جمال میں اور اس کے جلوے کو نور میں تبدیل کر کے اپنے مرید صادق کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔مرید اپنے ظرف کے مطابق جتنا لے سکتا ہے لے لیتا ہے۔باقی کام خدا کا ہے۔پیر کی شکل سے مراد ان کی زندگی کے ٹھوس اصول ہیں ان کے ارشادات اور ان کے سفر زندگی کے نقش پا ہیں۔پیر کامل کے سفر زندگی کے نشان مبارک قرآن پاک کی مکمل اور مفصل تفسیر ہوتی ہیں۔ان ہی اصولوں' اشاروں اور نشان مبارک کی پیروی اور تعمیل سے مرید قطرہ پیر دریا سے مل جاتا ہے۔پھر یہ پیر دریا محبوب خدا کے سمندر سے پیوست ہو کر خدا سے مل جاتا ہے۔اطیع اللہ واطیع الرسول' جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔اس طرح پیر کی صورت میں خدا ملا ہے جو پیر کی شکل ہے۔بس یہی سب کچھ ہے۔(حسینؔ)



چراغ راہ نمبر۴۴

''جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے۔''(وارثؔ پاک

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ وہ چنگاری

(اقبالؔ)

انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس کی وضاحت چراغ راہ نمبر۴۲ میں ہوئی ہے اسے مطالعہ کر لیں۔ظاہر ہے کہ مرتے وقت انسان کا تصور اسی پر قائم ہوگا۔جس کے ساتھ وہ زندگی بھر رہ کر اپنے خیال میں اپنے تصور میں' اپنے دل میں اس صورت کو نقش کر لیا ہے۔اگر وہ صورت مادیت کی ہے۔تو اس کا حشر اسی مادیت صورت کے ساتھ ہوگا۔اگر روحانیت کی صورت ہے تو اس روحانی صورت کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔جب یہ حقیقت ہے تو پھر کیوں نہ ہم لوگ سوجھ بوجھ سے کام لیں۔دنیا کے ہیرے موتی' سونے چاندی یہ سب اس وقت تک جب تک سانس چل رہی ہے۔موت کی پہلی خبر سنتے ہی تمہارے عزیز ہی تمہیں زمین کھود کر قبر میں دفن کر دینے کی تیاری کرنے لگیں گے۔کسی کو بھول کر بھی خیال نہ ہوگا کہ تم زر' زمین' موتی' ہیرا والے صاحب تھے اور نہ تمہاری دولت ہی تمہارے حوالے کی جائے گی۔ دولت ایسی جمع کرو جو تمہارے ساتھ جائے۔وہ ہے دولت ایمان' یقین' اعتقاد' تصدیق۔رہو اس کے ساتھ جو حشر میں کام

دے۔ محبت کرو اس سے جو حشر میں تمہارے ساتھ رہے اور کام دے۔ وہ ہے عشق خدا، عشق رسول ﷺ اور عشق قرآن، اگر ان سے محبت کرو گے تو تمہاری دنیا بھی حسین رہے گی۔ مرتے وقت بھی کلمہ منہ پہ ہوگا۔ قبر میں روشنی بن کے اور حشر میں نور بن کے یہ عشق خدا تمہارا ساتھ دے گا۔ محبت خدا بہت بڑی چیز ہے پیارے۔ یہ محبت خدا دنیا سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر حشر تک ساتھ دے گی۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۴۵

''جس کے تصور میں مرو گے اسی کے ساتھ حشر ہوگا۔'' (وارثؔ پاک)

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ
یک رنگی و آزادی اے ہمت فرزانہ

(اقبالؔ)

جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے چراغ راہ نمبر ۴۴

قبل اس کے کہ مندرجہ ذیل تشریح کو پڑھیں ضروری ہے کہ چراغ راہ نمبر ۴۲ اور چراغ راہ نمبر ۴۴ کا پھر سے مطالعہ کریں۔ ایک خدا ایک رسول ﷺ اور قرآن کے ماننے والوں کا پہلا سبق یک رنگی ایمان ہے بہار ہو کر خزاں تمہارا ایمان صحیح و سالم رہے۔ اپنی زندگی کے دن گزارنے کیلئے بہت سی چیزوں کا سہارا نہ لیا کرو۔ ورنہ موت کے وقت تمہاری جان بڑی مشکل سے جسم سے جدا ہوگی۔ کیونکہ تمہاری روح دنیا کی بہت سی فانی چیزوں کو گرویدہ ہو جائے گی اور یہی کمزوری ایمان کو ڈانواں ڈول کر دے گی۔ مسلمان کیلئے صرف اللہ ہے اور باقی لوگوں کیلئے ساری دنیا۔ مسلمان جب مرتا ہے تو اس کے دل میں خدا اور رسول ﷺ کی محبت ہوتی ہے اور کافر کے دل میں دنیا اور دولت کی۔ خدا اور رسولؐ سے یہی محبت نور بن کر اس کے قبر کو منور کرتی ہے اور حشر میں بھی باعث نجات ہوتی ہے۔ لازم ہے کہ پیر کامل کے تصور میں مرو، اللہ و رسول ﷺ کے تصور میں مرو تا کہ انہیں کے ساتھ حشر ہو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۴۶

''جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

خبر نہیں کیا نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

(اقبالؔ)

ایمان اور تصدیق دونوں کے معنی یقین ہے۔ جو یقین حواسِ خمسہ (آنکھ، کان، زبان، ناک، ہاتھ) کے ذریعہ دماغ تک پہنچے اور دماغ اس کو قبول کر لے اسے ایمان کہتے ہیں۔ جیسے کلمہ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ کر یا سن کر اگر دماغ اس کلمہ کو مان لے تو اسے ایمان کہا جاتا ہے اور اس ایمان والے کو مومن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے انسان کے جسم میں ایک اور چیز ہے اور اصل چیز ہے اس کا نام ''دل'' ہے۔ دل کی حیثیت سارے جسم میں بادشاہ جیسی ہے اور دماغ اس کا وزیر ہے۔ جب دل کسی چیز کو اسی یقین محکم کے ساتھ مان لے جس یقین کامل کے ساتھ دماغ نے اپنے سپاہی آنکھ، کان، ناک، منہ اور ہاتھ کے آزمائش کے بعد مانا یا قبول کیا ہے۔ دل کے ایسے یقین کو ایسی قبولیت کو تصدیق کہتے ہیں۔ چونکہ دل بادشاہ ہوتا ہے اور دماغ وزیر۔ جب تک دماغ کے یقین پر دل کی مہر تصدیق نہیں پڑتی ہے اس وقت تک ایمان، تصدیق کا درجہ اختیار نہیں کرتا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان نہیں۔ اسی لئے کلمہ گو کیلئے ضروری ہے کہ ایمان کے ساتھ کلمہ طیبہ پر دلی تصدیق کی مہر بھی لگی ہو ورنہ وہ کلمہ کلمہ نہیں ہے۔ فقیری میں خصوصیت کے ساتھ تصدیق قلب ہوتا ہے۔ فقیر کے پاس شروع ہی سے دماغ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے فقیر کے نزدیک ایمان کی اہمیت اتنی نہیں جتنی کہ تصدیق کی ہے۔ تصدیق کا تعلق دل سے ہے اور دل ہی فقیر کی پونجی ہے۔ یہ وہ تخت ہے جہاں فقیر معبودِ حقیقی کو بٹھا کر مست ملنگ گھومتا رہتا ہے۔ تصدیق ایمان کی روح ہے۔ جس طرح یقین اعتقاد کی روح ہے۔ جب روح نہیں تو سارا جسم مٹی کا ڈھیر ہے۔ اسی طرح اس کا ایمان نہیں جس کو تصدیق نہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۴۷

''جس صورت کا خیال پختہ ہو جائے گا۔ وہی صورت بعد مرگ بھی قائم رہے گی۔'' (وارثؔ پاک)

لطف کلام کیا جو نہ ہو دل میں دردِ عشق
بسمل نہیں ہے تو، تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

(اقبالؔ)

یہ حقیقت مادیت کیلئے بھی ہے اور روحانیت کیلئے بھی۔ انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے۔ جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ جس چیز کی مشق زندگی بھر انسان کرتا ہے وہ ان کے خیال میں اتر جاتی ہے اس خیال کو دہراتے دہراتے وہ خیال خام ایک روز پختہ ہو جاتا ہے۔ پختہ ہو کر وہ صورت اختیار کر لیتا ہے وہی صورت زندگی کے ساتھ بھی رہتی ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ قبر میں بھی اور حشر میں بھی۔ پس لازم ہے کہ انسان خدا، رسول ﷺ اور قرآن کی صورت کو خیال میں۔ دل میں پختہ کرے۔ جس روز یہ صورت پختہ ہوگئی۔ تمہاری دنیا بھی بن گئی اور عقبیٰ بھی۔ اس لئے کہ خدا کی صورت کے سوا اور کوئی

صورت نہیں ہے۔ اس نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ خلق اللہ آدم علیٰ صورتہ۔ چونکہ خدا کی ظاہر میں کوئی صورت نہیں ہے۔ بجز انسان کے' انسان میں پیر کامل کی صورت ہے۔ جس کی صورت میں خدا ملا ہے۔ پس کسی ایک پیر کامل کی صورت پکڑ لو۔ زندگی بھر اسی ایک صورت کو اپنے خیال میں۔ اپنے تصور میں' اپنے دل میں نقش کرتے رہے۔ جب وہ صورت بالکل پختہ ہو جائے بس سمجھ لو کہ تمہارا بیڑا پار ہے۔ خدا اسی پیر کامل کی صورت میں اس دنیا سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر حشر تک تمہارا مددگار اور کفیل بنا رہے گا۔ بے فقیری' بے عشق و محبت' پیر کی صورت پختہ کرنا محال ہے۔ محبت کرو' عشق خدا' عشق رسول ﷺ' عشق قرآن اور عشق پیر کامل کو دل میں جگہ دو اور تصدیق کامل کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ منزل مقصود تمہارے قدموں پہ ہو گی۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۴۸

''جو مرید پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے اور جو پیر مرید سے دور رہے وہ پیر ناقص ہے۔'' (وارثؔ پاک)

ہمت ہے اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے مجازی

(اقبالؔ)

یہ ارشاد وارث کسی پیر اور کسی مرید کی تنبیہ کیلئے ہے۔

پیر اور مرید کا رشتہ دل اور دماغ جیسا ہے۔ دل پیر ہے اور دماغ مرید۔ کوئی دماغ ایسا نہیں ہے جو اپنے دل کو اپنے سے دور سمجھے۔ وہی دماغ سمجھے گا۔ جو دماغ ناقص ہے' پاگل ہے' بے کار ہے' اسی طرح جو مرید اپنے پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے' کسبی ہے' بہروپیا ہے' ڈھونگی ہے۔ وہ دل جو اپنے وزیر دماغ سے اپنے کو دور سمجھے یا دور رہے وہ دل بیمار دل ہے۔ وہ ناقص دل ہے۔ وہ ایک ویرانہ ہے جہاں کچھ بھی نہیں اسی طرح وہ پیر جو اپنے مرید سے دور رہے وہ پیر ناقص ہے۔ کسبی ہے ڈھونگی ہے وہ پیر جو اپنے مرید کے وقت پر کام نہ آئے وہ پیر ایک دردسر ہے۔ ایک چھوت کا مریض ہے جو خود بھی ڈوبے گا اور اپنے مرید کو بھی ڈبوئے گا۔ لازم ہے کہ پیر کامل کا دامن پکڑو۔ جو تمہاری مشکلوں کے وقت مشکل کشا کا کام دے۔ مرض دکھ اور مصیبت میں مسیحا بن کے آئے۔ اندھیروں اور تاریکیوں میں چراغ راہ اور شمع ہدایت بن کے آئے ایسا پیر کامل رحمت اور عنایت رحمانی ہے۔ اسی طرح مرید وہ ہے جو اپنے پیر کامل کے ہاتھ اس طرح رہے جیسے غسال کے ہاتھ مردہ' اس کے ہر اشارے پر جان عزیز تک حاضر۔ ایسا مرید قسمت سے پیر کو ملتا ہے مریدی دل سے ہے اور دل مسلمان ہوتا ہے۔ وہ دل جہاں پیر کی صورت کے سوا دوسری صورت حرام ہے اس صورت پیر میں خدا اور اس کا محبوب رسول خدا ملا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۴۹

''کسی کو برا نہ کہو اور نہ سمجھو۔''

اس نقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شان بے نیازی

(اقبالؔ)

خدا ہر چیز کا مالک و مختار ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ خیر و شر سب اسی کی جانب سے ہے۔ یہ دنیا مثل تماشا گاہ کے ہے۔ یہ کائنات اور کارخانہ قدرت ایک ڈرامہ ہے۔ خالق کون و مکاں اس ڈرامہ کا مصنف بھی ہے اور منتظم اعلیٰ بھی۔ اس ڈرامہ اور کھیل کے تماشائی۔ جن و ملک اور بزرگان دین (پیغمبر، ولی، قطب، ابدال، فقیر، درویش، مجاہد، شہید، غازی) جو اس جسم خاکی سے جدا ہو کر ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید ہیں۔ اس دنیا کے سارے آدمی، اداکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رب العزت ڈرامہ کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے اور خالق فطرت کی حیثیت سے ہر آدمی کی صلاحیت سے آگاہ ہے اور اسی نسبت سے ہر آدمی کا علیحدہ علیحدہ کام یعنی کردار دے رکھا ہے۔ کسی کو بادشاہ کا تو کسی کو ملکہ کا۔ کسی کو شیطان یعنی (ویلن) کا، کسی کو سادھو تو کسی کو فقیر کا۔ الغرض ہر انسان اپنی فطرت اور وہبی طاقت کے مطابق اپنا کام اپنی ذمہ داری، اپنا فرض یعنی کردار ادا کر رہا ہے۔ اس ڈرامہ میں کبھی بلکہ اکثر پس پردہ ایکٹنگ یعنی پلے بیک بھی ہوتا ہے۔ زبان کسی کی ہوتی ہے مگر مضمون پس پردہ کسی دوسرے کا۔ گانے ایک کے منہ سے ادا ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اصل میں گانے والی کوئی اور ہوتا ہے۔ اس پس پردہ نظارے میں بزرگان دین بھی شریک ہوتے ہیں اور شیطان و ابلیس بھی۔ خیر والے خیر کا ساتھ دیتے ہیں اور شر والے شر کا۔ ایسی صورت میں ظاہر کو دیکھ کر یا سن کر کسی کو برا کہنا یا سمجھنا کتنی بڑی نادانی ہے۔ اسی ایک غلطی کے سبب دنیا نے ہر زمانے میں ایسی ایسی غلطی اور نادانی کی ہے کہ الاماں والحفیظ، حضرت منصورؒ کے ظاہری بول کو سن کر بغداد کے بادشاہ نے ان کا سر جدا کروا دیا۔ نتیجہ بغداد کی سلطنت تباہ و برباد حضرت سرمدؒ کے ظاہر کے بول کو نہ سمجھ کر ان کے سر کو تن سے جدا کر دیا گیا نتیجہ اورنگزیب کی سلطنت کا زوال ہو گیا۔

آج بھی بہت سے بدنصیب انسان مجذوبوں اور قلندروں کی ظاہری خستہ حالی کو دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ نتیجہ آباد گھر برباد۔ اسی طرح آج کی دنیا میں مذہب، ملت اور سیاست کے نام پر جس قدر فساد برپا ہیں، اس کا واحد سبب بھی ایک انسان کا دوسرے انسان کو بلاوجہ برا کہنا اور سمجھنا ہے۔ ایک مذہب والے دوسرے مذہب کے لوگوں کو برا کہتے ہیں یا برا سمجھتے ہیں۔ نتیجہ آپس میں عداوت، بغض کینہ، نفرت، جھگڑا اور فساد بپا ہے۔ اس لئے وارثؒ پاک نے کل بنی نوع انسان کو عموماً اور فقیروں کو خصوصاً ہدایت فرمائی ہے کہ خبردار، خبردار کسی کو برا نہ کہو اور نہ سمجھو۔ ظاہر کو دیکھ کر، ظاہری آواز کو سن کر ہرگز ہرگز دھوکا نہ کھاؤ۔ غیب، یعنی باطن کو اپنے علم و عقل اور تجربہ کے ذریعہ پرکھنے کی ہرگز کوشش نہ کرو۔ اس لئے کہ غیب کا علم صرف اللہ کو

معلوم ہے۔ وہی عالم الغیب ہونے کے ناتے جانتا ہے کہ زبان کس کی ہے اور مضمون کس کا ہے۔ لازم ہے کہ ہر انسان خصوصاً فقیر اتنا ضرور پرہیز کرے کہ ظاہری آنکھ کے مظاہرہ پر یا ظاہری کان کی آواز پر ہرگز کسی کو برا نہ کہے اور نہ برا سمجھے۔ ورنہ اس ایک بری اور بیہودہ عادت سے عذاب الٰہی کے شکار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اکثر فقیروں کی فقیری اسی ایک بری عادت کے سبب چھین لی جاتی ہے۔ لازم ہے کہ ہر انسان اپنے فرض' اپنی ذمہ داری' اپنے کردار کی ادائیگی کی طرف ہی اپنی توجہ کو قائم رکھے۔ دوسرے کے فرض' ذمہ داری اور کردار سے اپنے آپ کو ہمیشہ بے نیاز اور بے لاگ سمجھے نہ دخل دے اور نہ نکتہ چینی کرے' نہ برا کہے اور نہ برا سمجھے۔ جو روز الست وعدہ کیا ہے، عہد کیا ہے، معاہدہ کیا ہے، اس کی تکمیل کیلئے جان کی بازی لگا دے۔ یہی اصل عبادت ہے۔ یہی محبت ہے۔ یہی عشق ہے یہی راہ نجات ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۵۰

''کسی کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دو۔'' (وارثؔ پاک)

یہ فقر غیور جس نے پایا
بے تیغ و سناں ہے مردِ غازی

(اقبالؔ)

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک انسان تلوار سے کسی کی گردن اتار لیتا ہے یا بندوق سے گولی مار کر جان لے لیتا ہے۔ یہ قصوروار انسان ہوتا ہے اور اس کی سزا بھی انسان ہی کو اٹھانی پڑتی ہے۔ تلوار یا بندوق کو نہ قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے اور نہ ہی اس کو سزا دی جاتی ہے۔ انسان بھی مشیت کے ہاتھ ایک تلوار ہے' ایک بندوق ہے' ایک آلہ کار ہے۔ انسان جو کچھ کرتا ہے ایک آلہ کار کی حیثیت سے کرتا ہے۔ خدا ہر چیز کا مالک ہے اور قادر ہے۔ خیر و شر سب اسی کی جانب سے ہے' عداوت' بغض' کینہ' جذبہ انتقام یہ سب بے معنی اور بے کار چیز ہے۔ انسان کو جو بھی تکلیف' مصیبت' دکھ اور درد' مالی ہو یا جانی پہنچتی ہے اس کی سراسر ذمہ داری مشیت پر ہے۔ پروردگار عالم پر ہے خدائے بزرگ و برتر ہے نہ کہ اس انسان پر جو کہ محض آلہ کار ہے مشیت کے ہاتھ میں۔ اس لئے اگر عداوت' بغض' کینہ کو دل میں جگہ دی گئی تو براہ راست یہ عداوت مشیت کے خلاف ہو گی۔ اس مشیت کے خلاف جو سراپا رحیم و کریم ہے۔ جس کو اپنے بندے سے از خود پیار و محبت ہے۔ وہ تو اپنے بندے کو شر دے کر، دکھ اور درد دے کر، جان و مال لے کر حکیم حاذق کے ناتے اس کے بیمار دل' بیمار ضمیر' بیمار روح کو شفا بخشتا ہے۔ شمع ہدایت بن کر بھٹکے ہوئے راہ سے ہٹا کر راہ راست پر لاتا ہے۔ ماں' باپ' استاد اور پیر کامل کے ناتے۔ وہ تو اس لئے گوشمالی کرتا ہے کہ اس کا گمراہ بندہ اس کا پیارا گمراہ بچہ' کہیں جہنم کی آگ میں نہ کود پڑے۔ ایسے خدائے رحیم و کریم کی ظاہری کونین جیسی کڑوی اور تلخ، مگر اثر میں شہد سے زیادہ میٹھی دوا کے عوض دل میں اس کے خلاف عداوت بغض' کینہ یا جذبہ انتقام کو جگہ دینا

پرلے درجہ کی نادانی ہے لازم ہے کہ کوئی انسان، خصوصاً فقیر کسی کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۵۱

''دشمن سے بدلہ نہ لو۔ دشمن کے ساتھ سلوک کرو۔ حضرت شیر خدا کی سنت ہے۔ (وارثؔ پاک)

مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

(اقبالؔ)

دشمن دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک دشمن دین، دشمن اسلام، دشمن انسانیت اور دوسرا دشمن دشمن ذات اور دشمن نفس ہے۔ حضرت علی شیر خدا، دشمن دین، دشمن اسلام، دشمن انسانیت سے زندگی بھر لڑتے رہے۔ آج بھی لڑ رہے ہیں اور قیامت تک لڑتے رہیں گے۔ اس لئے ہر مسلمان، ہر مومن، ہر فقیر، ہر درویش کا فرض ہے کہ دشمن دین، دشمن اسلام، دشمن انسانیت یعنی دشمن خدا سے ضرور لڑے۔ لڑتے لڑتے خود فنا ہو جائے یا دشمن کو فنا کر دے۔ یہی اس کی عبادت ہے۔ یہی اس کی نماز ہے۔ یہی اس کا روزہ ہے۔ خود فنا ہونے کی صورت میں شہادت کا درجہ ملتا ہے اور دشمن کو فنا کرنے پر غازی کا لقب پا کر دین و دنیا مل جاتی ہے۔ اس دشمنی میں ذاتی کوئی لگاؤ یا نفسی کوئی تعلق نہ ہونا چاہئے۔ حضرت علیؑ شیر خدا کا دستور تھا کہ دشمن دین، دشمن اسلام، دشمن انسانیت سے لڑتے لڑتے اگر اس دشمن نے کوئی ایسی حرکت کر دی۔ جس سے ان کی ذات نفس کو ٹھیس لگی یا دکھ پہنچا یا غصہ آ گیا۔ اس جان لیوا اور شکست خوردہ دشمن کو چھوڑ دیتے تھے، رہا کر دیتے تھے، معاف کر دیتے تھے۔ یہ اس لئے کرتے تھے کہ عبادت الٰہی میں ذاتی اور نفسی دشمنی کا تعلق شمہ برابر نہ ہونا چاہئے۔ ذاتی و نفسی دشمنی سے بدلہ لینے کی جگہ اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے، یہ شیر خدا کی سنت ہے۔ ہم سب اس منور اور روشن شمع ہدایت کے پروانے ہیں ہمیں وہی کرنا چاہئے، جو شمع ہدایت نے کی، چراغ راہ نے کی، شیر خدا نے کی۔ امام الاولیا نے کی، مولا مشکل کشا نے کی۔

مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

(حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۵۲

''جس دل کو محبت سے سروکار رہتا ہے اس میں عداوت کو گنجائش نہیں ہوتی۔ (وارثؔ پاک)

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

(اقبالؔ)

محبت روشنی ہے اور عداوت تاریکی۔ محبت نور ہے اور عداوت نار' محبت دن ہے عداوت رات' روشنی اور تاریکی' نور اور نار' دن اور رات یہ سب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دونوں ایک جگہ نہیں رہ سکتے ہیں۔ اگر روشنی ہے تو تاریکی نہیں۔ نور ہے تو نار نہیں۔ دن ہے تو رات نہیں اسی طرح جہاں محبت ہے وہاں عداوت نہیں' بغض نہیں' کینہ نہیں' جذبہ انتقام نہیں' حرص وطمع نہیں۔ وہ دل جو محبت سے لبریز ہے اس دل میں عداوت کو گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔ عداوت کی گنجائش اس وقت ہو گی جب دل کا کوئی پہلو' کوئی گوشہ محبت سے پیار سے' یادِ محبوب سے خالی ہے طالب کے لئے، عاشق کے لئے، محبت والے دل کے لئے یہ ارشادِ وارث، یہ شمعِ ہدایت، یہ چراغِ راہ ایک روشنی کا مینارہ ہے۔ جو بھٹکنے اور گمراہ ہونے سے بچاتا ہے۔ کتنا کھلا اور پر اثر نسخہ ہے، سبق ہے' تنبیہہ ہے۔ طالب کے دل میں جب کبھی عداوت گھر کر لے یا جگہ پالے، وہ طالب، وہ عاشق فوراً سمجھ لے کہ دل کا کوئی گوشہ' کوئی پہلو مطلوب اور محبوب سے خالی ہو گیا۔ پیار و محبت سے خالی ہو گیا یادِ محبوب سے خالی ہو گیا۔ روشنی کی جگہ تاریکی نے جگہ کر لی۔ نور کی جگہ نار نے لے لی۔ فوراً بیدار ہو جانا چاہئے ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ شیشہ دل کو صاف کرنا چاہئے روشن کرنا چاہئے۔ تاریکی جگہ روشنی' نار کی جگہ نور' عداوت کی جگہ محبت سے اس خانہ دل کو لبریز کر لینا چاہئے تا کہ اس پیمانہ محبت میں کوئی گوشہ کوئی پہلو خالی نہ ہو۔ جس میں عداوت کو گنجائش ہو۔ حرص وطمع کو گنجائش ہو نفع و نقصان کو گنجائش ہو' وہاں صرف محبت' خالص محبت' پاک و بے نیاز محبت' اللہ وارث محبت' وارث اللہ محبت ہونی چاہئے اور بس۔ (حسینؔ وارث)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۵۳

''ہماری منزل عشق ہے اور منزل عشق میں خلافت و جانشینی نہیں۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا خلیفہ ہے۔ (پھر یوں فرمایا ہے۔) ہماری منزل عشق ہے۔ جو کوئی دعویٰ جانشینی کا کرے، وہ باطل ہے۔ ہمارے یہاں کوئی ہو۔ چمار ہو یا خاکروب' جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔'' (وارث پاک)

زمانے کی یہ گردش جاودانہ
حقیقت ایک، تو باقی فسانہ

(اقبالؔ)

عشق کے معنی عبادت الٰہی' پابندی شریعت اور قربانی نفس ہے۔ جس فقیر کی منزل عبادت الٰہی، پابندی شریعت اور قربانی نفس ہوتی ہے۔ وہ فقیر مثل پارہ ہوتا ہے۔ جس کو کبھی قرار نہیں سکون نہیں' نشست نہیں' ساحل نہیں' خلافت اور جانشینی اسی کے برعکس ہے۔ اس میں قرار ہے، سکون ہے' نشست ہے، ساحل ہے۔ جو پیر اپنا خلیفہ یا جانشین بناتا ہے اسے

اپنی گدی اپنی خلافت' اپنے جانشین مرید کی حفاظت اور دیکھ بھال کیلئے خود کو بھی اس گدی کے ساتھ منجمد ہو جانا پڑتا ہے۔ مقرر اور ساکن ہو جانا پڑتا ہے۔ نشست اور ساحل اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس کا سارا فیض' اس کی ساری عنایت اسی گدی' اسی خلافت' اسی جانشینی کے ذریعہ دنیائے عالم' دنیائے مطلوب تک پہنچتی ہے۔ چونکہ ہمارے پیر کامل بندہ نواز حضرت سید وارث علی شاہؒ کی منزل عشق ہے۔ پیار' ہے' محبت ہے جو تمام بندشوں سے مبرا ہے۔ لامحدود ہے اس کی کوئی حد نہیں کوئی بندش نہیں۔ ہر جگہ ہے' ہر دل میں ہے۔ خواہ وہ دل چمار کا ہو یا خاکروب کا۔ شاہ کا ہو یا گدا کا۔ جس نے دل سے پکارا وہاں وہ حاضر۔ جس نے پیار و محبت سے نام لیا "یا وارث" وہاں وہ موجود۔ بھلا ایسے موج رواں کو ساحل میں کون بند کر سکتا ہے۔ ایسی تیز رفتار بجلی کو کون روک سکتا ہے۔ وہ تو ابھی یہاں اور ابھی وہاں۔ زمین کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں ان کی گزر نہیں۔ ایسے سبک اور تیز رفتار موج گراں اور بجلی کی کڑک کو قرار اور سکون کی منزل میں کون بند کر سکتا ہے یا کون سی گدی خلافت یا جانشینی اس کی متحمل ہو سکتی تھی یا ہو سکتی ہے۔ آپ کی ذات بابرکت وارث اللہ اور اللہ وارث کی مکمل اور واضح تفسیر ہے۔ اسی لئے خود ہی اعلان کر دیا اور لوگوں کو آگاہ اور گوش گزار کر دیا کہ ہماری منزل عشق ہے اور منزل عشق میں خلافت و جانشینی نہیں۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا خلیفہ ہے۔ کتنا بلند اور امتیازی اعلان ہے۔ خلیفہ ہے اور ضرور ہے۔ مگر ایک نہیں بلکہ بہت مخصوص نہیں بلکہ عام' نسب والے ہی نہیں بلکہ چمار اور خاکروب بھی شرط صرف محبت ہے' وہ محبت جس میں دوئی کا گزر نہیں۔ بھرپور محبت' بے لوث اور بے نیاز محبت' درد بھری محبت' بے قرار اور بے سکون محبت' جہاں یہ محبت ہے وہاں وارث ہیں۔ وہاں وارث کا سارا فیض ہے ساری عنایت اور رحمت موجود ہے۔ ایسے ہی دل میں وارث خلافت کرتے ہیں اور جانشینی کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر اپنے خلیفہ کی ہر طرح سے چارہ سازی فرماتے ہیں۔ وارثی بننے کے لئے کسی کے ہاتھ بیعت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت صرف خالص اور بے لوث محبت کی ہے۔ ان کا اعلان ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ جس نے اس اعلان پر عمل کیا، وہ وارثی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۵۴

"جس کی قسمت کا جو ہے وہ اس کو ملے گا اور اگر زندگی میں نہیں ملا تو مرتے وقت ضرور ملے گا اور مرتے وقت نہ ملا تو اس کی قبر میں ضرور ٹھوس دیا جائے گا۔ (وارثؒ پاک)

غریبی میں ہوں مجبور امیری
کہ غیرت مند ہے میری فقیری

(اقبالؒ)

یہ شمع ہدایت، یہ چراغ راہ، یہ ارشاد وارث، خصوصیت کے ساتھ ان بزرگ ہستیوں' فقیروں سالکوں' درویشوں کی تشفی اور تسلی کیلئے ہے۔، جن کی نیکی پہاڑ جیسی جمع ہو گئی ہو۔ مگر ظاہر انہیں کچھ معلوم نہ ہوتا ہو۔ اپنی' فقیری' درویشی، اپنی

بزرگی اور اپنی نیکی پر انہیں شک وشبہ نظر آنے لگا ہو۔ فقیری کی جان لیوا تمام منزلوں کو خیر و خوبی کے ساتھ طے کر کے مقام حیرت یعنی شک وشبہ چون وچرا کی منزل میں پھنس گئے ہوں۔ ایسے ہی جانباز اور قابل تحسین فقراء کو ہدایت ہے کہ وہ اس کو سبق، اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ جس کی قسمت کا جو ہے وہ اس کو ملے گا۔ اگر زندگی میں نہیں ملا تو مرتے وقت ضرور ملے گا اور مرتے وقت نہ ملا تو اس کی قبر میں ضرور ٹھونس دیا جائے گا۔'' پروردگار عالم۔ خالق کون ومکاں اپنی رحیمی وکریمی کے ناتے، اپنی ماں باپ جیسی پیار و محبت کے ناتے، ایک شفیق اور مہربان حکیم حاذق کے ناتے اچھی طرح جانتا ہے کہ اپنے پیارے بندے کو اپنے پیارے اور لاڈلے جانباز جوانمرد، شیر دل، فقیر کو اس کی قسمت کا لکھا کب اور کس طرح دینا چاہئے۔ آب وگل کی زندگی میں دینا چاہئے یا زندگی جاوید میں دینا چاہئے۔ بچپنے میں دینا چاہئے جوانی میں دینا چاہئے۔ بڑھاپے میں دینا چاہئے۔ مرتے وقت دینا چاہئے یا مرنے کے بعد قبر میں دینا چاہئے اس کی کمائی ہوئی نیکی کی مزدوری دینا ضرور ہے۔ قسمت کا لکھا ملنا ضرور ہے خواہ وہ نیکی زر و مال کی شکل میں ہو، فیضِ ولائیت کی صورت میں ہو یا فیضِ نبوت کی شکل میں مگر ملے گا ضرور، اس پر ہر فقیر اور درویش کا یقین محکم ہونا چاہئے۔ ایمان کامل ہونا چاہئے۔ تصدیق مکمل ہونا چاہئے۔ پھر فقیر کو یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ دن ہو یا رات، بیداری ہو یا خواب۔ موجودہ زندگی ہو یا قبر کی زندگی سب اس کیلئے برابر ہے۔ موجودہ زندگی میں جو ملے گا وہ بھی بندگان خدا کے لئے ہی ہوگا یا قبر میں جو ملے گا وہ بھی انسان ہی کے کام آئے گا۔ فقیر تو خدا کا ایک پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ جہاں سے ضرورت مند انسان اپنی جھولی بھر لیتے ہیں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ بندگان خدا، مخلوق خدا اپنی اپنی جھولی حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتیؒ کے نشان مبارک کے خزانہ غیبی سے برسوں سے بھرتے چلے آرہے ہیں اور وہ خدا کا پوشیدہ خزانہ بجائے گھٹنے کے اور بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اسی طرح ہزاروں نامور اور گمنام فقیروں، درویشوں، سالکوں اور جانباز و شیر دل شہیدوں ومجاہدوں کے مزار مبارک یا نشان مبارک کے پوشیدہ خزانے سے زر مال کی بارش نور اور رحمت کی بارش ہو رہی ہے اور بندگان خدا مستفید اور فیضیاب ہو رہے ہیں۔ یقین کامل رکھو اگر تمہاری فقیری مکمل ہے تو ضرور چمکو گے۔ چاہے یہاں چاہے وہاں۔ طالب کے لئے دونوں برابر ہے۔ ہمت سے کام لینا چاہئے اور آگے بڑھتے رہنا چاہئے۔ بڑھتے بڑھتے چاہے منزل قدم چوم لے یا موت گلے مل جائے، فقیری مکمل ہے، پیارے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر ۵۵

''بھائی بھائی میں باہمی محبت ہونا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔'' (وارثؔ پاک)

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

(اقبالؔ)

ایک باپ کے بہت سے بیٹے ہیں۔ باپ کے سب بیٹے ایک دوسرے کے بھائی ہیں کوئی بھائی طاقتور ہے تو کوئی کمزور، کوئی مالدار ہے تو کوئی غریب کوئی سمجھدار ہے تو کوئی بے سمجھ۔ کوئی عالم ہے تو کوئی جاہل۔ اولاد ہونے کی حیثیت سے باپ کی محبت سب کو یکساں ہے۔ باپ کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ میری سب اولاد آپس میں مل جل کر محبت و پیار کے ذریعہ میرے نام کو روشن کریں۔ طاقتور بیٹا کمزور کا ساتھ دے۔ مالدار غریب کا، سمجھدار نادان کا، عالم جاہل کا۔ اسی باہمی محبت، اسی باہمی میل وملاپ کا بھائی بھائی میں ہونا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔ جب یہ بات ایک خاندان میں پیدا ہو جاتی ہے تو وہ خاندان آفتاب کی طرح صفحہ ہستی پر روشن اور منور ہو جاتا ہے۔ معبود حقیقی پروردگار عالم، رب العالمین ایک آقا ہے ایک مالک ہے۔ ایک باپ ہے۔ ہم سب انسان خواہ چینی ہوں یا ہندی، جاپانی ہوں یا روسی، عربی ہوں یا فارسی، ہندو ہوں یا مسلمان، یہودی ہوں یا عیسائی۔ اسی معبود حقیقی، اسی آقا و مالک کے بندے ہیں، غلام ہیں۔ اسی نور حقیقت کے ہم سب پرتو ہیں۔ اسی ذات واحد کے ہم سب اوصاف ہیں۔ ہم سب اپنی اپنی زبان میں، اپنے اپنے طریقہ، اپنے اپنے انداز سے اسی ذات واحد کی عبادت کرتے ہیں۔ پرستش کرتے ہیں۔ ذکر کرتے ہیں۔ محبت و پیار کرتے ہیں مگر یہ سب محبت و پیار، ذکر اور یاد، عبادت اور پرستش باپ حقیقی معبود حقیقی سے اس وقت دلیل ہو سکتا ہے جب ہم سب انسان آپس میں ایک دوسرے سے بھائی جیسی محبت کرنے لگیں۔ کل بنی نوع انسان ایک دوسرے سے اس طرح محبت کرنے لگیں، جس طرح جسم انسان کے اعضا ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ایک حصہ کے درد اور دکھ کو جسم کا سارا حصہ اپنا درد اور دکھ سمجھتا ہے اور اس وقت تک سارے جسم کو چین نہیں ملتا۔ جب تک اس مخصوص بیمار حصہ کو شفا نہ ہو۔ بالکل یہی کیفیت جسم انسانیت کی ہے۔ جسم انسانیت کا کوئی حصہ خواہ وہ چینی ہو یا روسی، عربی ہو یا فارسی، ہندی ہو یا جاپانی، انگریزی ہو یا فرانسیسی جب مرض ناگہانی میں مبتلا ہوا، دکھ اور درد کا شکار ہوا۔ تباہی و بربادی کے بھنور میں جا پھنسا۔ جسم انسانیت کا پورا اور سارا حصہ اسے اپنا درد اور دکھ سمجھنے لگے۔ اس وقت تک سارے جسم کو چین و قرار نصیب نہ ہو۔ جب تک اس مخصوص بیمار، دکھ اور درد بھرے حصہ کو شفا نہ ہو۔ بلائے ناگہانی سے نجات نہ ہو۔ انسانیت کا یہ بھولا ہوا سبق جب تک جسم انسانیت پھر سے یاد نہیں کرے گا، اس وقت تک نہ دکھ دور ہو گا اور نہ مرض، نہ تباہی جائے گی اور نہ بربادی، نہ دنیا کو چین ملے گا اور نہ قرار، نہ سکھ ملے گا نہ محبت و پیار۔ ہم سب انسان کتے کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ بھائی بھائی اس طرح لڑ کٹ مر رہے ہیں۔ جیسے ایک دوسرے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ باپ حقیقی کا، معبود حقیقی کا۔ ذات واحد کا جو خون، جو رشتہ، جو واسطہ آپ میں ہے سو ہم میں ہے۔ پھر یہ بیگانگی کیوں، نفرت کیوں، عداوت کیوں۔ یہ صرف اس لئے کہ معبود حقیقی کا سبق اول ہم لوگ بھول گئے ہیں۔ ان کا پہلا سبق۔ پہلی تعلیم، پہلی ہدایت، پہلا فرمان ہم سب بھائیوں کیلئے یہی تھا۔ ''بھائی بھائی میں باہمی محبت ہونا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔ چلو ہم سب بھائی آج سے توبہ کر لیں کہ ہم لوگ آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہیں گے۔ طاقتور کمزور کی مدد کریں گے۔ مالدار غریب کی مدد

کریں گے۔سمجھدار نادان کی مدد کریں گے۔ عالم جاہل کی مدد کریں گے۔تندرست بیمار کی سیوا کریں گے۔گھر والے بے گھر کو پناہ دیں گے۔روٹی والے فاقہ مست کا پیٹ بھریں گے۔ چراغ راہ والے گمراہ کو راستہ دیں گے۔شمع ہدایت والے بھٹکے ہوے راہیوں کی رہنمائی کریں گے۔یہی عبادت اصل میں معبود حقیقی کی عبادت ہے۔پرستش ہے۔باپ حقیقی سے محبت ہے پیار ہے۔جس روز یہ محبت و پیار کا سمندر جسم انسانیت کے رگ و پے میں دوڑ جائے گا۔اس روز یہ دنیا جہنم کی جگہ جنت کا درجہ اختیار کر لے گی اور آفتاب سے زیادہ روشن اور منور ہو کر یہ دنیا چمکنے لگے گی۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر ۵۶

''خدا محض آسمان پر نہیں ہے ہم تم میں چھپ کر سب کو دھوکے میں ڈال دیا ہے بس ایک صورت پکڑ لے خدا مل جائے گا۔''(وارثؔ پاک)

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

(اقبالؔ)

خدا محض آسمان پر نہیں ہے۔اس دنیا میں بھی ہے اور اس دنیا کے ذرہ ذرہ میں اسی شان و شوکت کے ساتھ ہے جس طرح آسمان پر ہے۔ہم میں۔تم میں سب میں وہ چھپا ہوا ہے ہم سب اسی ذات واحد کے اوصاف ہیں۔اسی آفتاب حقیقت کے عکس ہیں۔آفتاب حقیقت کی کرن یا شعاع یا عکس، جب تک کسی ایک چیز پر نہیں رکتی ہے یا کسی ایک صورت کو نہیں پکڑتی ہے۔اس وقت تک آفتاب کا ظہور دنیا والوں پر عیاں نہیں ہوتا ہے یا یوں سمجھنا چاہئے کہ اس عکس کو آفتاب نہیں ملتا ہے۔اسی طرح انسان ایک مخصوص وصف خدا لے کر دنیا میں آتا ہے۔ جب تک اس مخصوص وصف۔اس مخصوص فطری طاقت پر قائم نہیں ہوتا ہے یا اسی ایک صورت کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا ہے اس وقت تک اس مخصوص وصف خداوندی کا ظہور دنیا والوں کی نگاہ میں نہیں آتا ہے یا یوں سمجھنا چاہئے کہ اس انسان کو خدا نہیں ملتا ہے۔خدا اس انسان کو ملتا ہے جو زندگی کے ایک ٹھوس اصول کو دل سے مان لے خواہ وہ اصول مادیت کا ہو یا روحانیت کا اور اسی ایک اصول کو کامیاب بنانے کیلئے تن من کی بازی لگا دے، دن، رات اسی ایک دھن میں لگا رہے۔راستے کی ساری دشواریوں کو دھول و خاک سمجھ کر برداشت کرتا ہے۔ایک دن ایسے ہی جوانمرد، شیر دل طالب، اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ایسے ہی جانباز اور جاں نثار عاشق اپنے معشوق کے گلے مل جاتے ہیں۔ایسے ہی ایک صورت کے پکڑنے والے انسان کو خدا مل جاتا ہے اور اس کی مراد بھر آتی ہے۔فقیروں کو خصوصیت کے ساتھ تاکید ہے کہ بس ایک صورت کو پکڑ لے خدا مل جائے گا۔وہ صورت پیر کی صورت ہے۔پیر کامل کی صورت ہے۔جگہ جگہ مرید ہونے سے خدا نہیں ملتا ہے۔خدا ایک صورت کے پکڑنے والے کو ملتا ہے۔مرید

ہونے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو کہ کس پیر کی صورت کو وہ پکڑے جس کی بھی صورت پکڑے مرتے دم تک ہاتھ نہ چھوڑے۔ انشاءاللہ فقیری کامیاب ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر۵۷

''دنیاداری دوکانداری ہے۔'' (وارثؔ پاک)

امید نہ رکھ دولت دنیا سے وفا کی
رم اس کی طبیعت میں ہے مانند غزالہ

(اقبالؔ)

پروردگارِ عالم جب انسان کو دنیا میں بھیجتا ہے تو اس کو اس کی وسعت' اس کے ظرف اور پیمانہ کے مطابق اس کے دل کو نور' ایمان' خودی' حق وانصاف جیسے لعل وجواہر سے بھر کر بھیجتا ہے وہ انسان کو دنیا میں اس لئے بھیجتا ہے کہ انسان اس دنیا میں آکر تجارت کرے، خرید وفروخت کرے، دکانداری کرے، دنیاداری کرے۔ مالک کو دیکھنا یہ ہے کہ میرا بندہ میرا غلام......نور' ایمان' خودی' حق وانصاف جیسے لعل وجواہر کے بدلے اس دنیا سے خرید کر کیا لے جاتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ نور کی جگہ نار' ایمان کی جگہ بے ایمانی اور شیطانی' خودی کی جگہ بت وصنم' حق وانصاف کی جگہ حق تلفی اور بے انصافی لے کر آتا ہے۔ یہ دنیا لیٹرے اور ڈاکوؤں کی دنیا ہے اس کے بازار حد درجہ گندے پیچیدہ اور خراب ہیں۔ بازار کی تمام چیزیں کھوٹی، نقلی اور گندی ہیں۔ اس بازارِ دنیا کے دکاندار حرام خور ہیں۔ اس تماشہ گاہ کے رقاصے ناگن سے زیادہ زہر آلود ہیں۔ دنیاداری کر' دوکانداری کر اور خوب کر مگر احتیاط سے کر۔ خوابِ غفلت میں نہ کر' شراب کے نشے میں نہ کر' دیوانہ بن کر نہ کر' خرید' دن اور رات خرید۔ مگر اپنے ایمان کی دولت سے حرام اور ذلیل چیز نہ خرید۔ یہ خریداری جو آج تو کر رہا ہے، ایک دن خدا کو اس کا حساب دینا پڑے گا۔ پائی پائی کا حساب ٹھیک سے رکھ اور بہت ہی سوچ سمجھ کر بازار سے گزر۔ پھول کی خوشبو کی مانند گزر، تاکہ حشر میں تو ایماندار ہی رہے اور تیرے جسم سے ایمان کی خوشبو نکلے۔ کہیں شراب اور خونِ ناحق سے تیرے کفن میں بدبو اور داغ رونما نہ ہو۔ اگر نجات چاہتے ہو، اگر چاہتے ہو کہ اس بازارِ دنیا سے بے داغ نکل جاؤ، پھول کی خوشبو کی طرح نکل جاؤ تو پیرِ کامل کا دامن تھام لو۔ پیرِ کامل اپنی شمعِ ہدایت اور چراغِ راہ کی روشنی میں تمہاری دنیاداری اور دوکانداری کو اس حسن وخوبی سے انجام دے دیں گے کہ دنیا میں بھی سرخرو ہوگے اور دین میں بھی بامراد ہوگے۔ خدائے بزرگ وبرتر کی امانت کو فخر کے ساتھ لوٹا دو گے اور اس طرح تمہاری بندگی اور عبادت مقبولِ خدا ہو جائے گی۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر۵۸

''ہمارے یہاں مجوسی' عیسائی سب مذہب والے برابر ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔'' (وارثؔ پاک)

پیر کامل بندہ نواز حضرت سید وارث علی شاہؒ کی ذات بابرکت وارث اللہ اور اللہ وارث کی مکمل تفسیر ہے۔ آپ کے یہاں ذات' پات' مذہب وملت' کا بھید و بچار نہیں ہے۔ آپ کے یہاں جو کچھ ہے۔ وہ محبت و پیار ہے۔ آپ کا کھلا اعلان ہے کہ ہمارے یہاں کوئی ہو چمار ہو یا خاک روب۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ وارثی ہونے کے ناتے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان' مجوسی ہو یا عیسائی' شاہ ہو یا گدا' چمار ہو یا خاک روب سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ باپ کا پیار سب کو یکساں حاصل ہے۔ پیر کی محبت اور نظر عنایت سب مریدوں کیلئے برابر ہے۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔ قرآن کریم جو اللہ وارث کی آواز ہے اور وارث اللہ کا جلوہ ہے۔ اعلان کرتا ہے کہ اللہ رب العالمین ہے اور اللہ کا محبوب رحمۃ اللعالمینؐ ہے۔ ذات پات کا فرق' مذہب وملت کا فرق' عقل انسانی نے کیا ہے۔ دماغ انسانی نے کیا ہے۔ جس پر ابلیس اور شیطان کی حکمرانی اور غلبہ ہے۔ جب تک دنیا عقل عیار کے اشارہ پہ چلتی رہے گی بھائی بھائی میں باہمی محبت و پیار ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے اپنے وارثی مریدوں' فقیروں درویشوں کو بندہ نواز کی ہدایت ہے کہ خبردار' خبردار تم لوگ ذات پات میں فرق نہ کرو۔ مذہب وملت میں فرق نہ کرو۔ تم لوگ سب آپس میں بھائی ہو۔ دماغ اور عقل عیار کے اشارہ پہ چلنا چھوڑ دو۔ دل کی بادشاہت قبول کرو جہاں وہ خود جلوہ گر ہوتے ہیں اور تمہاری رہنمائی کرتے ہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ نمبر ۵۹

''جو کچھ ہے لگاؤ ہے۔ باقی جھگڑا۔ سب دکھلانے کی چیز ہے اگر لگاؤ نہیں تو خاک۔'' (وارثؔ پاک)

خودی سے مرد خود آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

(اقبالؔ)

اس اشارہ میں بندہ نواز' وارثؔ پاک اپنے اعلان عام کی وضاحت خود فرماتے ہیں۔ آپ کا اعلان ہے ''ہمارے یہاں کوئی ہو چمار ہو یا خاکروب' جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ محبت کرنے کے ہزاروں پہلو ہیں۔ ہر انسان اپنے اپنے انداز سے اپنے اپنے طریقہ سے محبت کرتا ہے کوئی احرام باندھ کر کرتا ہے۔ کوئی مرقع اور تصویر بنا کر۔ اس پر روزمرہ پھول چڑھا کر کرتا ہے کوئی اٹھتے بیٹھتے۔ ''وارث'' کا نام لے کر کرتا ہے کوئی ننگے پاؤں ننگے سر خرقہ پوش ہو کر گھومتا ہے یہ سب اظہار محبت ہیں۔ مگر اصل اظہار محبت لگاؤ ہے۔ جو کچھ لگاؤ ہے باقی جھگڑا سب دکھلانے کی چیز ہے۔ اگر لگاؤ نہیں تو خاک۔ لگاؤ دل سے ہوتا ہے۔ وہ دل وہ لگاؤ جہاں تو ہی تو ہے اور کوئی نہیں۔ فنافی الشیخ' اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے کھاتے پیتے' نام ہے تو پیر کا' یاد ہے تو پیر کی' ذکر ہے تو پیر کی' دکھ ہے تو پیر کا' سکھ ہے تو پیر کا' مرید قطرہ پیر دریا میں جذب اور پیوست ہے۔ ایسی محبت ایسے پیار کو لگاؤ کہتے ہیں۔ باقی سب جھگڑا ہے۔ دکھلاوا ہے ایسا لگاؤ ایسی محبت دل میں پیدا کرنے کیلئے تن من دھن سب کی بازی لگانی پڑتی ہے۔

قطرہ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی
تھا میسر گھر میں جو مہماں کے آگے رکھ دیا

(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر۶۰

''عاشق کے مرید صادق کا انجام خراب نہیں ہوتا۔'' (وارثؔ پاک)

بنایا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجھ کو
یہ میری خود نگہہ داری مرا ساحل نہ بن جائے

(اقبالؔ)

دماغ اور عقل عیار کے اشارے پر چلتے چلتے۔ اپنی جبین نیاز کو آستانہ آستانہ ٹیکتے ٹیکتے جب انسان عاجز ہو کر تھک جاتا ہے تو کسی پیر و مرشد کا دامن تھام لیتا ہے۔ یہاں بھی دل تمنا اور آرزوؤں کے سمندر سے موجزن رہتا ہے۔ جو آرزو اور تمنا غیر خدا کی چوکھٹ پر تھی، وہی تمنا و آرزو اب پیر و مرشد کی چوکھٹ پر ہے۔ جب بالکل اندھیرا تھا تو ہر درخت ،ہر پتھر' ہر چیز جس سے اس کو فائدہ پہنچتا تھا، اس کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا۔ اب جبکہ اندھیرے سے روشنی میں آیا تو پھر خواب غفلت میں سو گیا۔ پیر و مرشد کو نعوذ باللہ رب العزت کا درجہ دے دیا۔ اس لئے دیا کہ اس کی ساری غلط آرزوئیں، غلط تمنائیں پوری ہو جائے۔ پیر اسے پل بھر میں سب چیز لا کر دے دے۔ ایسے لالچی حرص و ہوس والے مرید زندگی بھر در بدر کی خاک چھانتے رہتے ہیں۔ خود بھی انسانیت کی پیشانی کے کلنک کے ٹیکے ہیں اور اپنے پیر و مرشد کو بھی جا بجا بدنام کرتے ہیں۔ ایسے مریدوں کا انجام جہنم ہے۔ مگر عاشق کے مرید صادق کا انجام خراب نہیں ہوتا۔ وہ مرید صادق جو پیر کے اشارہ پر۔ پیر کے فرمان پر۔ پیر کے حکم پر اپنی جان' اپنی راحت، اپنا مال' تن من دھن سب کی بازی لگا کر فخر محسوس کرے کہ وہ خوش نصیب مرید ہے۔ جس کو اس کے پیر اپنے لاکھوں' کروڑوں مریدوں کے بیچ نظر انتخاب کیا۔ قربان ہونے کا ارشاد اور پیغام مسرت ملا۔ ایسے مرید صادق کا انجام فردوس بریں ہے۔ دین و دنیا کی بادشاہت ہے۔ یہ قسمت مقدر والے کو ملتی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر۶۱

''عاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام ہے۔ اگر عاشق کی زبان سے کوئی بات غلط بھی نکل جائے تو اس کو بھی خدا سچ کر دیتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تیری
تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تیری

(اقبالؔ)

عاشق وہ ہے جس کی زندگی عبادت الٰہی، پابندی شریعت اور قربانی نفس کی جیتی جاگتی تصویر بن گئی ہے۔ایسی پاک محبت و پیار والی صورت میں خدا ملا ہے۔ایسے ہی عاشق کے خیال پر۔بول پر اور دلی محسوسات پر دین و دنیا کا انتظام ہے۔ایسے عاشق کا خیال خدا کا خیال ہوتا ہے۔ایسے عاشق کا خیال خدا کا خیال ہوتا ہے۔ایسے عاشق کی زبان یا دل، اللہ کی زبان، اللہ کا دل ہوتا ہے۔معشوق حقیقی کی رحیمی و کریمی کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ اپنے جانباز اور جاں نثار عاشق صادق کی زبان سے کوئی بات غلط بھی نکل جاتی ہے تو اس کو بھی خدا سچ کر دیتا ہے تا کہ اس کا عاشق صادق کسی کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔جھوٹا نہ ہو۔پشیمان نہ ہو۔ایسے کرامات فقیروں، درویشوں اور ولیوں کے آستانے پر اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں۔عقل والے ، دماغ والے، سائنس والے، حکمت والے سارے کے سارے حیران ہیں کہ کل کا بھکاری آج محل والا کیسے ہو گیا۔کل کا گدا آج شاہ کیسے بن گیا۔یہ سب عنایت اور رحمت خداوندی عاشق صادق کی زبان سے نکلی ہوئی بات پر رونما ہوتی ہے۔ تصدیق کامل ہو تو عاشق کی زبان تو زبان عاشق کے خاک کی ڈھیر سے لینے والا لیتا ہے اور روزمرہ لیتا ہے۔ظاہری آنکھ بند کرو اور دل کے پٹ کھولو۔حقیقت سامنے آشکارہ ہو جائے گی۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر۶۲

''عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔اس پر نہ سانپ کا زہر اثر کرتا ہے اور نہ شیر کھا سکتا ہے۔''(وارثؔ پاک)

نصیب خطبہ ہو یارب وہ بندہ درویش
کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ

(اقبالؔ)

عاشق ہونا رحمت اور عنایت خداوندی ہے۔جب ایک انسان اپنا تن، من، دھن سب کچھ اپنے معشوق حقیقی یعنی پروردگار عالم کے نام پر قربان کرتا ہے۔اپنی زندگی کو اس کے بندے اور مخلوق کی خدمت کیلئے وقف کر دیتا ہے۔تو یہ دنیا اور دنیا کے آدمی نما درندے انسان نما حیوان، اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔کوئی شیر کی شکل میں چیرنے اور پھاڑنے کیلئے آتا ہے تو کوئی زہریلا سانپ اور ناگن بن کر ڈسنے آتا ہے۔کوئی کتا بن کر کاٹنے آتا ہے تو کوئی لومڑی بن کر دھوکا دینے آتا ہے مگر معشوق حقیقی کب اپنے ایسے جانباز اور جاں نثار عاشق کو انسان نما شیر و سانپ اور آدمی نما درندے کے حوالے کر سکتا ہے۔ ایسے عاشق کا گوشت درندوں پر حرام کر دیا جاتا ہے اور حکم خداوندی صادر کر دیا جاتا ہے کہ اس پر نہ سانپ کا زہر اثر کر سکتا

ہے اور نہ شیر کھا سکتا ہے۔ جس کو خدا خود اپنی پناہ میں لے لے۔ اپنے بارگاہ مقرب میں لے لے۔ اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس پر سانپ کا زہر کیسے اثر کرسکتا ہے یا شیر اسے کیسے کھا سکتا ہے۔ اللہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ایسے واقعات' فقیروں' درویشوں' سادھوؤں کی منڈلی میں اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ شیر نما انسان تو انسان' سانپ نما آدمی تو آدمی' انتہا یہ کہ عاشق صادق پر نہ ظاہری سانپ کا زہر اثر کرتا ہے اور نہ ظاہری شیر اسے کھا سکتا ہے۔ (حسینؒ)



چراغ راہ نمبر ۶۳

''عاشق وہ ہے جس کی ایک سانس بھی یاد مطلوب سے خالی نہ جائے۔ (وارثؒ پاک)

آزادی کی دولت دل روشن نفس گر
محکوم کا سرمایہ فقط دیدہ نمناک

(اقبالؒ)

عاشق وہ ہے جو اپنا سب کچھ اپنے معشوق پر قربان کردے۔ تن' من' دھن سب کچھ قربان کردے۔ راحت و آرام قربان کردے۔ انتہا یہ کہ ایک سانس بھی یاد مطلوب۔ یاد معشوق' ذکر مطلوب' ذکر معشوق سے خالی نہ جائے۔ جب عاشق اس درجہ پر پہنچتا ہے تو اس کا دل مسلمان بن جاتا ہے۔ وہ دل جہاں تو ہی تو کے سوا کسی اور کا وہاں گزر نہیں۔ اس دل میں کوئی پہلو' کوئی حصہ ایسا باقی نہیں رہتا ہے جہاں معشوق' مطلوب اور مقصود کے سوا کوئی اور آ کر بسیرا لے۔ جب دل پیار و محبت سے لبریز ہو جاتا ہے تو اس کے ہر عضو سے۔ ہر حصہ سے شان معشوق' شان مطلوب نمایاں ہونے لگتی ہے اسی کا نام وصل ہے۔ اسی کا نام حاصل مراد ہے اسی کا نام کامیاب فقیری ہے۔ اسی کا نام عشق مکمل ہے۔ (حسینؒ)



چراغ راہ نمبر ۶۴

''عاشق کبھی بے ایمان نہیں مرتا۔'' (وارثؒ پاک)

غیرتِ فکر مگر کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکوٰۃ

(اقبالؒ)

جب انسان دنیا کے بازار میں بھیجا جاتا ہے تو زر نقد کی شکل میں اللہ اسے' ایمان' نور' خودی' حق' انصاف جیسے قیمتی ہیرے جواہرات دیکر بھیجتا ہے۔ یہ سب اللہ کی امانت ہوتی ہے۔ ہدایت یہی ہوتی ہے کہ بازار دنیا میں جاؤ' خوب

سیر و کرد، کھیلو کودو مگر خبردار میری امانت میں خیانت نہ کرنا۔ میری دی ہوئی دولت کو گنوانہ دینا۔ اکثر اور بیشتر انسان جب دنیا سے جاتے ہیں تو خالی ہاتھ جاتے ہیں اللہ کی بخشی ہوئی دولت، ان کے پاس ایک نہیں ہوتی ہے۔ سب کے سب بازار دنیا کے لیٹروں کے ہاتھ لٹ جاتے ہیں یا لہو ولعب میں یا شراب وحسن کے دھوکے میں کھو بیٹھتے ہیں۔ عاشق چونکہ بجز خدا کچھ اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس بازار دنیا سے کوئی مال خرید وفروخت نہیں کرتا۔ کسی چیز کا سودا نہیں کرتا۔ کسی سے لگاؤ نہیں رکھتا۔ اس کی خوراک، پوشاک، رہنا سہنا، اٹھنا بیٹھنا، تن من دھن سب اللہ اور اپنے معشوق حقیقی کیلئے وقف ہو جاتا ہے اس کے نام قربان ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب وہ اس بازار دنیا سے لوٹتا ہے تو اس کے پاس زر نقد کی اور چیزوں کے ساتھ ساتھ دولت ایمان بھی قائم رہتی ہے اور خالص عبادت کی شکل میں امانت خداوندی کو بارگاہ عزت میں پیش کر کے مست و بے غم گھومتا ہے۔ سچ ہے عاشق کبھی بے ایمان نہیں مرتا۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۶۵

''عشق میں انتظام نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

محکوم ہو سالک تو نہیں اس کا ہمہ اوست
خود مردہ خود مرقد خود مرگ مفاجات

(اقبالؔ)

عاشق پروانہ ہوتا ہے جو اپنی شمع کے گرد جھومنے اور موقع نکال کر قربان ہو جانے کو اپنی عشق کی تکمیل اور اپنی زندگی کا حاصل تصور کرتا ہے۔ اسے اتنی فرصت اور اتنی مہلت کہاں کہ وہ انتظام کے بکھیڑے میں پھنسے۔ انتظام تو معشوق کے سپرد ہے یا معشوق کے کارکنوں کے حوالے ہے۔ جانشینوں کے حوالے ہے۔ خلیفوں کے حوالے ہے عشق ایک لہر ہے۔ سبک رفتار برق ہے۔ اسے ساحل یا قرار سے کیا نسبت۔ اگر لہر بھی ساحل اختیار کرلے یا برق درخشاں قرار اختیار کرلے تو کلیوں کی مسکراہٹ، بلبلوں کی تڑپ اور نغمہ سرائی کون کرے گا۔ اگر ایسا ہوا تو دنیا کی رونق ہی جاتی رہے گی۔ ہر چیز کا کام بٹا ہوا ہے۔ ہر چیز اپنی جگہ پر خوبصورت اور اہم نظر آتی ہے۔ عشق کا کام جدا ہے۔ انتظام کا کام جدا ہے۔ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اگر ایسا ہوا تو سارے کارخانہ قدرت میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ انتظام چونکہ معشوق کے سپرد ہے۔ عاشق اس کے پاس جانا بھی نہیں چاہتا ہے۔ یہ ادا محفل عشق میں بے ادبی اور بدتمیزی سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے عاشق صادق وہ ہے جس کے عشق میں انتظام نہیں اس کا کام صرف یاد محبوب، ذکر معشوق اور ذکر مطلوب ہے اس کا کام تن من دھن سب کچھ معشوق کے نام پر قربان کرتا ہے۔ اور بس۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۶۶

''عاشق دین و دنیا دونوں سے بے خبر و بے نیاز ہے۔'' (وارثؔ پاک)

سمجھا لہو کی بوند اگر تو اسے تو خیر
دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہ بلند

(اقبالؔ)

عشق نشہ کو کہتے ہیں' بے ہوشی کو کہتے ہیں۔ عشق کے نشہ میں یا بے ہوشی میں اور دوسرے منشیات کے نشہ میں اتنا فرق ہے کہ عشق کے نشہ میں انسان کل موجودات سے بے خبر رہتا ہے مگر اپنے محبوب سے، اپنے معشوق سے اپنے مطلوب سے پورا پورا باخبر اور ہوشیار رہتا ہے۔ برخلاف اس کے دوسرے نشہ والے ہر چیز سے، یہاں تک کہ اپنی عزت و آبرو سے بھی بے خبر اور بے ہوش ہوتے ہیں۔ عاشق نتیجہ سے بے خبر رہتا ہے۔ حاصل سے بے پروا رہتا ہے۔ وہ کسی لالچ، طمع یا حرص کے سبب عشق نہیں کرتا ہے۔ اسے خود نہیں معلوم کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے اور اس کرنے کا انجام کیا ہے۔ وہ صرف اپنے معشوق کے ایک ہلکے سے اشارے پر اپنا تن' من' دھن سب کچھ قربان کر دینا جانتا ہے۔ اپنی ہر سانس یاد محبوب یاد معشوق میں صرف کرنا جانتا ہے۔ وہ دین و دنیا دونوں سے بے خبر بھی ہے اور بے نیاز بھی ہے۔ اسے اس کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ اسے دنیا والے کیا کہتے ہیں یا دین والے کیا کہتے ہیں۔ وہ اس سے بھی بے خبر اور بے نیاز ہے کہ اسے دنیا میں کیا ملے گا اور دین میں کیا ملے گا۔ وہ اپنے عشق کا معاوضہ نہیں چاہتا ہے۔ وہ اپنے عشق کی تجارت نہیں چاہتا ہے۔ وہ اپنے عشق کا سودا نہیں چاہتا ہے۔ اس کی چاہت پیار ہے اس کی چاہت محبت ہے' اس کی چاہت اپنے محبوب کے نام پر مرمٹنا ہے اور بس! (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۶۷

''عاشق کی سانس بلا کسب و ذکر عبادت ہے۔'' (وارثؔ پاک)

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

(اقبالؔ)

جب انسان اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر لیتا ہے اور اپنے خانہ دل میں اور دل کے ہر گوشہ اور ہر پہلو میں یاد خدا، ذکر خدا اور محبت خدا گھر کر لیتی ہے تو ایسے جانباز اور جاں نثار عاشق بامراد کو اپنے معشوق حقیقی یعنی پروردگار کی طرف سے یہ نوازش' یہ عنایت' یہ رحمت ملتی ہے کہ اس کی ہر سانس بلا کسب و ذکر عبادت ہے۔ آفریں ہے ایسے عاشق کی ذات پر جو اتنی بڑی دولت سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔ ایسے ہی موقعوں پر اور ایسی ہی منزلوں پر انسان تو انسان جن و ملک

بھی رشک کرتے ہیں۔ بھلا کون سی نماز' کون سا روزہ یا حج، کون سی زکوٰۃ یا خیرات، کون ساذ کر کون سی عبادت، کون سا عمل، کون سا کسب، اس عبادت کا مقابلہ کر سکے جو عاشق صادق کو نصیب ہوتی ہے۔ ہر سانس عبادت ہے۔ نیند عبادت' اٹھنا بیٹھنا عبادت، حوائج ضروری سے فارغ ہونا عبادت۔ یہی عبادت جمتے جمتے پہاڑ بن جاتی ہے اور وہ خدا کا جانباز عاشق صادق اس آب وگل کی زندگی سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر حشر تک شمع ہدایت بن کر روشن اور منور رہتا ہے۔ عشق کی منزل بہت بڑی منزل ہے پیارے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۶۸

''عاشق غافل نہیں سمجھا جا سکتا ہے اس یہی نماز اور یہی روزہ ہے۔'' (وارثؔ پاک)

خود گیری و خود داری و گلبانگ انا الحق
آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات

(اقبالؔ)

نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' خیر خیرات' یہ سب صفائی قلب کیلئے ہے۔ معبود حقیقی کی خالص اور لاشریک عبادت اور اسی کے سہارے زندگی گزارنے کے وعدے ہیں۔ بھولے ہوئے سبق کو پھر سے یاد کرنے کی تدبیریں ہیں اور دعائیں ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ ان کا ایمان ''لا الہ الا اللہ پر قائم ہو جائے۔ محمد الرسول اللہ پر قائم ہو جائے۔ قرآن کریم پر قائم ہو جائے۔ مگر وہ عاشق جانباز' وہ جاں نثار جس نے ابتداء یعنی حرف الف ''لا الہ الا اللہ'' سے کی۔ محمدؐ الرسول اللہ سے کی۔ اللہ کی آواز اور اللہ کے جلوہ قرآن کریم سے کی اور تن' من' دھن' یہاں تک کہ ہر سانس اور اس کی ہر دھڑکن اسی لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر ختم کی۔ اس کے ایمان کے قائم ہونے کا کیا سوال۔ اس کی ابتداء لا الہ الا اللہ اس اس کی انتہا لا الہ الا اللہ۔ ۔اس کے شیشہ قلب میں معبود حقیقی، معشوق حقیقی کے سوا کوئی نہیں۔ کوئی پہلوئے دل ایسا نہیں جس سے حق اللہ حق اللہ کی آوار نہ نکلتی ہو۔ ایسے عاشق جانباز اور جاں نثار کو غافل کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کی نیند نماز' اس کی ہر سانس نماز' اس کی ہر آواز اللہ کی آواز ہوتی ہے۔ اس کا ہر فعل وعمل' اس کا ہر قدم معبود حقیقی کے رضا وتسلیم کیلئے ہوتا ہے۔ وہ راضی برضا کا چمکتا ہوا ستارہ ہوتا ہے۔ تصدیق اور یقین کامل کا انمول موتی ہوتا ہے۔ وہ اللہ کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۶۹

''جب کوئی کسی کا عاشق ہوتا ہے تو اس کی کوئی سانس معشوق کی یاد سے خالی نہیں ہوتی۔'' (وارثؔ پاک)

وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں
عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تار رفو

(اقبال)

عشق، شوق، پیار، محبت، سب ایک ہی چیز ہے۔ سب بے لوث اور بے مانگ ہوتی ہے۔ سب نتیجہ سے بے خبر اور بے نیاز ہوتی ہے۔ حقیقی عشق اور مجازی عشق دونوں میں شوق، پیار، محبت کا جوش اور جنون یکساں طور پر پایا جاتا ہے۔ کوئی انسان، کوئی عاشق اپنی مراد تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ جب تک وہ تن من دھن کی بازی اپنے محبوب، مطلوب یا معشوق کو حاصل کرنے میں نہ لگا دے۔ دیکھا یہی گیا ہے کہ وہی عاشق کامیاب اور بامراد ہوتا ہے جس کی ہر سانس یادِ محبوب، یادِ معشوق کیلئے وقف ہو۔ قربان ہو۔ اگر کوئی سانس معشوق کی یاد سے خالی ہو گیا تو اس کے یہ معنی ہے کہ عشق مکمل نہیں ہے۔ اس میں کچا پن ہے۔ اس کو اور پکانے کی ضرورت ہے۔ مکمل عشق اس وقت ہوتا ہے جب اس کی کوئی سانس معشوق کی یاد سے خالی نہ جائے۔ عاشق کے دل میں۔ دل کے ہر گوشہ میں، ہر پہلو میں معشوق کی یاد کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہئے۔ چونکہ سانس اور اس کے ہر تار کا گزرخانہ دل سے ہوتا ہے اس لئے لوٹتے وقت سانس وہی چیز لے کر لوٹتی ہے جو وہ خانہ دل میں پاتی ہے۔ دل عشق میں محبوب کی یاد ہے تو یادِ محبوب لے کر سانس لوٹتی ہے۔ اس لئے عاشق صادق وہی ہے جس کی کوئی سانس یادِ معشوق سے خالی نہ ہو۔ زندگی اور شوق کا مقصد ذکر اور یادِ محبوب کے سوا اور کچھ نہ ہو ایسے جانباز عاشق الٰہی کو فقیر کہتے ہیں پیارے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۰۷

''عاشق کو خدا معشوق کی صورت میں ملتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

دراج کی پرواز میں ہے شوکت شاہیں
حیرت میں ہے صیاد یہ شاہیں ہے کہ دراج

(اقبال)

دنیا کے جتنے بڑے بڑے کارنامے ہیں سب کے سب عاشق جانباز اور جاں نثار کے کرشمے ہیں۔ خواہ وہ کارنامے مادیت کے ہوں یا روحانیت کے۔ خدا ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ جب اس ذات واحد کو کوئی نمایاں کام لینا ہوتا ہے۔ تو اپنے مخصوص بندے کے دل میں جذبہ شوق بھر دیتا ہے۔ جب یہی جذبہ شوق جنون اور عشق کی منزل اختیار کر لیتا ہے تو وہ مخصوص بندہ اپنا سب کچھ اس مخصوص چیز کو حاصل کرنے کی جستجو میں قربان کر دیتا ہے۔ تن من دھن کی بازی لگا دیتا ہے اور اس وقت چین لیتا ہے، جب اس طالب کو مطلوب شے مل جاتی ہے۔ اس عاشق کو اپنے مطلوب

سے، اپنے معشوق سے، اپنے محبوب سے وصل نصیب ہو جاتا ہے یا یوں سمجھئے کہ عاشق یا طالب اپنے مقصد میں، اپنے ارادہ میں، اپنی مہم میں کامیاب اور فتح یاب ہو جاتا ہے۔ وہی عاشق، وہی طالب کامیاب ہوتا ہے جو ایک صورت کے پیچھے دیوانہ اور مجنوں ہوتا ہے۔ ایک شوق، ایک مقصد، ایک مطلوب کے پیچھے دیوانہ ہوتا ہے۔ فقیری میں بھی یہی حقیقت روز روشن کی طرح روشن ہے، پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے۔ مرید عاشق ہوتا ہے اور پیر معشوق۔ مرید کو خدا پیر کی صورت میں ملتا ہے۔ پیر کی صورت ہی سب کچھ ہے۔ وہی مرید کامیاب ہے، فتح یاب ہے، بامراد ہے جو اپنے پیر کو پانے کے لئے اپنا سب کچھ تن من دھن قربان کر دے۔ اپنے خانہ دل میں، دل کے ہر گوشہ اور پہلو میں یادِ پیر، ذکر پیر کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ ایسا مرید قطرہ، پیر دریا میں پیوست اور جذب ہو کر سمندر محبوب خدا سے مل جاتا ہے اور جو محبوب خدا سے ملا وہ خدا سے ملا۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۷

''محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

میرے دل میں تیری زلفوں کی پریشانی
تیری تصویر سے پیدا میری حیرانی ہے

(اقبالؔ)

ہر مجلس، ہر سوسائٹی، ہر کلب کے چند اصول ہوتے ہیں۔ جو اصول کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ مجلس کے اصول کا ادب کرتے ہیں اور جو اس اصول مجلس کو نہیں بجالاتے ہیں اسے بے ادب کہا جاتا ہے۔ محبت کی بھی مجلس ہوتی ہے۔ پیار کی بھی مجلس ہوتی ہے۔ مگر یہ مجلس اور مجلسوں سے نرالی ہوتی ہے۔ اس مجلس کے ممبران کو سوائے اپنے محبوب سے ہر چیز سے بے خبری ہوتی ہے، بے نیازی ہوتی ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیوں کہہ رہا ہے؟ کس سے کہہ رہا ہے؟ اور کہاں کہہ رہا ہے؟ وہ تو صرف اتنا جانتا ہے کہ وہ مخاطب ہے اپنے محبوب سے، اپنے مطلوب سے، اپنے معشوق سے، خطاب کا مقصد بھی صرف محبوب کی خوشنودی ہے۔ پیار ہے، محبت ہے، زبان سے جو کچھ بھی نکلے یا سامعین کو سننے میں جو بھی آئے مگر دل شاہد ہے کہ عاشق کا مفہوم اور مقصد صرف اپنے محبوب کو خوش کرنا ہے۔ پھر یہ بھی تو نہیں معلوم کہ اس کا محبوب اپنے عاشق جاں باز اور جاں نثار کی کون سی ادا کو زیادہ پسند کرتا ہے اکثر و بیشتر یہی دیکھا گیا ہے کہ عاشق کی ظاہری بے ادبی ہی معشوق کو زیادہ مرغوب ہے۔ معشوق کو عاشق کے تخت دل کی بادشاہت نصیب ہوتی ہے۔ اسے زبان، قال، حال سے کیا واسطہ۔ اس لئے معشوق کی نگاہ میں اپنے عاشق کے ادب اور بے ادبی کی کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں۔ برحق ہے برحق ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۷۲

''محبت وہ چیز ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔'' (وارثؔ پاک)

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

(اقبالؔ)

محبت ایک بیج ہے اور اس بیج کو دل کے اندر بویا جاتا ہے اور پروان چڑھانے کیلئے اس کو خون سے سینچا جاتا ہے۔ برسوں برس کی متواتر کوششوں کے بعد محبت کا درخت لہلہا اٹھتا ہے اور پھر اس میں پھول اور پھل آتے ہیں۔ مگر اس جگر کے خون کے بوٹے کو وہی دیکھ سکتا ہے۔ جو روشن ضمیر ہو، صاحب بصیرت ہو۔ جو دماغ اور عقل عیار کے اسیر ہیں۔ جو خود بینی اور خود پرستی کے فریب میں مقصد ہیں انہیں خون جگر سے سینچے ہوئے محبت کے شاندار درخت کا حال کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اس شاندار درختِ محبت کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے۔ جب عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ اس پر نہ سانپ کا زہر اثر کرتا ہے اور نہ شیر کھا سکتا ہے تو ضرر کے کیا معنی؟ محبت کے متوالو۔! سوز جگر کے شیدائیو! شمع الٰہی کے پروانو! اس دنیائے سرائے فانی میں خوب سیر کرو۔ مست و بے غم ہو کر گھومو۔ بے خوف وخطر چلو اور پھر دیکھو تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تمہاری محبت خوشبو بن کر تمہیں قبر اور حشر میں معطر کرے گی۔ جب کہ گنہگار نفسی نفسی کرتے ہوں گے۔ تم مست اور بے فکر سیر کرتے نظر آؤ گے۔ محبت ایسی پائیدار اور مضبوط شے ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی کوئی اسے پامال کر سکتا ہے۔ مقصد زندگی محبت ہے۔ زندگی بے محبت کاغذ کا پھول ہے جس میں خوشبو نہیں۔ موتی ہے، جس میں آب نہیں۔ ہیرا ہے، جس میں تاب نہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۷۳

''محبت ہے تو ہم ہزار کوس پر بھی تمہارے ساتھ ہے۔'' (وارثؔ پاک)

جب دکھاتی ہے سحر عارض رنگیں
کھول دیتی ہے کلی سینہ زریں

(اقبالؔ)

معصوم کلی، ننھی کلی آسمان کے سینہ پر آفتاب کی ہلکی سی محبت دیکھ کر مسکرا دیتی ہے۔ جسے دنیا والے پھول کہا کرتے ہیں۔ کلی نے بھول کر بھی آفتاب کی دوری کا خیال نہ کیا۔ اسے اپنے عشق ومحبت پر ناز ہے، اسے دوری سے کیا کام۔ محبت کرنے والا دل دوری میں اور بھی نزدیک ہو جاتا ہے اور اپنے عاشق کا جلوہ ہر وقت دیکھتا رہتا ہے۔

ہمارے پیر و مرشد بندہ نواز حضرت سید وارث علی شاہؒ کا فرمان ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔محبت تو ہم ہزار کوس پر بھی تمہارے ساتھ ہیں۔آپ کی ذات بابرکت اللہ وارث اور وارث اللہ کی مکمل تفسیر ہے۔آپ کی منزل عشق ہے۔وہ عشق جو برق سے بھی زیادہ سبک رفتار ہے۔جس نے صدق دل سے یاد کیا،جس نے محبت بھرے دل سے پکارا وہاں وہ حاضر اور موجود۔ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی دنیا میں جب ایک میٹر کے نمبر کو آ کاش بانی کے نشر کردہ مشین سے کر دنیا کے کونے کونے کی آواز اور مجسمہ خاکی کی تصویر کی نقل و حرکت کو دیکھ سکتے ہو تو پھر روحانیت کی بلند منزلوں کی قربت نصیب ہونے میں تمہیں کیا شک اور شبہہ ہو سکتا ہے۔اپنے خانہ دل کے میٹر اور نمبر کو ٹھیک کرو اور وہ نمبر اور میٹر صرف محبت پیار ہے۔لگاؤ ہے۔دل کی آواز ہے اور پکار ہے۔محبت بھرے دل سے ایک بار پکار کر دیکھو،وارث وہاں حاضر ہیں۔مسیحا بن کے حاضر ہیں۔شمع ہدایت بن کے حاضر ہیں۔چراغ راہ بن کے حاضر ہیں۔تمہارے ہر دکھ اور درد میں حاضر ہیں۔قبر میں حاضر ہیں۔حشر میں حاضر ہیں۔اس سے بڑی رحمت اور عنایت اور کیا چاہتے ہو کہ تمہیں وارثؒ جیسا رہنما اور چراغ راہ بخشا ہے۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۷۴

''محبت میں بے ادبی میں ادب ہے۔''(وارثؒ پاک)

سامنے مہر کے دل چیر کے رکھ دیتی ہے
کس قدر سینہ شگافی کے مزے لیتی ہے

(اقبالؔ)

محبت کی من بھاون دنیا میں ادب اور بے ادبی ایک کھیل ہے۔اور عاشق یہ دونوں چال چلتے ہیں۔اس خیال سے کہ نہ جانے میرے معشوق کو کون سی ادا بھا جائے۔معشوق کبھی کبھی اپنے دیوانہ کی بے ادبی پر مسکراتا ہے،ہنستا ہے اور بار بار جھوم جاتا ہے۔عاشق کی زندگی کا مطلب اپنے معشوق کو خوش کرنا ہے۔چاہے وہ آداب سے خوش ہو یا آزادانہ بے پرواہی یا بے ادبی سے۔بے ادبی سے مقصد صرف معشوق کی دلجوئی ہوتی ہے یا گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھنا ہوتا ہے۔محفل عشق میں سب روا ہے۔صرف عاشق کو محل اور موقعہ کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔بے ادبی کے پردہ میں گستاخی اور بغاوت سے پرہیز ضرور ہے۔(حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۷۵

''محبت میں ایمان ہے۔''(وارثؒ پاک)

ترے جلوہ کا نشیمن ہو میرے سینے میں
عکس آباد ہو تیرا میرے آئینے میں

(اقبالؔ)

محبت ایک شیشہ ہے اور ایمان خدا کی دھندلی سی نورانی تصویر اور خدا کی اس نورانی تصویر کو عاشق کے شیشہ دل میں لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ عاشق مجازی نہیں بلکہ عاشق صادق، عاشق حقیقی کے ٹوٹے ہوئے دل میں۔ محبت سے لبریز دل میں۔ اس دل میں جس میں اوّل و آخر اللہ ہی اللہ ہے۔ اللہ بالکل تمہارے قریب ہے۔ شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ صرف ایک ہلکے سے پردہ کی دوری ہے۔ وہ پردہ ایمان کی نورانی چادر ہے۔ اس نورانی پردے میں خودی چھپی ہوئی ہے اور خودی کے ساتھ خدا کا جلوہ اپنی ساری رحمتوں اور عنایتوں کے ساتھ مسکرا رہا ہے۔ صرف یقین محکم اور تصدیق کامل کی ضرورت ہے۔ محبت میں ایمان ہے۔ یقین اور تصدیق کے ساتھ مان لو جہاں محبت نہیں وہاں ایمان نہیں اور جہاں ایمان نہیں وہاں عبادت ایک ڈھونگ، فریب دل اور فریب نظر ہے۔ نجات چاہتے ہو تو محبت کرو۔ جو ہم سے محبت کرے، وہ ہمارا ہے۔ یہ وارثؔ پاک کا اعلان ہے اور وارثی بننے کا نہایت ہی سہل اور آسان راستہ ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۷۶

''فقیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ چونکہ منزل عشق سخت دشوار گزار ہے، اس لئے طالب اس راستے کو مشکل سے پسند کرتے ہیں۔'' (وارثؔ پاک)

قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی
دل کے لٹ جانے سے میرے گھر کی آبادی ہوئی

(اقبالؔ)

شارع اسلام اور محبوب خدا ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے فقیر بھی ہوتے ہیں اور مشائخ بھی۔ مولوی، ملا، حافظ، خطیب، مبلغ، متقی، پرہیزگار، یہ سب مشائخ ہیں۔ یہ شارع اسلام کے مشائخ حضرات شرع، فقہ، حدیث کے پیروکار ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار کہتے ہیں۔ یہ لوگ ان ہی چیزوں کے پیروکار ہیں۔ جس کو ظاہری آنکھ سے دیکھتے ہیں یا پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ جیسے قرآن اور حدیث۔ قرآن اللہ کی آواز ہے اور حدیث محبوب خدا ﷺ کی جیتی جاگتی نوری تصویر ہے۔ ان دونوں چیزوں کی پیروی اور عمل میں کوئی دشواری کوئی دقت نہیں ہے۔ راستہ بنا ہوا ہے۔ صرف اس بنے راستہ پر چلنا ہے اور منزل مقصود کی طرف قدم بڑھانا ہے۔ اسی لئے اکثر و بیشتر حضرات اسی درجہ کو اسی منزل کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہ لوگ محتاط اور احتیاط پسند ہوتے ہیں۔ آرام طلب ہوتے ہیں۔ پانچوں وقت کے نمازی ہوتے ہیں۔ روزہ دار ہوتے ہیں۔ حج، زکوٰۃ، خیر خیرات کے پابند ہوتے ہیں۔ عبا، قبا والے ہوتے ہیں۔ داڑھی مونچھ والے ہوتے ہیں۔ نہ

کریم ﷺ کی ظاہری تمام علموں اور قدموں کے عامل ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے فقیر پروانہ خدا ہوتا ہے۔ پروانہ رسول ﷺ ہوتا ہے۔ عشق اس کی منزل ہوتی ہے۔ وہ عشق جس میں عبادت الٰہی، پابندی شریعت، قربانی نفس اس کے رگ وپے میں اس طرح دوڑتا پھرتا ہے۔ جس طرح سمندر میں لہر' فضائے آسمان میں برق نہ اس کو کسی دم چین ہے اور نہ قرار وہ ایک سیل رواں ہے۔ ابھی یہاں اور ابھی وہاں۔ فقیر اسی منزل کو پسند کرتا ہے۔ جس میں دقت ہے، دشواری ہے، پریشانی ہے، دشواری بھی ایسی کہ ہر بار مثل پروانہ اپنی شمع ہدایت پر جلتا ہے اور پھر زندہ ہو کر جلنے کی تمنا لئے اپنے دل میں بیٹھا رہتا ہے۔ اس لئے فقیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ مشائخ بازار دنیا کے گندے لوگوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس ڈر سے کہ ان کے پرہیزگاری کے لباس پر گندے دھبے نہ لگ جائیں۔ ان کا تقویٰ نہ ٹوٹ جائے۔ شراب حسن کا نشہ نہ چڑھ جائے اور اس طرح ان کی ساری ریاضت' ساری عبادت پل بھر میں خاک کا ڈھیر نہ بن جائے مگر فقیر اس بازار دنیا کی گندی سے گندی گلی میں گندے سے گندے لوگوں میں' شراب حسن کی ناگنوں کی محفلوں میں' میخانوں' ڈاکوؤں اور لیٹروں کی منڈلیوں میں مست و بے پروا اور بے غم سیر کرتے ہیں۔ ان بیمار دلوں کے زخموں پر مسیحا کے مرہم پٹی کرتے ہیں۔ ان بھٹکے ہوئے راہیوں کی شمع ہدایت بن کے رہنمائی کرتے ہیں۔ نہ ان کی فقیری پہ کوئی گندا داغ ہوتا ہے اور نہ نشان۔ وہ کنول کے پھول کی طرح بے داغ اس تاریک سمندر سے لوٹ آتے ہیں۔ چوں کہ یہ منزل عشق سخت دشوار گزار ہوتا ہے، اس لئے طالب اس راستے کو مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ (حسینؒ)



چراغ راہ نمبر ۷۷

''جس کو سب شیطان کہتے ہیں اس راہ میں وہ دوست بن جاتا ہے۔ دشمنی نہیں کرتا۔'' (وارثؒ پاک)

اے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیوں کر
مجھے معلوم کیا وہ راز داں تیرا ہے یا میرا

(اقبالؒ)

جس کو سب شیطان کہتے ہیں۔ وہ انسان کا نفس امارہ ہے۔ انسان کی خود بینی اور خود پرستی ہے۔ خود بینی اور خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور حقیقت سے دور رکھتی ہے۔ جب انسان خدا بیں و خدا پرست ہو جاتا ہے تو جہالت اور تاریکی کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ اس کی دل کی آنکھ دیکھنے لگتی ہے کہ یہاں کوئی غیر نہیں کوئی بیگانہ نہیں۔ کوئی دشمن نہیں۔ یہ سب نظر کا دھوکا تھا غلط آرزو اور غلط تمنا کا طوفان تھا جو شیطان بن کے نظر آرہا تھا۔ نفس امارہ کا وسوسہ تھا۔ شک وشبہ تھا جو دشمن بن کے نظر آرہا تھا۔ یہ جو ہر روز انسان گناہ کے قریب ہوتے جارہا ہے۔ اس کی وجہ صرف اس کا گندہ اور ذلیل نفس ہے جو کسی بھی حیلہ پر اسے ذلت اور بربادی کے راستہ پر لے جارہا ہے۔ انسان کا نفس ہی اس کے لئے شیطان ہے۔ انسان کو چاہئے کہ پہلے اپنے نفس پر قابو پانے کی کوشش کرے یہی اسے شیطان کی دنیا میں ہنستا کھلاتا لے جارہا ہے

اور ایک دن اسے جہنم کی آگ میں جھونک دے گا۔ اس نفس امارہ سے بچنے کا سب سے سہل اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے خانہ دل کو غلط آرزوؤں، حرص، طمع، حسد، بغض کینہ سے خالی کرو اور اس خانہ دل میں معشوق حقیقی کے نور کو بسا لو۔ جہاں نور آیا، نار غائب۔ جہاں روشنی آئی، تاریکی ناپید۔ فقیر جب اس منزل پہ پہنچ جاتا ہے تو خود بھی قطرہ نور بن جاتا ہے۔ اس نورانی مجسمہ کو دیکھ کر نفس امارہ جس کو سب شیطان کہتے ہیں، اس راہ فقیری میں دوست بن جاتا ہے۔ دشمنی نہیں کرتا۔ موذی شیطان فقیر کی زندگی کے آخری امتحان میں ملتا ہے یا اس وقت ملتا ہے جب مرید قطرہ پیر دریا میں پیوست ہونے لگتا ہے۔ بقیہ تمام منزلوں میں انسانی وسوسہ اور غلط آرزوؤں کا فریب ہوتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۷۸

''الا الہ الا اللہ زبانی کہنا اور ضرب لگانا اور بات ہے۔ بے دیکھے کسی چیز کا خیال محال ہے۔ دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے۔ (وارثؔ پاک)

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں پر کیا لذت اس رونے میں
جب خون جگر کی آمیزش سے اشکِ پیازی بن نہ سکا

(اقبالؔ)

بہت سے فقیر ریاضت اور عملیات میں پھنس جاتے ہیں۔ ذکر اور ورد میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ سب پیچیدہ راستے ہیں ساری زندگی ذکر کرتے کرتے، ضرب لگاتے لگاتے بیت جاتی ہے مگر عشق کی پہلی منزل بھی طے نہیں ہوتی ہے۔ زبانی کہنے، رٹنے اور ضرب لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ جب تک اسے دل سے لگاؤ نہ ہو۔ اللہ تصور کی دنیا میں نظر آتا ہے اور تصور کی دنیا میں جانا اور اس میں خدا کا جلوہ دیکھ کر مسکرانا پھانسی کے تختہ سے بھی زیادہ کٹھن ہے۔ اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہیں ملتا۔ بلکہ خون کے آنسو کے آخری قطرہ میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔ آنکھ کے پانی اور زبانی شور کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نمائش کرنے والا اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ اس پر خدا خود ہنستا ہے۔ دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے۔ چاہے اس کے حسن کا عاشق ہو یا اس کے کمال کا یا اس کے جمال کا۔ جادو بھری نظروں کا عاشق ہو یا سریلی آواز کا۔ اس طرح کے واقعات آئے دن رونما ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی خاص کمال نہیں۔ مگر بے دیکھے کسی چیز کا خیال محال ہے محال اس لئے ہے کہ اس کی تصویر نہیں ہے۔ کوئی روپ نہیں ہے۔ کوئی شکل نہیں ہے پھر بھی وہ عاشق کی دنیا میں ہر جگہ ہے۔ ہر ذرہ میں ہے۔ اس کے خانہ دل کے ہر پہلو اور گوشے میں ہے۔ وہ دنیا کی ہر صورت میں اپنے معشوق کا جلوہ دیکھتا ہے۔ نور دیکھتا ہے۔ اس عشق کے سامنے لا الہ الا اللہ زبانی کہنے والے اور ضرب لگانے والے کا کوئی مقابلہ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ یہ عشق اور فقیری بذات خود خدا کا جلوہ بن جاتا ہے۔ خدا کی آواز بن جاتی ہے۔ خدا کا پوشیدہ خزانہ بن جاتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۷۹

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چرواہے کو اپنی شریعت کی رو سے منع کیا سو وہ ناپسندیدہ ہوا اور اس کا وہی خلاف شرع کرنا پسند ہوا۔ اس کو دل سے تعلق ہے۔'' (وارث پاک)

پرسش اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری
ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا

(اقبالؔ)

یہ ارشاد وارث خصوصیت کے ساتھ شریعت کے علمبردار حضرات کی رہنمائی اور نصیحت کیلئے ہے۔ جو جذبہ شریعت میں آ کر فقیروں، درویشوں کی ذات بابرکت کی شان میں نہ کہنے والی بات کہہ ڈالتے ہیں۔ محفل عشق میں کسی چیز پر پابندی نہیں ہے۔ محبت میں بے ادبی میں ادب ہے۔ محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں ہے۔ اس کو دل سے تعلق ہے۔ خدا نے اپنے محبوبؐ کے ذریعہ قرآن کریم کے ذریعہ، دنیا والوں کو، شریعت کے علمبرداروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور چرواہے کے قصہ کو بیان کر کے اسی رازِ عشق اور رموز عشق کو یاد دلایا ہے۔ متنبہ کیا ہے تاکہ لوگ ایسی غلطی نہ کریں۔ خدا کے عاشق صادق کی شان میں کوئی نہیں کہنے والی بات منہ سے لوگ نہ نکالیں۔ مگر افسوس صد افسوس اورنگزیب بادشاہ نے حضرت سرمدؒ کے متعلق وہی غلطی کی۔ شریعت کے علمبردار حضرت منصورؒ کے ساتھ وہی غلطی کی جو آج کے بزرگ حضرات یعنی شریعت کے علمبردار کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ جیسے پیغمبر کو اپنی شریعت واپس لینی پڑی اور اس چرواہے کا وہی خلاف شرع کرنا بارگاہِ عزت میں، معبود حقیقی کے حضور میں پسند ہوا۔ اورنگزیب نے اپنی شریعت واپس نہیں لی۔ نتیجہ مغلیہ سلطنت کا زوال، بغداد کے بادشاہ نے اپنی شریعت واپس نہیں لی۔ نتیجہ بغداد کا زوال۔ اس کے بعد بھی اگر ظاہر پسند شریعت والے بزرگوں کی آنکھوں سے پردہ نہیں ہٹتا ہے۔ رمزِ عشق اور رازِ عشق سمجھ میں نہیں آتا ہے تو ان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کسی کو نہ برا کہو اور نہ سمجھو۔ اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ جب اتنی بھی رواداری برت نہیں سکتے تو شریعت کے غلاف کو اتار پھینکو۔ یہ لباس تمہیں زیب نہیں دیتا ہے۔ اللہ وارث اور وارث اللہ اپنی شریعت کا، اپنے شرع کا، اپنے قرآن کا، خود ہی محافظ بھی ہے اور وارث بھی۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۰

''عاشق جو کچھ معشوق کی نسبت کہے۔ بجا و درست ہے اور جو کچھ وہ تعظیم کرے وہ سزاوار ہے اور معشوق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ مقام رضا و تسلیم ہے۔ عاشق کو چارہ نہیں اور عاشق اپنے معشوق کی تعریف ہر پہلو سے کر سکتا ہے۔ نہ وہ گنہگار ہے نہ اس پر عذاب و ثواب ہے۔''

لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید
بس دوسرا وہ آنکھ پا نہیں سکتا۔

(وارثؔ پاک)

علاج درد میں بھی درد کی لذت پہ مرتا ہوں
جو تھے چھالوں میں کانٹے نوک سوزن سے نکالے ہیں

(اقبالؔ)

جس طرح اہل نظر‘ اہل بصیرت‘ اہل دل کے سامنے سمندر اور قطرہ برابر ہے، اسی طرح عاشق اور معشوق کا درجہ ایک ہے۔ اگر سمندر عمیق ہے تو قطرہ بھی سمندر ہی کی آویز ہے۔ قطرہ اسی وقت تک قطرہ ہے، جب تک کہ جدا ہے۔ جہاں ملا وہیں سمندر بنا۔ اس لئے عاشق اور معشوق میں فرق پیدا کرنا اور بڑائی چھوٹائی کا خیال لانا نادانی ہے۔ ایک ہی حقیقت ہے جو دو روپ میں نظر آ رہی ہے۔ کب مل جائے گی۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔ عاشق اور معشوق کی ملاقات یکا یک ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ حقیقت کی نظر سے فیصلہ کرنے کی کوشش کیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لغزش ہو جائے اور اس کی سزا اٹھانی پڑے۔ اس غلطی سے بچ نکلنے کا صحیح نسخہ اور آسان راستہ وارثؔ پاک عام انسانوں اور فقیروں کیلئے چراغ راہ بن کے رہنمائی کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”عاشق جو کچھ معشوق کی نسبت کہے بجا و درست ہے اور جو کچھ وہ تعظیم کرے وہ سزاوار ہے اور معشوق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ مقام رضا و تسلیم ہے۔ عاشق کو چارہ نہیں اور عاشق اپنے معشوق کی تعریف ہر پہلو سے کر سکتا ہے نہ وہ گنہگار ہے اور نہ اس پر عذاب و ثواب۔“ لیلیٰ را چشم مجنوں باید دید۔ بس دوسرا وہ آنکھ پا نہیں سکتا۔ محفل عشق میں کسی چیز پر پابندی نہیں۔ ظاہری شرع شریف کی رسائی عشق کامل کے سمندر سے وسعت اور گہرائی تک نہیں پہنچ سکتی۔ عاشق، ذاتِ معشوق میں محو اور پیوست ہو جاتا ہے۔ قطرہ سمندر میں جذب ہو کر سمندر کی طاقت پکڑ لیتا ہے۔ راز دنیا ایک ہو جاتا ہے اور اس طرح عاشق تمام حد بندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۱

”مذہب عشق میں کفر و اسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔“ (وارثؔ پاک)

ترکی بھی شیریں تازی بھی شیریں
حرف محبت ترکی نہ تازی

(اقبالؔ)

مذہب عشق سے مراد عشق الٰہی ہے۔ قرآن کریم جو اللہ کی آواز ہے اور جلوہ ہے۔ اللہ کی ذات بابرکت کو رب

العالمین سے خطاب کیا ہے۔ رب المسلمین نہیں۔ وہ سب کا رب ہے۔ سارے جہاں کا رب ہے۔ خدا سے محبت کرنے کیلئے مذہب اور ملت کی قید نہیں ہے اور نہ ہی زبان کی قید ہے۔ جس طرح اور جہاں کہیں بھی، جو کوئی ہو، اُسے عشق خدا کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ یہاں جو کچھ بھی ہے وہ عشق حقیقی ہے۔ خدا اپنے چاہنے والوں کے دل کی آواز خوب اور بڑے ہی اطمینان سے سنتا ہے۔ محبت کی منزل میں خدا بہروپئے کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ بہروپیا اپنے کو دھوکے میں رکھتا ہے اور خدا اس پر قہر نازل کرتا ہے۔ محبت کی دنیا سب سے نرالی ہوتی ہے اور یہاں کسی طرح کی بھی بڑائی چھوٹائی نہیں۔ بالکل انوکھی دنیا ہے۔ اگر زبان تک نہ ہلے۔ آنکھ تک نہ کھلے۔ پھر بھی خدا دل سے باتیں کر لیتا ہے۔ عاشق کی ہزار زبانیں ہوا کرتی ہیں۔ عاشق رازِ حقیقت کا راز داں ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جہاں دن ہے وہاں رات بھی۔ جہاں روشنی ہے وہاں تاریکی بھی۔ جہاں اسلام ہے وہاں کفر بھی۔ یہ مشیت کی مرضی ہے۔ یہ معشوق کی مرضی ہے اور عاشق مرضی مولا۔ راضی برضا کا شیدائی ہوتا ہے۔ اسے کفر و اسلام سے کیا غرض۔ اسے تو صرف معشوق سے لگاؤ ہے۔ اس کی نگاہ میں جو کچھ ہے معشوق ہے۔ فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے اور معشوق کے ہاتھ میں اس طرح رہتا ہے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں۔ اگر معشوق حقیقی کی مرضی ہے کہ اس کا عطا کردہ غیبی خزانہ کی دولت، زر و مال کفر کو بانٹ دے تو فقیر کفر کو بانٹ دیتا ہے۔ اسلام کو بانٹنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اسلام کو بانٹ دیتا ہے۔ فقیر تو حکم کا بندہ ہے جو حکم مالک کا اس کی پوری پوری اطاعت اور تابعداری فقیر کی شان ہوتی ہے کفر و اسلام ایک ہی دیوان کے دو دفتر ہیں۔ معشوق کی مرضی کبھی دفتر کفر کھولیں اور کبھی دفتر اسلام۔ عاشق کو دفتر سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔ (حسینؔ)



چراغ راہ نمبر ۸۲

''زبانی پڑھنا لکھنا اور ہے اور دل سے محبت اور ہے، زبانی پڑھنے لکھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ محبت عجب چیز ہے۔''

(وارثؔ پاک)

دل ہے مسلمان میرا نہ تیرا
تو بھی نمازی میں بھی نمازی

(اقبالؔ)

اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس کا کون بندہ، کون عاشق، دل سے اسے یاد کر رہا ہے اور کون صرف زبان ہلا رہا ہے۔ وہ غلط اور بناوٹ کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ جس طرح طوطا اللہ اللہ۔ رسول رسول کرتا ہے اور تا زندگی اسے قید قفس میں ہی پڑا رہنا ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ انسان نما طوطا جو اللہ اللہ، رسول رسول۔ صرف عادت کی وجہ سے رٹتا رہتا ہے۔ اسے بھی سوائے سبکی، ذلت اور رسوائی کے خدا کچھ نہیں دیتا۔ دل اور چیز ہے اور زبان اور زبان کا تعلق عقل سے ہے اور

دل کا جنون ہے۔ اللہ اس عاشق کو پسند کرتا ہے جو سوائے اس کے کسی کو بھی یاد نہیں رکھتا۔ دنیا میں پھنسے ہوئے کو بھی کیا خبر کہ عشق میں قربان ہو کر انسان کیوں کر سچی دولت خداوندی سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ سچے دل سے خدا کو یاد کرو نہیں تو اپنے جسم کو تکلیف نہ دو۔ ورنہ دین دنیا دونوں برباد ہو جائے گی۔ (حسین)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۸۳

''عشق کی الٹی چال ہے جس کو پیار کرتا ہے، اسی کو جلاتا ہے۔ جس کو پیار نہیں کرتا اس کی باگ ڈھیلی کر دیتا ہے۔'' (وارث پاک)

آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ

(اقبال)

دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز جواہرات میں ہیرا ہے مگر اس بے چارہ کو ہمیشہ پرکھا جاتا ہے۔ اسے تراشا جاتا ہے۔ اس کے سینہ پر آرا چلایا جاتا ہے۔ اس کے سینہ کے سارے داغ کو گھس کر دور کیا جاتا ہے۔ پھر اسے کسی ملکہ یا کسی شاہ کے تاج میں رونق افروز ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا اپنے اصلی بندے کو' اپنے پیارے فقیر کو اپنے پیارے عاشق کو ہمیشہ پرکھتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ جتنی بار یہ بندہ پرکھا جاتا ہے اس کی قیمت بڑھتی جاتی ہے اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ دنیا کی بادشاہت اس کے قدموں تلے ناچتی نظر آتی ہے۔ دنیاوی تکلیف پر ہمیشہ مسکرانا سیکھو۔ کیوں کہ ان گنت لوگوں میں خدا نے تجھ کو پسند کیا۔ زہے نصیب تمہارے جو دنیا کی مصیبت سہہ کر جنت کا ابدی آرام اپنے لئے خدا سے حاصل کر رہے ہو۔ امتحان کی منزل ہمیشہ سخت ہوتی ہے اور سختی کے بعد ایک نئی زندگی، نیا دور اور نئی شان کے مالک' پھول اور پھل والے درخت ہی کے قلم تراشے جاتے ہیں۔ جنگلی گھاس اور جھاڑیاں خودرو ہوا کرتی ہیں۔ کوئی اسے نہیں پوچھتا۔ تکلیف ہی راحت کی منزل ہے پیارے۔ فقیر کی ظاہری خستہ حالی' ایک نقاب ہے، ایک پردہ ہے، تاکہ عام لوگ اس انمول موتی انمول ہیرے کو اپنی اپنی طمع اور حرص میں پامال نہ کر دیں۔ خدا جس بندے کو نوازنا چاہتا ہے اور اپنا پوشیدہ خزانہ بخشنا چاہتا ہے، اس پر اپنی معرفت کھول دیتا ہے اور اپنے جانباز عاشق اور فقیر کا نقاب ہٹا دیتا ہے۔ نقاب ہٹتے ہی فقیری ہیرے جواہرات کی طرح چمکنے لگتی ہے۔ خزانہ اپنا منہ کھول دیتا ہے اور بندگان خدا اپنی اپنی جھولی بھر لیتے ہیں۔ بھائیو اور بہنو۔! فقیر کی ظاہری خستہ حالی کو نہ دیکھو، اللہ سے آنکھ مانگو اور فقیر کے پوشیدہ خزانے سے اپنی اپنی جھولی بھر لو۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۴

''تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں۔اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں اور خودی میں نہ رہنا یہی کمال ہے۔عشاق جب اس درجے پر پہنچتے ہیں تو اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں۔اس کی مثال یہ ہے کہ جب آفتاب فلک پر نور افشاں ہوتا ہے تو سارے مخلوق کی نگاہ سے کالعدم ہو جاتے ہیں۔جس طرح کواکب کا وجود آسمان پر ہے اسی طرح عشاق کا وجود معشوق میں ہے۔بخوائے، من کان اللہ کان اللہ لہ (جو اللہ کا ہوا، اللہ اس کا ہوا) عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔بس اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ وہ آفتاب حقیقی تمام انوار و اوصاف عشاق کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے۔''(وارثؔ پاک)

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہ فقیر

(اقبالؔ)

یہ ارشاد وارث بالکل واضح اور تشریح شدہ ہے۔زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔اتنا خبردار کر دینا ضروری ہے کہ ہوشیار، کبھی فقیر کو گداگر خیال نہ کرنا۔یہ اللہ کے عاشق ہوتے ہیں۔ان کے تمام صفات عشق ذات واحد میں فنا ہو جاتے ہیں۔انتہا یہ کہ عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں فقیر خدا کی رحمت ہے۔جو بھیس بدل کر اپنے نیک بندوں کی مدد کیلئے دنیا میں بھیجی جاتی ہے۔فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔خدا سب سے بڑا پردہ نشین ہے اور فقیر خدا کا سب سے زبردست نقاب ہے۔فقیر کی جھولی میں دنیا کی بادشاہت بند رہتی ہے۔فقیر بننا یا فقیر کو پہچاننا بہت ہی مشکل امر ہے۔پہلے خدا سے نظر مانگ' پھر فقیر میں خدائی دیکھ۔اللہ اور فقیر کا جلوہ بہت ہی زبردست فلسفہ ہے۔یہ تو وہ لوگ ہے۔جہاں خدا اور انسان میں عشق ہوتا ہے اور اسی بھیس میں خدائی نظر آتی ہے۔فقیر ہونا سب سے بڑا مرتبہ ہے۔سب سے بڑی فضیلت ہے۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۵

''عشاق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ہر مخلوق سے جو چاہیں کرا دیں۔''(وارثؔ پاک)

ماسوا اللہ کیلئے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہے تو تقدیر ہے تدبیر تری

(اقبالؔ)

عشق جب مکمل ہو جاتا ہے تو عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ جب تمام صفات، عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں تو عشاق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ہر مخلوق سے جو چاہیں کرا دیں۔ اس عاشق صادق کی زبان کا نکلا ہوا ایک ایک لفظ' اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ایک فیصلہ قانون بنتا جاتا ہے۔ بھنور میں گھری ہوئی کشتی کنارے لگ جاتی ہے۔ روٹھے ہوئے مقدر بن جاتے ہیں بگڑی ہوئی تقدیر سنور جاتی ہے۔ خزاں میں بہار آ جاتی ہے۔ اتنا بلند مرتبہ اور اتنی بڑی منزل دے کر معبود حقیقی اپنے جانباز اور جاں نثار عاشق کی رکھوالی بھی خود ہی کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جذبہ شوق میں میرا پیارا عاشق نظام قدرت میں خلل پیدا کر دے اس لئے یہ صلاحیت بھی بخش دیتا ہے کہ باوجود اقتدار عاشق وہی کرتا ہے۔ جو معشوق کی مرضی ہوتی ہے۔ تقدیر اسی کی بدلتی ہے۔ جس کی تقدیر معبود حقیقی کو بدلنا منظور ہوتا ہے۔ پوشیدہ خزانہ کی دولت اسی کو ملتی ہے۔ جس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔ فقیر کا دل خدا کا دل ہوتا ہے۔ فقیر کی زبان خدا کی زبان ہوتی ہے۔ فقیر کے ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس لئے فقیر جو کچھ بھی کرتا ہے۔ اللہ کی مرضی اور اشارے سے کرتا ہے اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۶

''باوجود اقتدار خدا کے واسطے ایک عضو کو بیکار کر دو اور کام نہ لو۔ شیطان کو بغل میں رکھ کر یاد خدا کرنا بڑا کام ہے۔ از نفس خود سفر کردن بڑی منزل ہے۔'' (وارثؔ پاک)

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

(اقبالؔ)

اگر تمہیں اپنی کسی بھی طاقت پر گھمنڈ ہے تو سب سے پہلے اسی طاقت اور اسی گھمنڈ کا گلا گھونٹ دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے بڑی طاقت تیرے گھمنڈ کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دے یا وہ اقتدار خود بخود کمزور ہو جائے اور تو دنیا میں ہی اپنے کو لاچار خیال کرنے لگے۔ اس لئے باوجود اقتدار خدا کے واسطے ایک عضو کو بے کار کر دو اور اس اقتدار اور اختیار سے کام نہ لو۔ دنیا میں رہ کر' شیطانی اور ابلیسی وسوسہ میں رہ کر شیطان کو بغل میں رکھ کر یاد خدا کرنا بڑا کام ہے، بڑی عبادت ہے۔ نفس پرستی اور خود پرستی چھوڑ کر خدا پرستی، اللہ پرستی بہت بڑا درجہ ہے۔ از نفس خود سفر کردن بڑی منزل ہے۔ فقیری یہ نہیں ہے کہ شیطان اور ابلیس کے ڈر اور خوف سے آبادی چھوڑ کر جنگل اور پہاڑ چلا جائے۔ یہ پرلے درجہ کی بزدلی ہے۔ یہ تو وہی کرتا ہے جو شیطان چاہتا ہے۔ اللہ کو عبادت چاہئے۔ صرف ذکر نہیں۔ عبادت آبادی میں ہوتی ہے نہ کہ تنہائی میں یا گوشہ نشینی میں۔ بہت سے طالب نفس کے غلبہ کے ڈر اور خوف سے ایسی ایسی ناز یبا حرکت کرتے ہیں کہ نفس ہی مر جائے۔ جب نفس

ہی مرگیا تو روح کی جلایا تازگی کیسے ہوگی اور کس سے ہوگی؟ بہادری یہ ہے کہ نفس موجود ہے اور پوری طاقت کے ساتھ موجود ہے مگر کوئی کام نفس کیلئے نہیں ہوتا ہے جو کچھ ہوتا ہے وہ سب معبود حقیقی کی خوشنودی کے لئے ہوتا ہے ایسے جوانمردوں اور جاں نثار عاشق الفقر فخری کا عالی مرتبہ اور شان حاصل کرتے ہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۷

''لنگوٹ بند وہ ہے جو تمام عورتوں کو اپنی ماں بہن کے مثل جس طرح جانتا ہے۔ اسی طرح خواب میں بھی وہ کسی عورت کو نفسانی خواہش کے ساتھ نہ دیکھے۔'' (وارثؔ پاک)

اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فنون و افسانہ

(اقبالؔ)

خودی، ایمان کے نازک شیشہ میں رہا کرتی ہے اور ایمان ایک ایسا شیشہ ہے جسے بچانے کیلئے ساری زندگی سخت احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ساری زندگی کی احتیاط منٹوں میں برباد ہو جاتی ہے۔ جہاں شیشہ ٹوٹا اور خودی غائب ہوئی۔ تیری خودی کا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو شراب حسن کے سامنے بے ہوش اور متوالا ہو جاتا ہے۔ اگر حسن کا شیدائی ہے' متوالا ہے' تو حسن کے موجود کو دیکھ۔ خدا حسین ترین نور ہے۔ اس کا حسن تو ہر جگہ ہے اور ہر ذرہ میں ہے۔ جس حسن کو دیکھ کر تو متوالا وہ تو صرف ایک عکس ہے ایک پرتو ہے، اس حسن حقیقی کا، اس نور حقیقی کا۔ جب پرتو میں اتنی کشش ہے تو ذات حسن یا ذات نور کے حسن کا کیا پوچھنا۔ اسی جان لیوا منزل پر، اس جان لیوا گھاٹ پر بڑے بڑے جید فقیر' درویش' سادھو پارہ کی طرح تھرتھرانے لگتے ہیں۔ نفسانی خواہش کے سنہرے جال میں پھنس جاتے ہیں اور ساری زندگی کی عبادت اور ریاضت کو منٹوں میں نذر آتش کر دیتے ہیں۔ مگر جو لوگ لنگوٹ بند ہیں۔ ایسے لنگوٹ بند، جو تمام عورتوں کو اپنی ماں بہن کے مثل جس طرح جانتے ہیں اسی طرح خواب میں بھی وہ لوگ کسی عورت کو نفسانی خواہش کے ساتھ نہیں دیکھتے ہیں۔ ایسے لنگوٹ بند پر شراب حسن تو کیا پری پیکر کا بھی جادو نہیں چلتا۔ وہ ہر چیز میں اللہ کا جلوہ دیکھتا ہے۔ نور دیکھتا ہے حسن حقیقی دیکھتا ہے۔ عورتوں کا ماں، بہن جیسا احترام کرتا ہے۔ اس کی خودی زندہ رہتی ہے اور اس خودی میں خدا جلوہ افروز رہتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۸

''جو طمع میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں ہے۔'' (وارثؔ پاک)

نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

(اقبالؔ)

محبت اور طمع ایک دوسرے کی ضد ہے۔ جہاں محبت ہے وہاں طمع نہیں اور جہاں طمع ہے وہاں محبت نہیں۔ فرمان وارثؔ ہے ''جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے اسی کے خلاف اعلان ہے،'' جو طمع میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں ہے۔'' وارثیوں کو خصوصیت کے ساتھ اس فرمان وارثؔ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ طمع میں گھر کر وارثؔ کو تم کھو دو۔ ارے نادان طمع تو وہ کرتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ غریب ہو۔ تو تو ایسے پیر کا مرید ہے۔ جس کے لاکھوں خزانے ہیں۔ اگر تو طمع سے پاک نہ رہ سکا تو کس طرح وارثؔ کے لاحساب خزانوں کی رکھوالی کر سکے گا۔ پہلے سچا وارثی تو بن۔ پھر وارثؔ تجھے اپنے سارے خزانوں کا پاسبان بنا دیں گے اور تیرے ہی ہاتھوں سے قدرت کی لاحساب دولت جس کی ہزاروں شکلیں ہیں، دنیا والوں کو بٹوائی جائے گی۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۹

''بڑی فقیری یہ ہے کہ ہاتھ نہ پھیلے۔ بلا مانگے دے تو لے لے۔'' (وارثؔ پاک)

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگاہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام

(اقبالؔ)

بلا مانگے دے تو لے لے۔ بلا مانگے صرف خدا دیتا ہے اور یہ اشارہ صرف خدا کی طرف ہے آدمی کی طرف نہیں۔ بخشش کرنا، عنایت کرنا خدا کی شان ہے اور اس شان کو خدا ہی بناتا ہے۔ وہ دیتا ہے تو اس قدر کہ دین و دنیا تک دونوں ہاتھوں سے لٹانے پر بھی نہ کم ہوتا ہے اور نہ ختم۔ جو خود مجبور ہے وہ دوسرے کی حاجت روائی کیا کرے گا۔ آدمی کمزوریوں اور ہر قسم کی حاجت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایک کمزور اور حاجت مند دوسرے کی ضرورتوں کو کیسے پورا کریگا۔ بجائے انسان کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا۔ اللہ سے مانگ۔ تیرا حق ہے تجھے ضرور ملے گا۔ مانگنے کے طریقے سے مانگ۔ نیکی کی مزدوری مانگ۔ مقدر کا لکھا مانگ۔ بڑی فقیری یہ ہے کہ کسی انسان کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے۔ بلا مانگے اللہ کسی اپنے نیک بندے کے ذریعہ دے تو اس سے انکار نہ کرے، لے لے، قبول کر لے، شکر اور صبر کے ساتھ قبول کر لے۔ معشوق کی ایک یہ بھی ادا ہوتی ہے۔ عاشق وہی کرے جس سے معشوق خوش ہوتا ہے، راضی ہوتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۹۰

''فقیر کا کوئی گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔'' (وارثؒ پاک)

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذاں سے پیدا

(اقبالؔ)

اینٹ، مٹی اور پتھر کے چھوٹے بڑے ٹکڑوں کو سجا کر دیواریں جو تم اٹھاتے ہو۔ اس کا نام گھر نہیں۔ اس کا نام دھوپ اور پانی سے بچنے کا سہارا ہے۔ فقیر کا گھر ساری دنیا ہے۔ جب جہاں جی چاہے رہے۔ تم پر جب خدا نے دنیا تنگ نہیں کی تو تم اینٹ، مٹی، پتھر کی دیواروں میں اپنے قید کو دنیا کیوں چاہتے ہو۔ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے۔ دنیا کے لئے تمہیں خدا نے نہیں پیدا کیا۔ زمین کا چپہ چپہ تمہیں دیکھنے کے لئے ترستا ہے۔ جب دنیا میں آیا ہے تو سب سے پہلے دنیا دیکھ پھر تیری عقل میں آئے گا کہ اللہ کیا ہے۔ اس کی خدائی کیا ہے اس کا رحم کیا ہے۔ اس کا کرم کیا ہے۔ اس کا قہر کتنا ہیبت ناک ہے۔ اینٹ اور پتھر کی چہار دیواری میں اپنے کو قید نہ کر۔ قید تو جانور ہوتا ہے، انسان نہیں اور تُو تو فقیر ہے، فقیر کا کوئی گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۹۱

''معشوق کا ترسانا اور حجاب وعتاب ہی تو رحم وفضل ہے۔'' (وارثؒ پاک)

مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاج گردش چرخ کہن بھی ہے

(اقبالؔ)

عشق کی منزل بہت دشوار گزار اور کٹھن ہوتی ہے۔ اسی لئے طالب بہت مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ وہی پسند کرتے ہیں جس کی فطرت خطر پسند ہوتی ہے۔ جس کام کے نام سے اوروں کا دل دہل جاتا ہے۔ عاشق کیلئے ایک اشارہ کافی ہے۔ دنیا کے جتنے بھی نمایاں کارنامے ہیں سب کے سب عاشق ہی کے دم سے ظہور میں آئے ہیں۔ چاہے وہ کارنامے مادی دنیا کے ہوں یا روحانیت کے۔ عاشق ہی کے خون جگر کا نذرانہ ہے۔ عاشق وصل کا دیوانہ ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ حجاب اٹھے اور جلوہ نظر آئے۔ اسی دھن میں وہ پارہ کی طرح بے قرار رہتا ہے۔ معشوق بھی عاشق کے جذبہ صادق کا احترام کرتا ہے۔ وہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے جانباز اور جاں نثار عاشق کو اپنی آغوش میں بٹھالے مگر شرط صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ عاشق صرف اپنے معشوق کے رخ زیبا ہی کا دیوانہ ہو۔ معشوق اپنا کوئی رقیب بنانا نہیں چاہتا ہے۔ اس لئے معشوق کو اپنے دل پر پتھر باندھ کر اپنے جاں نثار عاشق کے عشق کو پختہ کرنے کیلئے ظالم بننا پڑتا ہے۔ وہ اس لئے ترساتا ہے۔ حجاب کرتا

ہے، عتاب دیتا ہے تا کہ اس کے عاشق کی محبت میں جذبہ آئے تڑپ آئے۔ محبت پختہ ہو جائے۔ بظاہر معشوق کا ترسانا' حجاب عتاب ہے مگر بباطن یہ رحم وفضل ہے۔ اگر معشوق ایسا نہ کرے تو اس کا عاشق ہرجائی ہو جائے اور بھنورا بن کر پھول پھول دوڑتا پھرے۔ اس لئے کہ وصل کے بعد عشق کی تپش ٹھنڈی ہو جاتی ہے یہ آگ ایسی ہوتی ہے کہ ایک بار ٹھنڈی ہونے کے بعد دوبارہ نہیں سلگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق کو وصل اس وقت نصیب ہوتا ہے۔ جب تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۹۲

''معشوق کا ترسانا اور حجاب وعتاب ہی تو رحم وفضل ہے۔'' (وارثؔ پاک)

مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاج گردش چرخ کہن بھی ہے

(اقبالؔ)

عشق کی منزل بہت دشوار گزار اور کٹھن ہوتی ہے۔ اسی لئے طالب بہت مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ وہی کرتے ہیں جس کی فطرت خطر پسند ہوتی ہے۔ جس کام کے نام سے اوروں کا دل دہل جاتا ہے عاشق کیلئے ایک اشارہ کافی ہے۔ دنیا کے جتنے بھی نمایاں کارنامے ہیں سب کے سب عاشق ہی کے دم سے ظہور میں آئے ہیں۔ چاہے وہ کارنامے مادی دنیا کے ہوں یا روحانیت کے۔ عاشق ہی کے خون جگر کا نذرانہ ہے عاشق وصل کا دیوانہ ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ حجاب اٹھے اور جلوہ نظر آئے۔ اسی دھن میں وہ پارہ کی طرح بے قرار رہتا ہے۔ معشوق بھی عاشق کے جذبہ صادق کا احترام کرتا ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے جانباز اور جاں نثار عاشق کو اپنی آغوش میں بٹھا لے۔ مگر شرط صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ عاشق صرف اپنے معشوق کے رخ زیبا ہی کا دیوانہ ہو۔ معشوق اپنا کوئی رقیب بنانا نہیں چاہتا ہے۔ اس لئے معشوق کو اپنے دل پر پتھر باندھ کر اپنے جاں نثار عاشق کے عشق کو پختہ کرنے کیلئے ظالم بننا پڑتا ہے۔ وہ اس لئے ترساتا ہے۔ حجاب کرتا ہے عتاب دیتا ہے تا کہ اس کے عشق کی محبت میں جذبہ آئے تڑپ آئے۔ محبت پختہ ہو جائے بظاہر معشوق کیا ترسانا وحجاب عتاب ہے۔ مگر بباطن یہ رحم فضل ہے اگر معشوق ایسا نہ کرے تو اس کا عاشق ہرجائی ہو جائے اور بھنورا بن کر پھول پھول دوڑتا پھرے اس لئے کہ وصل کے بعد عشق کی تپش ٹھنڈی ہو جاتی ہے یہ آگ ایسی ہوتی ہے کہ ایک بار ٹھنڈی ہونے کے بعد دوبارہ نہیں سلگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق کو وصل اس وقت نصیب ہوتی ہے۔ جب تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۹۲

''تسلیم و رضا ہے جب کہ شر کو بھی خیر سمجھے اور خیر تو خیر ہی ہے اور تکلیف بھی عاشق و معشوق کا راز و نیاز ہے۔

(وارثؔ پاک)

تیری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے

(اقبالؔ)

تسلیم و رضا کی منزل' فیضِ ولایت اور فیضِ نبوت کے ظہور کی منزل ہے۔ اس لئے فقیری کے سب سے دشوار گزار منزل پہ عاشق صادق کا امتحان ہوتا ہے۔ شر کو خیر سمجھنا معشوق کی جفا کو عطا سمجھنا۔ صرف زبان سے نہیں، صرف دماغ سے نہیں، صرف عقل سے نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے دل کے ہر گوشہ اور ہر پہلو سے پوری تصدیق اور یقین کامل سے سمجھنا اس کا نام تسلیم و رضا ہے۔ جوان بیٹے کی موت' کل بادشاہ اور آج گدا۔ صبح تندرست اور شام موت کی آخری ہچکی۔ بیٹھے بیٹھائے ذلت اور رسوائی کا انبار۔ بلائے ناگہانی سب شر سب جفا مگر دلی تصدیق یہ کہ خیر ہے، عطا ہے۔ ایسے یقین محکم اور ایسی تصدیق کا نام رضا و تسلیم ہے۔ اس کی طرح تصدیق کا قائم ہونا عاشق کے بس کی بات نہیں۔ بڑے سے بڑے جانباز اور جاں نثار فقیر پارہ کی طرح تھرتھرانے لگتے یں۔ لاکھوں میں ایک بلکہ کروڑوں میں ایک ایسے خوش نصیب فقیر ہوتے ہیں۔ جن کو خدا اپنی مخصوص عنایت اور رحمت والی نظر سے دیکھتا ہے اور تسلیم و رضا جیسی قیمتی گوہر درخشاں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ ایسے ہی عاشق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ہر مخلوق سے جو چاہیں کرا دیں۔ عاشق راہی ہوتا ہے۔ منزل دور دراز ہوتی ہے۔ راستے پرخطر اور پیچیدہ ہوتے ہیں۔ معشوق باخبر ہوتا ہے اور عاشق بے خبر۔ بے خبری میں عاشق راحت کے راستے کو تکلیف تصور کرتا ہے۔ مگر باخبر معشوق اپنے عاشق جانباز اور جاں نثار کو پیار و محبت کے ذریعہ حجاب و عتاب کے ذریعے، کبھی ترسا کر' کبھی ڈرا کر' کبھی تسلی دے کر منزل بہ منزل طے کراتا جاتا ہے۔ منزل جب تک نہیں آتی ہے۔ عاشق تڑپتا ہے اور ہر قدم پہ تکلیف محسوس ہوتا ہے۔ سچ ہے تکلیف بھی عاشق و معشوق کا راز و نیاز ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۹۳

''جو تم سے محبت کرے۔ اس سے محبت کرو۔ نہ کسی کے حق میں دعا کرو نہ بددعا تم رضا و تسلیم کے بندے ہو۔''

(وارثؔ پاک)

تیری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

(اقبالؔ)

رضا و تسلیم کے بندے۔ خیر تو خیر۔ شر میں بھی خیر دیکھتے ہیں۔ معشوق کی جفا میں عطا دیکھتے ہیں۔ ایسے بندگان خدا کی نگاہ میں قدرت کی ہر چیز اپنی اصلی نوعیت پہ نظر آتی ہے۔ اس کی نگاہ دور بین اور اندرون بین ہو جاتی ہے۔ راز اور یارِ عشق اس پر کھل جاتے ہیں۔ اس کے تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں۔ قطرہ کی ساری تڑپ اور بیقراری عشق کے سمندر میں جاتے ہی سکون اختیار کر لیتی ہے۔ اس کی زبان پہ کسی کے حق میں دعا ہوتی ہے اور نہ بددعا۔ جو اس سے محبت کرتا ہے۔ اس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہی راضی برضا کی منزل ہے مرضی مولا کی منزل ہے۔ فقیری کی سب سے اعلیٰ مرتبہ کی منزل ہے یہ سعادت زور بازو سے نہیں ملتی ہے۔ یہ خدا کی خاص الخاص عنایت ہے۔ رحمت سے ہے جسے بخش دے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۹۴

"تسلیم و رضا بی بی فاطمہ اور دونوں صاحبزادوں کا حصہ ہے۔ (وارث پاک)

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ دیکھنا
اتر گیا جو تیرے دل میں لاشریک لہٗ

(اقبالؔ)

چوں کہ فقیری حضرت بی بی فاطمہؓ اور ان کے ہونہار دونوں لخت جگر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی ذات بابرکت پر مکمل ہوئی اور ان ہی کے ذریعہ یہ فیض عام جاری ہوا۔ اسی طرح تسلیم و رضا کی منزل جو فقیری کی آخری اور اعلیٰ ترین منزل ہے وہ بھی ام الفقرا حضرت بی بی فاطمہؓ اور امام الشہدا حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ پر ہی تکمیل تک پہنچی۔ تسلیم و رضا کا امتحان جو ام الفقرا نے دیا یا امام الشہدا نے دیا، وہ بے مثال ہے اور قیامت تک دوسری مثال اس کی قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ خیر تو خیر، شر کو بھی خیر اس درجہ سمجھا کہ معبود حقیقی کو بھی آفریں کہنا پڑا۔ معشوق حقیقی کی جفا کو ایسی عطا سمجھا کہ انسان تو انسان ہر جاندار ایک زبان ہو کر مرحبا مرحبا کہہ اٹھا۔ آخر کیوں نہ ہو، آپ کا لگاؤ کس سے تھا۔ نسبت کس سے تھی۔ نور کس کا تھا۔ محبوب خداؐ کا تھا۔ رحمۃ اللعالمین کا تھا۔ محبت کامل کا تھا، انسان کامل کا تھا۔ امام الاولیا حضرت علی شیر خدا، مولا مشکل کشا کی شریک حیات اور ان کے دونوں صاحبزادے تسلیم و رضا کی منزل کی صف اول میں اگر جگہ نہ پاتے تو اور کون پا سکتا تھا۔ یہ خصوصیت والی عنایتِ خداوندی اگر ان کے حصہ نہ آتی تو اور کون اس کا مستحق ہو سکتا تھا۔ جیسی نیکی ویسا بدلہ جیسی قربانی ویسا صلہ۔ اللہ سب سے بڑا منصف ہے اس کے انصاف پر انسان تو انسان پرندے پر نہیں مار سکتے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر ۹۵

''حضرت امام حسینؓ نے ایک رضائے معشوق کیلئے تمام خاندان کو میدان کربلا میں شہید کردیا۔'' (وارث پاک)

محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی
جرس بھی کارواں بھی راہبر بھی راہزن بھی ہے
(اقبالؔ)

میدان کربلا کا واقعہ دنیائے اسلام کیلئے اہم اور عبرت ناک واقعہ ہے۔ حضرت امام حسینؓ باغ اسلام کے درخشاں پھول تھے۔ یزید بھی باغ اسلام کا نمایاں پھول تھا مگر آل عبا کی محبت دل میں نہ تھی۔ اس لئے پرخاش پر کمر باندھ کر ستیاناس ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد دین اسلام کی خلافت چاروں جلیل القدر صحابی پروانہ رسول، عاشق دین، یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی شیر خداؓ کے ذمہ اور حصہ میں آئی۔ دشمنان اسلام اور منافقان دین نے دین اسلام کی بنیاد کو چاروں جلیل القدر خلفاء کے دوران خلافت میں ہی حد درجہ کمزور کر دیا تھا۔ حضرت علی شیر خداؓ کی شہادت اور ان کے پردہ کر جانے کے بعد خلافت کی رہی سہی عزت خطرہ میں پڑ گئی۔ باغ اسلام میں خزاں آ گئی۔ بزرگوں نے اور شارع اسلام نے جس درخت اسلام کو اپنے خون جگر سے سینچ کر پھل دار اور شاندار درخت بنایا تھا۔ اس کی جڑ ہلنے لگی، شاخیں کٹنے لگیں، پتے جھڑنے لگے۔ عنقریب تھا کہ باغ اسلام کا درخت زمین پر آ گرے مگر معبود حقیقی کا اپنے محبوب سے وعدہ تھا کہ کھلم کھلا قرآن کا اعلان تھا کہ خدا اپنے قرآن کا، اپنے دین اسلام کا خود محافظ ہے۔ وعدے کے مطابق معبود حقیقی کا اپنے تسلیم و رضا والے بندے کی طرف اشارہ ہوا۔ جن کو عطا سمجھنے والے عاشق جانباز اور جاں نثار کی طرف انگلی اٹھی اور انگلی کے اٹھتے ہی عاشق صادق حضرت امام حسینؓ رضائے یار کے لئے رضائے معشوق کیلئے تن من دھن کے ساتھ تمام خاندان کے ساتھ شیر خوار بچوں کے ساتھ میدان کربلا میں حاضر ہو گئے اور سب کے سب جام شہادت نوش فرما گئے۔ ایک طرف تسلیم و رضا کی منزل کا امتحان تھا اور دوسری طرف اپنے وعدے کے مطابق اپنے اسلام دین کی حفاظت منظور تھی۔ منزل بھی طے ہوگئی اور دین اسلام کی حفاظت بھی پوری ہوئی۔ عاشق بھی اپنی منزل فقیری کا بادشاہ بنا اور معشوق کی بھی اپنے محبوب کے سامنے لاج رہ گئی۔ یہ تھا اصل میں راز و نیاز عشق، جو میدان کربلا کے نام سے مشہور ہے۔ رمز عاشقی و معشوقی نازک ہے۔ کوئی اس کو کیا سمجھ سکتا ہے جو حضرت امام حسینؓ کی شان میں نہ کہنے والی بات منہ سے نکالتے ہیں۔ وہ اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ یہ راز و نیاز عشق ہے۔ مشائخ اس کو کیا جانیں۔ یہ کام فقیروں کا ہے۔ جن کو کوئی سانس یا خدا سے خالی نہیں جاتی ہے۔ جس کا ایمان رضائے یار ہوتا ہے۔ فقیر شمع الٰہی کے پروانے ہوتے ہیں۔ شمع جلی اور پروانے جاں نثار اور قربان۔ یہی حال تھا فقیروں کے بادشاہ حضرت امام حسینؓ کا۔ جنہوں نے ایک رضائے معشوق کے لئے تمام خاندان کو میدان کربلا میں شہید کر دیا۔ انتہا یہ کہ اس وقت سے لے کر آج تک ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں فقیر، غلام حسینؓ، خاک حسینؓ،

تن من دھن سب قربان کرتے چلے آ رہے ہیں اور اس دین اسلام کے درخت کو اپنے خون جگر سے سینچ رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہی فیضِ حسینؓ ہے۔ یہی پیروی حسینؓ ہے۔ یہی سنتِ حسینؓ ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر ۹۶

''انسان جس چیز کو مضبوط پکڑے اور اس پر رُک جائے، وہیں خدا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانہ دل کے مکینوں میں

(اقبالؔ)

خدا کا ملنا تہہ بند پر موقوف نہیں ہے۔ طلب صادق ہے تو ہر لباس' ہر چیز اور ہر ذرہ میں ملتا ہے۔ ملنے کی شرط ایک ہے۔ مضبوط پکڑنے اور رک جانے کا۔ انسان جس چیز کو مضبوط پکڑے اور اس پر رک جائے وہیں خدا ہے۔ اس سے بڑی عنایت اور کیا ہوسکتی ہے۔ اس نے اپنے ملنے کا کوئی خاص گھر' کوئی خاص شئے کوئی خاص مقام مقرر نہیں کیا ہے۔ جہاں چاہو، جس جگہ چاہو، جس شے میں چاہو، اس سے مل سکتے ہو۔ چیز یا شے کا انتخاب تم پر چھوڑا ہے۔ چن لو' انتخاب کرلو۔ کہاں ملو گے۔ کس چیز میں ملو گے۔ یہ خدا کو بتادو۔ اس کے جواب میں خدا اتنا ہی چاہتا ہے کہ جب تم نے اس چیز کی تخصیص کر لی۔ اس شے کو انتخاب کرلیا۔ تو اس چیز یا اس شے کو مضبوط پکڑے رہو۔ اس پر رک جاؤ نہ آگے بڑھو اور نہ پیچھے۔ تمہارے مضبوط پکڑنے اور رک جانے کا امتحان ہوگا۔ تمہارے ایثار و قربانی کا امتحان ہوگا۔ تمہارے تن من دھن کا امتحان ہوگا۔ تمہارے ایمان کا امتحان ہوگا۔ تمہارے یقین اور تمہاری تصدیق کا امتحان ہوگا۔ رضا و تسلیم کا امتحان ہوگا۔ رضائے یار کا امتحان ہوگا۔ اگر سب منزلوں سے تم پار ہوگئے۔ تو خدا ایک حسین معشوق کی صورت میں تمہیں ملے گا اور تمہاری ساری امیدیں، ساری تمنائی بر آ جائیں گی۔ تم دین و دنیا دونوں جگہ ستارے بن کر چمکو گے۔ مست و بے غم بن کے۔ باغ دنیا اور باغ جنت میں سیر کرتے نظر آؤ گے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر ۹۷

''نفوس کو ذائقہ موت ہے اور روح کو ذائقہ موت نہیں۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہے۔ ''کل نفس ذائقۃ الموت یہ نہیں فرمایا۔ کل روح ذائقۃ الموت۔'' (وارثؔ پاک)

اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں
وجود حضرت انساں نہ روح ہے نہ بدن

(اقبالؔ)

نفس اور روح دونوں ایک دوسرے سے بالکل جدا چیز ہے۔ایک خاکی ہے تو دوسرا نوری۔ایک کو موت ہے مگر دوسرے کو موت نہیں۔ایک آقا ہے تو دوسرا غلام' ایک بندہ ہے تو دوسرا خدا کی آواز یا جلوہ۔نفس کو موت ہے، روح کو موت نہیں۔نفس خاکی ہے اور روح نوری۔نفس غلام ہے اور روح آقا۔نفس بندہ ہے اور روح خدا کی آواز یا خدا کا جلوہ۔پانی، مٹی' آگ اور ہوا کے ظہور ترتیب سے نفس بنتا ہے جس کو لوگ زندگی کہتے ہیں۔جب یہی عناصر پریشان ہو جاتے ہیں۔تو اسے موت کہتے ہیں مگر روح خدا کا نور ہوتی ہے۔خدا کی آواز ہوتی ہے۔خدا کا جلوہ ہوتا ہے۔نہ اس کی کوئی علیحدہ اپنی شکل ہوتی ہے اور نہ کوئی ترتیب، نہ اس کا کی کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی تشریح، وہ تمام حد بندیوں سے مبرا اور پاک ہے۔جو تعریف نور خدا کی ہے۔وہی تعریف قطرہ نور یعنی روح کی ہے۔وہ روح اللہ کے حکم سے نفس انسانی میں آتی ہے اور اسی کے حکم سے نفس عنصری کو چھوڑ کر واپس لوٹ جاتی ہے۔قطرہ نور سمندر نور میں مل جاتا ہے۔اس کو موت کے ذائقہ سے کیا نسبت۔نفوس کو ذائقہ موت ہے اور روح کو ذائقہ موت نہیں۔برحق ہے، برحق ہے۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر۹۸

''عشق تین حرفوں سے مرکب ہے۔ع۔ش۔ق۔''عین'' عبادت الٰہی مقصود ہے،''شین'' سے پابندی شرع شریف،''قاف'' سے قربانی نفس۔''وارثؔ پاک)

عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول ﷺ عشق خدا کا کلام

(اقبالؔ)

یہ اشارہ فقیروں' درویشوں کی ہدایت کیلئے ہے جو اپنے جوش جنوں، اپنے عشق کی تکمیل کیلئے کرب' ریاضت' عملیات جیسی خرافات میں پھنس کر اپنا سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں اور ساری زندگی ضرب لگاتے لگاتے۔حق اللہ کا نعرہ لگاتے لگاتے تھک جاتے ہیں۔مگر عشق کی پہلی سیڑھی پہ بھی ان کا قدم جمتا نظر نہیں آتا ہے۔ان ہی راہیوں کے لئے، ان ہی طالبوں کے لئے عشق کی تشریح مکمل اور جامع تفسیر خود اپنی زبان مبارک سے وارثؔ پاک نے کر دی ہے۔عبادت الٰہی پابندی شرع شریف اور قربانی نفس۔چراغ عشق کی جدا جدا تین لوئیں ہیں۔طالب کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ بیک وقت اس چراغ عشق کی تین لوؤں کو، تین باتیوں کو بیک وقت روشن کریں اور قطرہ خون جگر کے گھی سے چراغ عشق کو بھرپور رکھیں۔جب عبادت الٰہی' پابندی شرع شریف اور قربانی نفس کی نیکی بڑھتے بڑھتے ایک دوسرے سے پیوست ہو جائے۔ایک دوسرے میں جذب ہو جائے یا یوں سمجھئے کہ چراغ کی تینوں لوئیں جلتے جلتے ایک لو ہو جائے تو اس ترتیب، اس جذب، اس پیوست کو عشق کہتے ہیں۔عشق کی تعمیل اس سے بھی زیادہ کٹھن اور دشوار گزار منزل ہے۔یہی وجہ ہے کہ فقیر کم اور مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔چوں کہ منزل عشق سخت اور دشوار گزار ہوتی ہے۔اس لئے طالب مشکل سے پسند کرتے ہیں۔وہی پسند

کرتے ہیں جو مجنوں اور فرہاد کا دل لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سب کا کام نہیں۔ یہ وہبی چیز ہوتی ہے، کسب سے کچھ نہیں ملتا۔ نجات چاہتے ہو تو کسب چھوڑ دو اور اپنی محنت مزدوری کے کام میں لگ جاؤ۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ نمبر ۹۹

''عشق کی ابتداء میں عین ہے اور شرع کی اخیر میں ''ع'' ہے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے۔ عشق وہی ہے جو ذات معشوق میں محو ہو جائے۔'' (وارثؒ پاک)

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام

(اقبالؒ)

یہ ارشاد ان بزرگ ہستیوں کے لئے خصوصیت کا درجہ رکھتا ہے جو عشق کی راہ میں ایک جانباز اور جاں نثار طالب کی حیثیت سے سفر کر رہے ہیں۔ سفر کرتے کرتے' منزل طے کرتے کرتے دفعتاً شیطان اس کے کانوں اور دلوں میں یہ آواز ڈال دیتا ہے کہ تم عشق کے پروانے ہو، پھول کے شیدائی ہو، لیلیٰ کے مجنوں ہو، شیریں کے فرہاد ہو، معبود حقیقی کے متوالے ہو، تمہیں شرع شریف سے کیا واسطہ۔ اس کی پابندی تم پر لاگو نہیں ہوتی۔ یہ ان کے لئے ہے جو مشائخ ہیں۔ فقیر کے لئے نہیں۔ ایسے ہی خوش فہم ہستیوں کی ہدایت اور رہنمائی آپ فرما رہے۔ وہیں اور اپنے طفل مکتب فقیروں کو سبق دے رہے ہیں۔ عاشق کی ابتداء میں عین ہے اور شرع کے اخیر میں عین ہے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو کوئی طالب یا فقیر شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے، وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے۔ عاشق وہی ہے جو ذات معشوق میں محو ہو جائے۔ شرع شریف کیا ہے قرآن کریم ہے۔ یہ اللہ کی، معبود حقیقی کی، معشوق حقیقی کی آواز ہے۔ جلوہ ہے، نور ہے۔ اسی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے کرنے کے بعد رسول ﷺ خدا، محبوب خدا ہوئے۔ یعنی عاشق سے معشوق ہوئے۔ یہی شرع شریف کے درجات کو بقدر ظرف اور پیمانہ تم طے کرو گے تو تمہارے عشق میں بھی کمال حاصل ہوگا پیارے۔ شرع شریف کے بغیر فقیری ایک پھول ہے جس میں خوشبو نہیں۔ ایک موتی ہے جس میں آب نہیں۔ ایک ہیرا ہے جس میں تاب نہیں۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ نمبر ۱۰۰

''عشق ایک بے نظیر معشوق ہے اور محبوب کی محبت کے اثرات اس میں کیمیا کی خاصیت رکھتے ہیں۔'' (وارثؒ

پاک)

عشق کے مضراب سے نغمہ تارِ حیات
عشق سے نورِ حیات عشق سے نارِ حیات

(اقبالؔ)

اس ارشاد میں طالبوں، فقیروں اور عاشقوں کی ہدایت ہے کہ وہ اس سے بے پرواہ ہو جائیں کہ ان کا نام معشوق حقیقی کے یہاں درج بھی ہے کہ نہیں۔ان کے درد بھرے دل کی آواز کی رسائی بھی ہے کہ نہیں۔اس سے بھی بے فکر، بے پرواہ اور بے خبر ہو جائے۔عشق ہی کو اپنا بے نظیر معشوق تصور کرلے۔اسی جنون عشق میں عبادت الٰہی، شرع شریف اور قربانی نفس کے درجات کو طے کرتا جائے۔ طے کرتے کرتے فنا ہو جائے، گم ہو جائے، اپنی ہستی کو نیست کردے۔تمام صفات عشق کو ذات میں فنا کردے۔ایک دن ایسا آتا ہے کہ معبود حقیقی، یعنی معشوق حقیقی اپنے اس جانباز اور جاں نثار عاشق کے روبرو رخ زیبا کی شکل میں، پری پیکر کی شکل میں، مسیحا کی شکل میں، لیلیٰ کی شکل میں، شیریں کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے اور اپنے عاشق کو آغوش میں لے لیتا ہے۔محبوب کی محبت کے اثرات عشق میں کیمیا کی خاصیت رکھتے ہیں۔یہ محبوب کی محبت ہی کے ثرات تھے جس نے عرب جیسے مس خام کو کندن بنا کر رکھ دیا۔عجم جیسے لوہے کو فولاد بنا کر رکھ دیا۔عشق کیمیا ہے۔ عشق ایک بے نظیر معشوق ہے عشق دم جبرئیل، عشق دل مصطفٰے، عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ نمبر ۱۰۱

''جس کو معشوق چاہتا ہے عشق کی زنجیر میں جکڑ دیتا ہے۔''(وارثؔ پاک)

ہے خواب ثبات آشنائی
آئین جہاں کا ہے جدائی

(اقبالؔ)

یہ ارشاد ان بزرگ ہستیوں کی رہنمائی کے لئے ہے۔جو کسب، ریاضت، عملیات کے ذریعہ عاشق بننا چاہتے ہیں۔ عاشق بننا خود اختیاری نہیں ہے۔معشوق اپنی مرضی کا مالک اور مختار ہے یہ اس کی مرضی۔وہ جس کو چاہے اپنے چاہنے والے کے گروہ میں شامل کرلے۔جس پر نظر انتخاب پڑ جاتی ہے۔اس کی خیر نہیں ہے۔اس کا چھٹکارہ نہیں ہے۔وہ ہزار بھاگے ہزار کودے، مگر نجات نہیں۔شور وغل کرنے پر پاؤں میں بیڑی پہننی پڑتی ہے۔قید خانے کی ہوا کھانی پڑتی ہے۔معبود حقیقی یا معشوق حقیقی کی دنیا سے یا اس کی بادشاہت سے آخر دیوانہ بھاگ بھی کہاں سکتا ہے۔ایک روز تھک کر عشق کی زنجیر میں جکڑ کر معشوق کے روبرو پیش ہو جاتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ آج سے آپ ہی کے غلام رہیں گے۔آپ ہی کا نام لیں گے۔آپ ہی

کے سہارے جئیں گے۔ ساری زندگی عبادت الٰہی، پابندی شرع شریف اور قربانی نفس میں صرف کر دیں گے۔ کل کا گستاخ اور باغی توبہ کرنے کے بعد، وعدہ کرنے کے بعد ایسا وفادار ایسا تابعدار، غلام ایسا شیدائی، ایسا عاشق ثابت ہوتا ہے کہ اپنی عبادت کے ذریعہ اپنی پابندی شرع کے ذریعے، اپنے تن من دھن کی قربانی کے ذریعہ ہزاروں دن کے سفر کو منٹ بھر میں طے کر لیتا ہے۔ راضی برضا تسلیم و رضا کی انتہا یہ کہ اپنی تمام صفات عشق ذات میں فنا کر دیتا ہے۔ اپنی ہستی نیست کر دیتا ہے۔ اپنے کو گم کر دیتا ہے۔ عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ خدا کو ایسا بندہ چاہئے ایسا فقیر چاہئے۔ ایسا عاشق چاہئے۔ عشق وہی چیز ہے کسب سے کچھ نہیں ہوتا۔ ریاض سے کچھ نہیں بنتا۔ نجات پاتے ہو تو کسب چھوڑ دو۔ (حسینؔ)



چراغ راہ نمبر ۱۰۲

''کمال عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے۔'' (وارثؔ پاک)

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

(اقبالؔ)

عاشق کی ابتداء میں عین ہے اور شرع کی اخیر میں عین ہے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ شرع شریف، قرآن کریم ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ انہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک حرف ''الف سے لیکر ی'' تک شروع سے لے کر اخیر تک کی پیروی کی۔ یہ پیروی قرآن کریم کے سنہرے نشان مبارک اب تک موجود ہیں جو احادیث نبی ﷺ کے نام سے موسوم ہیں۔ چونکہ آپ کی ذات انسانِ کامل کی ذات تھی۔ محبت کامل کی ذات تھی۔ اسی لئے شرع شریف کے درجات یعنی قرآن کریم کے احکام پورے کے پورے حسن و خوبی کے ساتھ انجام پا گئے۔ اس طرح عشق میں کمال حاصل ہو گیا۔ اس کی سند یہ ہے کہ معراج کی رات میں حسن و عشق ایک ہو گیا۔ راز و نیاز ایک ہو گیا۔ تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو گئے۔ عاشق و معشوق ایک ہو گئے۔ کمال عشق یہ کہ عاشق سے معشوق ہو گئے اور محبوب خدا کا لقب پایا۔ یہ خاص الخاص والا مرتبہ ہے۔ یہ درجہ کسی اور کو نہ ملا ہے اور نہ ملے گا۔ نہ اتنا بڑا ظرف لے کر کوئی پیدا ہوگا اور نہ اتنی بڑی منزل طے کرے گا۔ خدا کے بعد بزرگی محبوب خدا پر ختم ہے۔ حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری، آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ (حسینؔ)



چراغ راہ نمبر ۱۰۳

''عشق وہی حاصل کرنا چاہئے جو مرنے کے وقت کام آئے اور وقت موت زبان سے نکلے۔ اگر زبان سے کلمہ

ادا نہ ہوسکا، علم کس کام آیا۔'' (وارث پاک)

خبر ، عقل ، خرد کی ناتوانی
نظروں کی حیات جاودانی

(اقبالؔ)

انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے۔ جس سے محبت ہوتی ہے یا عشق ہوتا ہے۔ جس کے تصور میں مرتا ہے اسی کے ساتھ حشر ہوتا ہے۔ اس لئے ہدایت ہے کہ ''عشق وہی حاصل کرنا چاہیئے جو مرنے کے وقت کام آئے اور وقت موت زبان سے نکلے اگر زبان سے کلمہ ادا نہ ہوسکا، علم کس کام آیا۔ یوں تو ہر طالب کو اختیار ہے کہ وہ جس سے جی چاہے عشق کرے۔ محبت کرے۔ مگر درویشوں اور فقیروں کو خصوصیت کے ساتھ تاکید ہے کہ وہی عشق حاصل کرنا چاہیئے جو مرتے وقت کام آئے۔ قبر میں کام آئے اور حشر کے میدان میں کام آئے۔ وہ عشق معبود حقیقی کا عشق ہے۔ اگر معبود حقیقی تمہارا معشوق ہے تو تمہاری ساری زندگی اسی کے ساتھ بیت جائے گی۔ اگر معبود حقیقی کے تصور میں زندگی گزارو گے تو اسی کی یاد، اسی کا تصور مرتے وقت ہوگا۔ اسی کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ بوقت موت زبان سے نکلے گا۔ پھر یہی کلمہ طیّب تصور بن کر نور بن کر تمہاری قبر کو بھی منور کرے گا اور حشر کے میدان میں بھی باعث نجات ثابت ہوگا۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے۔ تو یہی کلمہ طیّب بچے کی زبان پہ ہوتا ہے اور جب اس کی موت بھی کلمہ طیّب ہی پر ہوتی ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس کی ابتداء لا الہ الا اللہ اس کی انتہا لا الہ الا اللہ اس کی ساری زندگی سمٹ کر صبح و شام بن جاتی ہے۔ جو کلمہ صبح کو تھا وہی کلمہ شام کو۔ درمیان کی ساری چیزیں ڈھل جاتی ہیں۔ قطرہ نور سمندر نور میں پیوست ہو جاتا ہے اس کو کبھی موت نہیں ہوتی ہے۔ عشق خدا، عشق رسول ﷺ، عشق قرآن سب سے بڑا اور کارآمد عشق ہے۔ باقی سب فریب نظر اور فریب دل ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۰۴

''موحدین شیطان و رحمان میں فرق نہیں کرتے اور عاشق شیطان کو برا نہیں کہتے بلکہ واقعہ ابلیس خاص قسم کا ایک سبق ہے۔ لیکن شریعت کی رو سے ابلیس نے یہ غلطی ضرور کی کہ آدمؑ کو غیر سمجھا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ کا خیال نہ کیا۔''
(وارث پاک)

گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا پہلو

(اقبالؔ)

شیطان نعوذ باللہ، رحمان کا رقیب نہیں۔ وہ بھی مخلوق ہے۔ ہم بھی مخلوق ہیں۔ شیطان کی پیدائش آگ سے ہے اور ہماری مٹی سے۔ جن و ملک سب آتشیں ہیں اور ہم سب خاکی۔ فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے اور انسان کو محبت کامل۔ ان

کا کام جدا ہے اور ہمارا کام جدا' ہیرو کا کردار انسان کو ملا ہے اور ویلن کا کردار شیطان اور ابلیس کو۔ موحدین اسی لئے شیطان اور رحمان میں فرق نہیں کرتے اور عشاق شیطان کو برا نہیں کہتے' برا کہنے اور سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو تماشائی جانیں یا اس تماشا گاہ دنیا کا خالق جانے کہ ہیرو کا کردار قابل تحسین ہے یا کہ ویلین کا۔ ہم دونوں بندے خدا کے ہی دونوں آپس میں لڑ رہے ہیں۔ خیر وشر کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم کو صرف اپنے کردار سے واسطہ ہے۔ کردار اس طرح ادا ہو کہ خالق آفریں پکار اٹھے۔ سارا کردار شرع شریف کے حکم کے مطابق ہو۔ چاہے تن من دھن سب کی بازی نہ لگا دینی پڑے۔ اس بازی میں اس کھیل میں اپنے رقیب شیطان سے بھی باخبر اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں بے خبر پا کر ضرب کاری لگا کر چلا جائے اور بازی جیت لے۔ رہ گیا واقعہ ابلیس تو یہ ایک خاص قسم کا سبق ہے شریعت کی رو سے ابلیس نے یہ غلطی ضرور کی کہ آدم کو غیر سمجھا۔ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بتایا ہے، اس کا خیال نہیں کیا۔ اس ایک نادانی کی بناء پر راندہ درگاہ ہوا اور تماشا گاہ دنیا میں اس کو ویلن کا کردار ملا۔ جس کو وہ حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک کر رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ شیطان انسان کا رقیب ہے۔ (حسینؔ)



چراغ راہ نمبر ۱۰۵

''ہر شخص پر پابندی شریعت اور اتباع سنتؐ لازم ہے۔'' (وارثؔ پاک)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں ام محمدﷺ سے اجالا کر دے

(اقبالؔ)

اس ارشاد میں پابندی شریعت اور اتباع سنت کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ قرآن کریم میں جو احکام خداوندی درج ہیں۔ ان کو شریعت کہتے ہیں اس احکام خداوندی کو رسول کریمﷺ نے عمل کر کے جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ سب کے سب حدیث میں درج ہیں۔ اسے سنت کہتے ہیں۔ وارثؔ پاک فرماتے ہیں کہ ہر شخص پر پابندی شریعت اور اتباع سنتؐ لازم ہے۔ خصوصیت کے ساتھ فقیروں پر پابندی شریعت اور اتباع اور سنت اور زیادہ لاگو ہوتی ہے اس لئے کہ عام مسلمان اندھے ہیں، بہرے ہیں اور ان کے دل جاہل ہیں مگر فقیر جو دور بین اور اندر بین دونوں ہے، روشن ضمیر ہے، پروانہ خدا و رسولﷺ اور قرآن ہے۔ اگر وہ پابند شرع شریف نہ ہو یا سنت کی اتباع نہ کرتا ہو تو اس کی نجات نہیں ہے۔ آنکھ رکھتے ہوئے اندھے بننے کی سزا بھی عبرتناک ہوتی ہے۔ پھر اسے یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے، وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ فقیر فطرت کا حکیم ہوتا ہے اور بندگان خدا مریض ہوتے ہیں۔ اگر فطرت کا حکیم ہی کھوٹا ہے، اندھا ہے تو اس کے مریض کا خدا ہی محافظ اور نگہبان ہے فقیر بن کے بھی لازم چیز کی پابندی یا اتباع نہیں کر سکتے تو لباسِ فقر اتار دو۔ یہ تمہارے زیب تن موزوں نہیں ہے۔ فقیر کی جگہ لباس گداگری پہن لو اور اپنے

دوزخِ پیٹ کو گداگری اور بھیک مانگ کر بھرنے کا ذریعہ بنالو۔ جیسا ظرف ویسی اوقات۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۰۶

''جس پر سرِّ توحید منکشف ہو جاتا ہے۔ زبان سے اس راز کا ادا ہونا مشکل ہے۔'' (وارثؔ پاک)

کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں
جو اتر سکتی نہیں آئینہ تحریر میں

(اقبالؔ)

زبان اور قلم یہ دونوں دماغ اور عقل کے آلہ کار ہیں۔ زبان ترجمان ہے دماغ کی اور قلم عقل کا۔ اس کی ایک حد ہے، بندش ہے مگر توحید تمام حدود اور بندشوں سے مبرا ہے۔ زبان اور قلم توحید کے ترجمان ہو ہی نہیں سکتے۔ توحید کا راز دل اور ضمیر پر روشن ہوتا ہے۔ جو صرف محسوس کر سکتا ہے۔ سرِّ توحید کا یہ انکشاف بھی درجہ بدرجہ ہوتا ہے۔ ظرف اور پیانے کی وسعت کے مطابق ہوتا ہے۔ شیشہ دل اور شیشہ ضمیر جتنا وسیع ہوتا ہے اتنا ہی سرِّ توحید اس پر عیاں اور ظاہر ہوتا ہے۔ سمجھانے سے یہ چیز سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ زبان سے اس راز کا ادا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ جس پر عیاں ہوتا ہے وہی جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ یہ عنایت خداوندی ہے جس نیک بندے کو اللہ اپنی معرفت بخش دے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۰۷

''شجرہ وغیرہ ایک رسمی چیز ہے۔ یہاں دل کے شجرے سے کام ہے۔'' (وارثؔ پاک)

ہے عاشقی میں رسم، الگ سب سے بیٹھنا
بتخانہ بھی، حرم بھی، کلیسا بھی چھوڑ دے

(اقبالؔ)

یہ ارشاد خصوصیت کے ساتھ ان بزرگ حضرات کی رہنمائی کے لئے ہے جنہیں اپنے نسل، حسب، نسب کے شجرہ پر بہت زیادہ ناز ہوتا ہے اور اسی شجرہ کو اپنی روٹی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ پیری مریدی کی تجارت کی منڈی کھول دیتے ہیں۔ یہ رسم زیادہ تر گدی نشین، سجادہ نشین لوگوں کے یہاں اہم سمجھی جاتی ہے۔ اس شجرہ میں بزرگوں کے چند ارشادات، ہدایت اور مریدی کے اصول درج ہوتے ہیں۔ خاندانی حسب، نسب درج رہتا ہے۔ مرید زندگی بھر اس شجرہ کو حفاظت سے رکھتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی قبر میں شجرہ کا لٹکا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک رسمی چیز ہے۔ وارثی بننے کے لئے کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے، نہ ان کا کوئی خلیفہ ہے اور نہ ہی کوئی سجادہ نشین یا گدی نشین جو ان سے محبت کرے گا وہ ان کا ہے۔ یہاں

جو کچھ بھی ہے پیار و محبت ہے۔ محبت دل سے ہوتی ہے، اس لئے وارثؒ پاک کے یہاں دل کے ٹھپے کی اہمیت ہے کاغذی اور رسمی شجرہ کی کوڑی برابر عزت نہیں۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۰۸

''محبت کرو، محبت میں سب کچھ ہے۔ بے محبت نماز روزہ بھی سب بیکار۔ دیکھو واقعہ کربلا کہ لوگ نماز بھی پڑھتے تھے، روزہ بھی رکھتے تھے مگر دل میں محبت آل عبا کی نہیں تھی۔ تب تو پرخاص پر کمر باندھ کر ستیاناس ہوئے۔'' (وارثؒ پاک)

سوداگر نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

(اقبالؒ)

اس ارشاد میں محبت و پیار کی فضیلت بتانا منظور ہے۔ چونکہ وارثؒ پاک کی منزل عشق تھی۔ محبت تھی، پیار تھی۔ اس لئے ہر چیز محبت ہی کے رُخ پر سمٹ کر چلی آتی ہے۔ آپ واقعہ کربلا کا ذکر فرماتے ہیں کہ لوگ نماز بھی پڑھتے تھے۔ روزہ بھی رکھتے تھے، حج، زکوٰۃ، خیر خیرات بھی کرتے تھے مگر دل میں محبت آل عبا کی نہ تھی۔ تب تو پرخاص پر کمر باندھ کر ستیاناس ہوئے۔ اللہ کی محبت کے معنی محبوب خدا کی محبت ہے اور جن کو محبوب خداؐ سے محبت ہوگی۔ ان کو محبوب خدا کے لخت جگر آل عبا سے ضرور ہوگی۔ اسی کے برخلاف اگر آل عبا سے محبت نہیں تو محبوب خداؐ سے نہیں۔ جن کو محبوب خداؐ سے محبت ہو گی۔ ان کو محبوب خداؐ کے لختِ جگر آل عبا سے ضرور ہوگی۔ اسی کے برخلاف اگر آل عبا سے محبت نہیں تو محبوب خداؐ سے نہیں۔ جن کو خدا کے محبوب سے محبت نہیں ان کو خدا سے محبت نہیں۔ جب محبت خدا دل میں نہیں تو نماز روزہ سب بے کار۔ اصل چیز محبت ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیر خیرات یہ سب محبت کے قائم کرنے کا جدا جدا طریقہ ہے، ذریعہ ہے، بہانہ ہے۔ خدا دل کا بادشاہ ہوتا ہے اور محبت دل کی ملکہ، جہاں ملکہ نہیں وہاں بادشاہ نہیں۔ بے محبت نماز روزہ بھی سب بے کار، محبت کرو، محبت میں سب کچھ ہے۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۰۹

''اگر شوق کامل اور طلب صادق ہے تو ہر ذرہ میں حبیب کی دید نصیب ہو سکتی ہے۔'' (وارثؒ پاک)

نہ صہبا ہوں، نہ ساقی ہوں، نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
میں اس میخانہ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہوں

(اقبالؒ)

اس ارشاد میں سرِ توحید کے انکشاف کی طرف اشارہ ہے۔ توحید یعنی حقیقت' جو ذرہ ذرہ میں پوشیدہ ہے۔ پوری شان وشوکت کے ساتھ ہر آن اور ہر لحہ مسکرا رہی ہے۔ اس لئے مسکرا رہی ہے کہ میرا عاشق آئے اور جس کا شوق کامل اور طلب صادق ہو۔ شوق کامل اور طلب صادق عاشق کو اس وقت ملتی ہے جب عاشق کے تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں، گم ہو جاتے ہیں اور اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں۔ اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ جب عاشق اس درجہ پر پہنچتا ہے تو عاشق اور معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ اسی درجہ میں عاشق کو ہر ذرہ میں' ہر قطرہ میں' ہر پتہ میں' ہر پھول میں حبیب کی دید نصیب ہوتی ہے۔

این کرامات زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۱۰

''من کان فی ھذہ اعمی ھو فی الآخرۃ اعمی۔ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہے۔'' (وارثؒ پاک)

مجھے راز دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

(اقبالؒ)

دنیا میں خدا آدمی کا روپ دے کر اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ جب اس بازار دنیا سے لوٹے۔ تو نور ایمان لے کر لوٹے، انسانیت لے کر لوٹے، فقیری لے کر لوٹے، شوق کامل اور محبت صادق لے کر لوٹے۔ یہ سب مال تجارت کہاں ملتے ہیں اور کیسے فراہم ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے قرآن کریم بھیجا، اپنا محبوب بھیجا، شرع شریف موجود ہے۔ حدیث نبی ﷺ موجود ہے۔ اولیائے کرام اور فقرائے عظام کے سفر زندگی کے نشان مبارک موجود ہیں۔ نور ہدایت کے ہوتے ہوئے چراغ حرا اور چراغ راہ کے ہوتے ہوئے اگر اندھے رہے اور بازار دنیا سے خالی ہاتھ پھرے تو وہاں تمہیں کیا ملے گا۔ وہاں بھی اندھے ہی رہو گے۔ یہاں جو بوؤ گے سو وہاں کاٹو گے۔ یہاں جو کماؤ گے سو وہاں پاؤ گے۔ نیکی کماؤ، محبت کا ذخیرہ جمع کرو۔ نور ایمان حاصل کرو۔ یہی اصلی دولت ہے اور یہ دولت خداوندی پابندی شرع شریف سے ملے گی۔ اتباع سنت ﷺ سے ملے گی۔ محبت صادق دل میں پیدا کرنے سے ملے گی۔ جذبہ ایثار و قربانی سے ملے گی۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ اللہ سے ملنے کا، آخرت بنانے کا یہی سیدھا راستہ ہے۔ آنکھ رکھتے ہوئے اندھے نہ بنو۔ ورنہ جہنم کی آگ کے نذر ہو جاؤ گے۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۱۱

''علمائے ظاہر کی الٹی چال ہے۔ جو دیکھ کے سجدہ کرے اسے کافر کہتے ہیں اور جو بے دیکھے سجدہ کرے اسے مومن۔'' (وارث پاک)

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

(اقبال)

مذہب عشق میں کفر واسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔ عشق کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جائے۔ اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ یعنی عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ عاشق جب اس درجہ پر پہنچتا ہے تو اس کو اپنے معشوق کا جلوہ ہر ذرہ میں، ہر قطرہ میں، ہر پتہ میں اور ہر پھول میں نظر آنے لگتا ہے۔ اس نظارے کو دیکھ کر شوق کامل اور طلب صادق کا مجسمہ عاشق اپنی جبین نیاز کو اپنے معشوق حقیقی کے حضور جھکاتا پھرتا ہے۔ سجدہ پہ سجدہ، رکوع پہ رکوع دل کے ہر گوشہ سے ہر پہلو سے سبحان ربی العظیم۔ سبحان ربی الاعلیٰ کی تسبیح ورد ہونے لگتی ہے۔ حبیب کی دید نصیب ہونے کے بعد کوئی ایسا فقیر ہوگا۔ کون ایسا عاشق ہوگا جو اپنے معشوق حقیقی کے حضور عالی میں سجدہ کر کے اظہار احترام نہ کرے۔ محبت کی نذر عقیدت پیش نہ کرے۔ وہ جہاں جاتا ہے، ایک ہی شان دیکھتا ہے۔ مسجد، مندر، گرجا، ہر جگہ اسی ذات واحد کے نور کی پرتو۔ جلوے اور صفات نظر آتے ہیں اس پر سرّ توحید منکشف ہو جاتا ہے۔ اس کا دل سراپا نور ہو جاتا ہے اور معبود حقیقی کی شان اس پر ہر طرح سے عیاں ہونے لگتی ہے۔ اس نظارے کو صرف دل ہی کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ زبان سے اس کا راز ادا ہونا مشکل ہے اور نہ ہی علم عقل کی رسائی وہاں تک ہو سکتی ہے۔ ایک محدود شے سے ایک لامحدود کا پتہ کیسے لگا سکتی ہے۔ چوں کہ علمائے ظاہر سرّ توحید کو راز حقیقت کو علم وعقل، منطق اور فلسفہ سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ نتیجہ ہمیشہ غلط ہوتا ہے۔ جو دیکھ کے (ظاہری آنکھ سے نہیں بلکہ دل کی نورانی آنکھ سے سجدہ کرے۔ اظہار احترام کرے، اظہار محبت کرے اور نذر عقیدت کا پھول چڑھائے۔ اسے تو کافر کہتے ہیں اور جو بے دیکھے (مگر دل میں ہزاروں تمنا، لالچ، حسد، عداوت، کینہ، جھوٹ فریب ڈر اور خوف لئے) سجدہ کرے اسے مومن کہتے ہیں۔ یہ علمائے ظاہر کی سراسر الٹی چال ہے۔ فریب نظر ہے، بے ہوشی ہے، ہوش اس وقت آئے گا۔ جب توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔ میدان حشر میں بے دیکھے سجدہ کرنے والے، جب نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے تو دیکھ کے سجدہ کرنے والے فقیر، درویش مست اور بے غم سیر کرتے نظر آئیں گے۔ اے علمائے ظاہر نجات چاہتے ہو تو الٹی چال چھوڑ دو۔ ظاہری آنکھ بند کرو۔ دل کے پٹ کھولو۔ دل کو اللہ، قرآن، رسول کی سچی محبت اور خالص پیار سے بھرو۔ ایثار و قربانی دینا سیکھو۔ جو بولتے ہو اس پر عمل کرنا سیکھو۔ بے محبت نماز روزہ سب بیکار ہے۔ محبت اصل پونجی ہے۔ محبت کا سبق محبت کامل یعنی محبوب خدا سے سیکھو جو

محبت کامل بھی تھے اور شرع شریف کے حامل بھی تھے یا عاشق سے سیکھو۔ جس کی زندگی بھر کی خوراک عبادت الٰہی، پابندی شرع شریف اور قربانی نفس ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۱۱۲

''عاشق وہی ہے جو ذات معشوق میں محو ہو جائے۔'' (وارثؔ پاک)

خردمندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتداء کیا ہے
کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں میری انتہا کیا ہے

(اقبالؔ)

اس ارشاد کی تشریف ارشاد نمبر ۹۹ میں ہو چکی ہے ناظرین اس کا مطالعہ کریں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۱۱۳

''عاشقی ایک ملامت ہے۔ انسان دین و دنیا سے گزر جاتا ہے اور فراق میں مرجاتا ہے۔ اسی فراق میں تو مزا آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

(اقبالؔ)

خرد اور عشق میں آسمان اور زمین کی دوری ہے۔ خرد نتیجہ چاہتی ہے۔ کامیابی اور ناکامی کے حملوں سے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہتی ہے۔ خرد وصل چاہتی ہے۔ اپنی محنت کی مزدوری چاہتی ہے۔ اپنے لگائے ہوئے درخت کا پھل چاہتی ہے مگر عشق صرف اپنے محبوب کی یاد میں حق اللہ حق اللہ کے متواتر نعروں میں مست رہتا ہے۔ عبادت الٰہی اور شرع شریف کی پابندی اور قربانی نفس اس کی زندگی کی خوراک ہوتی ہے۔ عشق کو نتیجہ سے کوئی لگاؤ نہیں۔ محنت کی مزدوری سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ بے ہوش مست و بے غم ہو جاتا ہے۔ اسے نہ وصل کی تمنا ہے نہ منزل کی۔ وہ تو ایسا جانباز راہی ہے جو اپنی راہ ختم کرنا بھی نہیں چاہتا ہے۔ دین دنیا سے گزر جاتا ہے اور فراق میں مرجاتا ہے۔ اسی فراق میں تو مزا آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ عاشقی ایک ملامت ہے، کس کے لئے، ان کے لئے، جن کی آنکھ خود بینی اور خود پرستی سے آگے نہیں بڑھتی۔ مگر جو خدا بیں اور خدا پرست ہو جاتے ہیں ان کی نگاہوں میں عاشقی رحمت خداوندی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۱۴

''عشق میں ترک ہی ترک ہے۔ترک دنیا،ترک عقبیٰ،ترک مولا۔ترک ترک اور اپنا فراق ہے۔'' (وارث پاک)

نہ تو زمیں کیلئے ہے نہ آسماں کیلئے
جہاں تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

(اقبالؔ)

عشق میں ترک ہی ترک ہے۔آدمی کی آخری حد اور انسانیت کی آخری منزل جہاں ہوتی ہے وہاں عشق کی پہلی منزل شروع ہو جاتی ہے جب انسان اس باغ دنیا سے واپس لوٹتا ہے تو اس کے پاس بجز خدا کچھ نہیں ہوتا۔فقیر کی پہلی منزل بجز خدا سے شروع ہوتی ہے۔عاشق اس منزل پہ قدم رکھتے ہی دنیا کے خزانوں کو اپنے پیروں سے روندنے لگتا ہے جوں ہی اس کی نظریں خدا کے جلوؤں پر پڑتی ہیں، وہ ساری دنیا کی خوشیوں کو چھوڑ کر عشق کی نورانی دنیا میں بھاگنے لگتا ہے۔نادان دنیا والے جسے بے سروسامان خیال کرتے ہیں اس کے پاس کیا نہیں ہوتا۔کاش کبھی فقیر کی پھٹی ہوئی جھولی کے اندر جھانک کر تو دیکھ سکتا کہ اس میں کیا کچھ نہیں پڑا ہوا ہے۔جب فقیر کامل ہو جاتا ہے تو دنیا کی ہر چیز اس کی محتاج ہو جاتی ہے۔وہ دنیا کی کسی بھی چیز کا محتاج نہیں ہوتا۔فقیر خدا کی یاد میں سر بہ سجدہ ہوتا ہے اور دنیا کا ہر ذرہ چمک چمک کر اسے اپنی طرف التجا سے بلاتا ہی رہتا ہے اور فقیر صرف دور کھڑا مسکراتا ہے۔اسے کچھ نہیں چاہئے نہ دنیا چاہئے اور نہ عقبیٰ' نہ مولا چاہئے' نہ خدا چاہئے اور نہ خدائی۔اس کو صرف یاد محبوب چاہئے یا خدا چاہئے اور فراق چاہئے۔فراق ہی اس کی اصل پونجی ہے اور یاد محبوب اس کی غذا اور اس کی زندگی کا سہارا۔اس کے سوا فقیر کو کچھ نہ چاہئے۔وہ فراق میں، یاد محبوب میں اسی طرح مست بے غم گھومتا ہے جو کسی کو نصیب نہیں۔عاشق جب سب کو چھوڑتا ہے تو اپنے محبوب' اپنے معشوق اپنے معبود حقیقی سے ملتا ہے۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۱۵

''خیال میں صورت معشوق نقش کرنا چاہئے۔جو صورت نقش ہوگئی وہ بعد مرگ بھی قائم رہتی ہے۔'' (وارث پاک)

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ

(اقبالؔ)

آنکھ جدھر اٹھی دماغ اسی طرف رجوع ہو جاتا ہے اور جہاں دماغ نے کسی چیز کو پسند کیا، دل پر اس کا عکس جم جاتا ہے۔یہی عکس جمتے جمتے نقش ہو جاتا ہے۔جو خیال میں صورت نقش ہوئی وہی صورت دل میں نقش ہوتی ہے۔جو صورت زندگی میں نقش ہو جاتی ہے، وہی بعد مرگ بھی قائم رہتی ہے۔بلکہ اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے اور اگر تو بعد مرگ اپنی روح کو بے چین ہونے سے بچانا چاہتا ہے تو آنکھیں' دماغ' دل کو صرف قرآن پر لگا دے۔قرآن خدا کی آواز

ہے، جلوہ ہے، نور ہے۔ جتنی تصویر تیرا دل اتار سکتا ہے اتار لے۔ نقش حجر کر لے تا کہ بعد مرگ بھی تیری روح ان گنت ارواح کے مقابلہ میں شرمندہ نہ ہو۔ جو چیز دنیا میں سب سے زیادہ مرغوب تھی، وہی چیز عقبیٰ میں بھی فقیر لے کر آیا ہے۔ کیا لے کر آیا ہے، یادِ خدا لے کر آیا ہے، جلوہ خدا لے کر آیا ہے، آواز خدا لے کر آیا ہے، قرآن لے کر آیا ہے۔ بھلا ایسے فقیر کا کیا پوچھنا ہے۔ جس طرح دنیا میں مست و بے غم گھومتا ہے اسی طرح حشر میں جب لوگ نفسی نفسی پکاریں گے تو فقیر مست و بے غم سیر کرتے نظر آئیں گے۔ عشق کی منزل ہی نرالی ہوتی ہے پیارے۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۱۱۶

''عاشق جس خیال میں ہوتا ہے وہی خیال اس کا حشر نشر' قیامت' دوزخ' بہشت بلکہ کثرت جذب میں وہ خود ہی ہو جاتا ہے۔ جس کو عشق و محبت نہیں وہ اس کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ اس راہ میں چل سکتا ہے۔'' (وارث پاکؒ)

فقر مقام نظر علم مقام خبر
فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ

(اقبالؒ)

جو صورت خیال میں نقش ہو جاتی ہے۔ وہی صورت دل میں نقش ہو جاتی ہے۔ جو صورت دل میں نقش ہو گئی وہ بعد مرگ بھی قائم رہتی ہے انتہا یہ کہ اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے بلکہ کثرت جذب میں۔ کثرت نقش میں وہ خود وہی ہو جاتا ہے جو صورت خیال میں نقش ہے یا دل میں نقش ہے۔ دوزخ والی صورت اگر نقش ہے تو دوزخ اس کا حشر ہے۔ بہشت والی صورت نقش ہے تو بہشت اس کا حشر ہے۔ دوزخ اور بہشت حاصل ہے انسان کی تحصیل کا' عمل کا' علم میں مستی گناہ اور فقر میں مستی ثواب۔ اب عمل تمہارا کام ہے۔ ثواب یا گناہ۔ دنیا ایک بازار ہے جہاں گناہ بھی بکتا ہے اور ثواب بھی۔ تمہیں اختیار دے کر تمہارے ظرف کا امتحان مقصود ہے۔ دماغ بھی دے رکھا ہے اور دل بھی۔ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ دماغ پر ابلیس اور شیطان کا غلبہ ہے اور دل پر رحمان کا۔ چاہے تم اپنے دماغ اپنی عقل پر بھروسہ کر کے گناہ خرید لو یا خدا کی رہبری میں ثواب کماؤ۔ یہ دنیا ہے اس زمین کی پیٹھ پر مسجد، قرآن اور حدیث بھی آباد ہے۔ تو جدھر چاہے رخ کر لے۔ کیونکہ یہی تیرا عمل عاقبت تک تیرے ساتھ رہے گا اور اسی سودا پر تیری نجات اور سزا ہے۔ ہوشیار مسافر دنیا کی باریک اور پیچیدہ راہیں پل صراط سے بھی زیادہ مشکل ہیں۔ اپنی ناچتی ہوئی نظروں کو اور دماغ کی مستی کو قابو میں رکھ، اپنے اٹھتے ہوئے قدموں کی طرف دیکھ، کہیں غلط نہ چل پڑیں۔ علم و عقل میں مستی گناہ ہے اگر مستی کے دلدادہ ہو تو فقر کی مستی اختیار کرے۔ وہ فقر کے دل میں اور دل کے ہر گوشہ میں ہر پہلو میں یادِ خدا، یادِ رسول ﷺ اور وردِ قرآن ہے، یادِ محبوب ہے یادِ معبود حقیقی ہے۔ اس فقر کی مستی میں ثواب ہی ثواب ہے۔ پھول ہی پھول ہیں، کانٹے کا نام نشان نہیں۔ (حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۱۷

''منزل عشق میں ذات صفت ہو جاتی ہے اور صفت ذات۔'' (وارثؔ پاک)

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں آفاق

(اقبالؔ)

عاشق جس خیال میں مرتا ہے، وہی خیال اس کا حشر نشر بلکہ کثرت جذب میں وہ خود وہی ہو جاتا ہے۔ ذات صفت ہو جاتی ہے اور صفت ذات۔ معشوق عاشق ہو جاتا ہے اور عاشق معشوق۔ یہ عشق کی آخری اور انتہا کی منزل ہوتی ہے۔ ایسے ہی جانباز اور جاں نثار کے حق میں انسان کو اشرف المخلوقات کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ خدا ایسے ہی بلند رتبے والے انسان کو دنیا کی بادشاہت بخش دیتا ہے اور اپنے تمام پوشیدہ خزانوں کی رکھوالی دے دیتا ہے۔ اس کی ہر ادا مقبول، اس کی ہر آواز منظور، زبان کا نکلا ہوا ہر حکم قانون۔ انتہا کہ اس کے خیال پر اس کے تصور پر اس کے دل کے احساسات پر کارخانہ قدرت کا انتظام سپرد کر دیا جاتا ہے۔ جو خدا کا ہوتا ہے اس کو خدائی مل جاتی ہے۔ خدا دوستی کی حد درجہ قدر کرتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ ہر دلعزیز دوست ہے۔ تو ایک بار اپنی دوستی کا ہاتھ تو بڑھا پھر دیکھ وہ کس طرح تیرے دوستی کے ہاتھوں کو تھامتا ہے اور حق دوستی ادا کرتا ہے۔ محبت میں ایمان ہے، محبت میں خدا ہے۔ اگر خدائی چاہتے ہو تو خدا سے محبت کرو۔ خدا کی مخلوق سے محبت کرو۔ خدا کے رسول ﷺ سے محبت کرو۔ خدا کے قرآن سے محبت کرو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۱۸

''جس نے جان قربان نہیں کی وہ عاشق نہیں۔ لیلیٰ کے ہزاروں اور یوسف کے لاکھوں چاہنے والے تھے مگر یہ مجنوں اور زلیخا ہی کا حصہ تھا۔ پس جس کا حصہ ہوتا ہے وہی پاتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

(اقبالؔ)

عشق قربانی مانگتا ہے۔ تن من دھن کی قربانی مانگتا ہے۔ نفس کی قربانی مانگتا ہے۔ راحت و آرام کی قربانی مانگتا ہے۔ انتہا یہ کہ جان کی قربانی مانگتا ہے۔ جب تک یہ عشق کا پودا خون نہیں پیتا ہے، اس وقت تک یہ پودا درخت نہیں ہوتا ہے۔ لیلیٰ کے ہزاروں چاہنے والے تھے۔ یوسف کے شیدائی لاکھوں تھے۔ مگر جان دینے والے دو ہی تھے۔ مجنوں اور زلیخا۔ قربانی بھی ایسی کہ صبح زندگی اور شام موت۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے ہر آن، ہر لمحہ ہر سانس مجنوں کے لب پر لیلیٰ ہی تھا ہر پتہ، لیلیٰ، ہر ذرہ لیلیٰ، خیال لیلیٰ، دماغ لیلیٰ، دل لیلیٰ یہی خیال یہی تصور، یہی نقش، مرتے وقت بھی تھا۔ یہی

قبر میں اور یہی حشر میں۔ بالکل اسی طرح یہی کیفیت زلیخا کی تھی۔ چوں کہ مجنوں نے لیلیٰ کے لئے جان قربان کی، اس لئے مجنوں کو لیلیٰ ملی۔ زلیخا نے یوسف کیلئے جان قربان کی۔ زلیخا کو یوسف ملا۔ پس جس کا حصہ ہوتا ہے، وہی پاتا ہے۔ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جس نے جان قربان نہیں کی وہ عاشق نہیں۔ کسب سے کچھ نہیں ملتا ہے۔ محبت کرو۔ تصویر یار کو دل میں نقش کرو۔ جذب میں تم وہی ہو جاؤ گے جو یار کی تصویر ہے۔ عاشق سے معشوق ہو جاؤ گے۔ صفت سے ذات بن جاؤ گے یہی عشق کی تکمیل ہے پیارے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۱۱۹

''علم اور چیز ہے عشق اور چیز ہے۔ جہاں حضرت عشق آئے وہاں علم اور عقل کا کام نہیں رہتا۔'' (وارثؔ پاک)

تیری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں کہ یہ چار سو بدل جائے

(اقبالؔ)

علم کسبی ہے اور عشق وہبی۔ علم کی حد ہے اور عشق لامحدود۔ علم قطرہ ہے اور عشق سمندر، سمندر کے سامنے قطرہ کا کیا وجود کیا بساط، عشق کی حاضری میں علم و عقل کا کیا کام۔ علم و عقل کا وجود اسی وقت تک رہتا ہے۔ جب تک عشق کا ظہور نہیں ہوتا ہے۔ قطرہ سمندر ہی کا جز اور حصہ ہوتا ہے۔ سمندر کی غیر حاضری میں قطرہ اپنا کام اپنا فرق انجام دیتا ہے۔ سمندر آتے ہی اپنے سے جدا قطرے کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور اپنا فیض عام جار کر دیتا ہے۔ قطرہ اپنی بساط کے مطابق ایک کونپل ہی کو سیراب کر سکتا ہے۔ مگر سمندر اس کونپل کے ساتھ ساتھ دنیا کے سارے کونپلوں، سارے درختوں، سارے سبزہ زاروں کھیتوں اور باغوں کی سیرابی کا کام ابر باراں بن کر، رحمت کی بارش بن کر شروع کر دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح، یہی کیفیت یہی حال علم اور عشق کا ہے۔ عشق کے فیض عام کے سامنے علم و عقل کے فیض کی کیا بساط یا کیا مثال قائم کی جا سکتی ہے۔ ایک محدود، حقیر اور ناچیز شے کا مقابلہ ایک لامحدود، عظمت اور اعلیٰ کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے۔ عشق کی غیر حاضری اور غیر حضوری میں علم و عقل جس قدر ناچنا چاہے ناچ لے۔ جتنا تڑپنا چاہے تڑپ لے مگر جہاں حضرت عشق آئے وہاں علم و عقل کا کام نہیں رہتا۔ علم اور چیز ہے عشق اور چیز ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۱۲۰

''معرفت کسبی چیز نہیں ہے محض وہبی ہے۔ جس کو خداوند کریم اپنی معرفت بخشے کسی کا اجارہ نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف

(اقبالؔ)

معرفت عشق کو کہتے ہیں۔ عشق وہبی چیز ہے۔ علم وعقل کسبی ہے۔ عشق یعنی معرفت سمندر ہے اور اس کے مقابلہ میں علم وعقل ایک قطرہ حقیر ہے۔ معرفت لامحدود شے ہے اور علم وعقل محدود معرفت آفتاب حقیقت ہے اور علم وعقل اس آفتاب حقیقت کا ایک ناچیز ذرہ یا ایک ناچیز کرن' سمندر کو' آفتاب کو سمانے کے لئے ظرف بھی اتنا ہی بڑا چاہئے۔ اتنا بڑا پیمانہ انسان کے بنائے نہیں بنتا ہے۔ جب تک خدائے بخشندہ خود بنا کر نہ دے۔ چنانچہ جس کا ظرف بنا کر دیتا ہے جس کا پیمانہ اتنا وسیع وعمیق بنا تا ہے۔ اسی پیمانہ میں سمندری رحمت اور آفتاب حقیقت کو سماں دیتا ہے۔ اسی کو معرفت خداوندی کہتے ہیں۔ اسی کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔ جس کو خداوند کریم اپنی معرفت یا اپنا عشق بخش دے اس میں کسی کا اجارہ نہیں ہے۔ کسی چیز میں اجارہ ہوتا ہے، وہبی چیز میں نہیں۔ معرفت کسبی چیز نہیں، محض وہبی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۱

''سنا سنا آنکھ بند کرنے سے اور سانس روکنے سے اس حق حق کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ وہبی چیز ہے۔ جس کو چاہے خدائے پاک اپنی دولت معرفت دے دے۔ یہاں کسب کا کام نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

کیا خواب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا
تو نام ونسبت کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا

(اقبالؔ)

خدا نے دل کو سینہ کے اندر بند اس لئے رکھا ہے کہ وہ دماغ کی طرح دھوکا نہ کھائے۔ دماغ آنکھ کا غلام ہے۔ جدھر آنکھ گئی ادھر دماغ ہوا مگر معرفت کا تعلق دل سے ہے۔ زبان' آنکھ اور دماغ کا کام نقل اتارنے کا ہے اور خدا نقالوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ نام ونسب پر جان دینے والوں کی ذلالت سے ہر ذی ہوش واقف ہے۔ زیادہ تر کسبی فقیر آن بان، دھوم دھام، اللہ ہو اللہ ہو کے شور وغل سے سادہ دل مسلمانوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں۔ کبھی کبھی تو اتنے خطرناک اور گنہگار ہو جاتے ہیں کہ خاندان کی آبرو برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ماں بہنوں کو کبھی اور کسی طرح بھی غیر محرم مرد کے سامنے نہ لانا چاہئے۔ خدا سب فقیروں سے بھی بڑا ہے۔ فقیر خدا کی دین ہے۔ یہ لاکھوں میں ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ زیادہ تر لوگ راہِ فقیری میں بہروپئے کا کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ سب گندے لوگ ہیں۔ نفس پرست ہیں۔ علم وہنر والے ان سے ہزار گنا اچھے ہیں۔ فقیری خدا کی رحمت ہے۔ جو آفتاب کی کرن بن کر، سمندر کی لہر بن کر، دنیا کے مخلوق کی سیوا کو عبادت الٰہی تصور

کرتے ہیں۔ شرع شریف کی پابندی اور اتباعِ سنت کو اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ قربانی نفس کو زندگی کی خوراک سمجھتے ہیں۔ معرفت اس کا نام ہے، عشق اس کا نام ہے، فقیری اس کا نام ہے۔ یہ وہبی چیز ہے۔ کسب کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جس کو چاہے خدائے پاک اپنی دولت معرفت دیدے۔ یہاں کسب کا کام نہیں۔ آنکھ بند کرنے سے، سانس روکنے سے، حق حق کرنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ معرفت کسبی چیز نہیں وہبی ہے جس کو خداوند کریم اپنی معرفت بخشے کسی کا اجارہ نہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۲

''شریعت ایک انتظامی بات ہے۔ اگر انتظام نہ ہوتا سب کام بگڑ جاتے۔ بولتے کو تو سبھوں نے پوجا۔ مگر اس بولنے کو کوئی نہیں پوجتا۔'' (وارثؔ پاک)

گوہر کو مشت خاک میں رہنا پسند ہے
بندش اگر چست ہے مضمون بلند ہے

(اقبالؔ)

فقیر جب اپنی آخری منزل کے قریب آتا ہے تو دفعتاً اس کی نظر شرع شریف کی طرف پڑتی ہے۔ شیطان اسی منزل پہ آکر اس کے کان میں یہ آواز بھر دیتا ہے کہ شریعت مشائخوں کیلئے ہے فقیروں اور عاشقوں کو اس سے کیا واسطہ۔ یاد خدا اس کیلئے کافی ہے۔ ایسے ہی فقیروں کو ہدایت ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو شروع سے آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ یعنی اس کی فقیری مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ شریعت ایک انتظامی بات ہے۔ اگر انتظام نہ ہوتا سب کام بگڑ جاتے۔ اس ارشاد کے پہلے جتنے بول ہوئے سبھوں نے پوجا۔ سبھوں نے مانا اور عمل کیا۔ مگر افسوس ہے کہ فقیر اس بولتے کو نہیں پوجتا۔ حالانکہ جتنا اہم دوسرے ''بولتے'' ہیں۔ اتنا ہی اہم یہ ''بولتا'' ہے۔ لازم ہے کہ ہر فقیر ہر عاشق شریعت کا خیال رکھیں۔ اس کی منزلوں کو طے کریں۔ پابندی سے اس پر عمل کریں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۲ (ب)

بولتا تھا نار میں اور نور میں
تھا انا الحق بولتا منصور میں
بولتا ہی احمد مختار تھا
بولتا ہی حیدر کرار تھا
بولتے کو بولتے کی چاہ ہے

بولتے میں دیکھو تو اللہ ہے
بولنا گر جسم سے جاتا رہا
پھر کسی سے بول کیا ناتا رہا

(وارث پاک)

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی
منصور کو ہوا لب گویا پیام موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کرے کوئی

(اقبال)

قرآن کریم خدا کا جلوہ ہے۔نور ہے' آواز ہے' بول ہے۔ یہی بول نار میں تھا۔ پھر یہی بول نار سے نور میں آیا۔ محمد ﷺ میں آیا' محمد ﷺ سے علیؓ میں آیا۔علیؓ سے حسینؓ میں اور حسینؓ سے فقیر میں آیا۔جس کا ثبوت منصورؒ کا بول تھا۔فقیر کے ذریعہ،شرع شریف کے ذریعہ، انسان کے دلوں میں یہی بول روح کی شکل میں آیا۔ جب یہ بول لوٹ جاتا ہے تو انسان خاک کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ جب تک یہ بول تمہارے دلوں میں تمہارے جسم میں ہے اس کی قدر کرو۔اس کی عزت کرو' اس کا احترام کرو' صرف منہ سے نہیں،صرف زبان سے نہیں بلکہ عمل سے،فعل سے،شرع شریف کی پابندی سے ،احکام شریعت کی پابندی سے، اتباع سنت سے، بزرگان دین کے نشان مبارک کی پیروی سے کرو یہی تمہاری اصل پونجی ہے۔اسے بچا کر رکھو اور جب اس بازار دنیا سے لوٹو تو اپنی اصلی پونجی کے ساتھ لوٹو۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۳

''انا الحق سب پکارتے ہیں اور فنا فی اللہ بھی ہونے کو موجود ہیں مگر انا شیطان پر کوئی نہیں بولتا۔ یہ بات مشکل ہے۔''(وارث پاک)

کھل جائیں کیا مزے ہیں تمنائے شوق میں
دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی

(اقبال)

ہر فقیر کی یہی آرزو ہوتی ہے کہ وہ ہیرو کا کردار ادا کرے۔کوئی ویلن بننا نہیں چاہتا ہے اور نہ ہی اس کا کردار ادا کرنا پسند کرتا ہے۔ یہ کردار بہت مشکل ہے۔انا یزید، انا شیطان کا کردار ادا کرنا اور مرضی مولا کے مطابق کرنا بہت مشکل

امر ہے۔ سب کے سب انا الحق کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔ سب فنافی اللہ ہونے کو موجود ہیں۔ مگر انا یزید، انا شیطان کوئی نہیں بولتا۔ مگر اس ڈرامہ میں دونوں کردار ادا کرنا ضرور ہے۔ بغیر رقیب کے بغیر ویلن کے ہیرو کا کردار بے معنی اور بے مطلب ہوتا ہے۔ انا شیطان، انا یزید کا کردار جانباز اور شیر دل فقیر ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنی عشق کی آخری منزل میں شیطان کو للکار کر بلاتے ہیں، ابلیس کی منت کرتے ہیں کہ وہ ایمان کا امتحان لے۔ عاشق کو پرکھے۔ شیطان سے ڈر کر لاحول پڑھنا ایسے جانباز اور شیر دل فقیر کی نگاہ میں بزدلی ہے۔ بہادری یہ ہے کہ شیطان سے خوب مقابلہ ہو۔ خوب جنگ ہو۔ شیطان جنگ کھا کر اپنی ہار مان کر دوبارہ رخ نہ کرے۔ اگر فقیری میں جلا اور زندگی چاہتے ہو تو سب سے پہلے شیطان کو شکست دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کبھی تمہیں کمزور پا کر تمہاری ساری محنتوں کو منٹوں میں برباد کر کے رکھ دے۔ اگر تو سچا دیوانہ ہے تو ہزار بار شیطان کو اپنی جنگ پر آمادہ کر۔ خدا کو شیطان سے نوک جھونک بہت پسند ہے۔ شیطان کی ہار تیرا رتبہ بلند کرتی ہے جو مشکل راہ ہو اسی پر تو اپنی زندگی کا کاررواں لے جا۔ خدا، رسول ﷺ، قرآن اور بزرگان دین تیری رہبری کریں گے۔ صرف یقین محکم اور تصدیق کامل کی ضرورت ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۴

''نقل کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ اصل کو دیکھنا چاہئے۔'' (وارثؔ پاک)

گیا ہے تقلید کا زمانہ، مجاز رخت سفر اٹھائے
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے، گفتگو کا

(اقبالؔ)

نقل دھوکا ہے اور اصل حقیقت۔ تقلید غلامی ہے اور عاشق اپنی مرضی کا بادشاہ ہوتا ہے۔ خدا کی تلاش میں جس نے بھی کسی بھی ہستی کا سہارا لیا وہ بہک گیا۔ خدا تو تجھ سے قریب تر ہے۔ مگر نادان تو ہی ادھر ادھر بھٹک رہا ہے۔ حقیقت میں پیچ نہیں ہوتا۔ نقل میں دوسری اور طرح طرح کے پیچ، رسم ورواج کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اصل خدا ہے، نقل فریب نظر۔ خدا کو پانے کیلئے کسی سہارے اور دوڑ دھوپ کی ضرورت نہیں۔ قرآن خدا کی آواز ہے۔ جو تمام انسان کی فلاح و بہبود اور رہنمائی کیلئے ہے۔ اسی آواز حق، آواز خدا کو پکڑ، تیرا بیڑا پار ہے۔ نقل کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے، اصل کو دیکھنا چاہئے، اصل روشنی ہے اور نقل تاریکی۔ روشنی آتے ہی تاریکی غائب۔ یہ روشنی تجھے قرآن میں ملے گی۔ حدیث میں ملے گی۔ بزرگان دین کے سنہرے نقش قدم کے نشان میں ملے گی۔ روشنی کے ہوتے ہوئے اور آنکھیں رکھتے ہوئے تاریکی میں کیوں بھٹکتے ہو۔ اصل کو چھوڑ کر نقل کے پیچھے کیوں بھاگتے ہو۔ بادشاہت چھوڑ کر غلامی اختیار کیوں کرتے ہو حقیقت چھوڑ کر دھوکے کے پیچھے دیوانہ کیوں بنتے ہو۔ ہوش میں آؤ۔ خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ شام ہونے کو قریب ہے۔ اصل کو پکڑ لو۔ نقل کو

چھوڑ دو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۵

''جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا ہے۔ (وارثؔ پاک)

نہیں جنس ثواب آخرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں

(اقبالؔ)

خدا ہر چیز کا مالک ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ خیر وشر سب اسی کے حکم سے ہے۔ شیطان یا ابلیس نعوذ باللہ خدا کا رقیب نہیں۔ وہ بھی خدا ہی کے بندے ہیں جیسے ہم سب ہیں۔ جو بندہ، جو انسان، خدا کے حکم کے مطابق، قرآن کریم کے بتائے ہوئے فرمان کے مطابق، حدیث نبی کریم ﷺ کے اصول کے مطابق، بزرگان دین کے نقش قدم کے سنہرے نشانات کے مطابق، اپنی زندگی کے کارواں کو چلاتے ہیں، اسی کا بھروسہ اصل میں خدا کا بھروسہ ہے۔ باقی سب دھوکا اور فریب نظر ہے۔ ایسے توکل علی اللہ، راضی برضا، تسلیم ورضا والے فقیر کو کون تکلیف یا دکھ یا درد پہنچا سکتا ہے۔ فقیری کو منزل طے کرنے کے سلسلے میں جو شر پہنچتا ہے وہ فقیر کی فقیری کو جلا دینے کیلئے ہوتی ہے۔ فقیری کی تکمیل کیلئے ہوتی ہے۔ جو خدا کا ہوتا ہے خدا اس کا ہوتا ہے۔ خدائی اس کی ہوتی ہے۔ بادشاہی اس کی ہوتی ہے۔ وفادار اور تابعدار نوکر مالک کا دایاں ہاتھ کہلاتا ہے۔ اس کا درجہ مالک کا درجہ ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح' یہی حالت روحانیت میں بھی ہے۔ فقیر کامل خدا کا بھروسہ دار بندہ ہوتا ہے۔ وفادار اور تابعدار بندہ ہوتا ہے۔ ایسے فقیر کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۶

''مسجد' مندر' گرجا میں جہاں جائے، سوائے ایک شان کے اور کچھ نہ دیکھے۔'' (وارثؔ پاک)

علم کے حیرت کدے میں کہاں اس کی نمود
گل کی پتی میں نظر آتا ہے راز ہست و بود

(اقبالؔ)

مسجد' مندر' گرجا' یہ سب گھر خدا کے ہیں۔ وہ خدا جو ہر ذرہ، ہر قطرہ اور ہر پھل پھول میں ہے مگر یہ نظر، یہ شانِ خدا' کس کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ فقیر کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ عاشق کامل کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ معرفت الٰہی والے کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ علم وعقل والی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے۔ اس کی بساط ہی کیا ہے۔ عشق حقیقی کے سمندر کے سامنے علم وعقل ایک قطرہ ہے۔

معرفت الٰہی کے آفتاب کے سامنے علم وعقل ایک ذرہ ہے، ایک کرن ہے۔ خدا کا عشق مسجد' مندر' گرجا یا شیوالہ کا محتاج نہیں۔ اس کی نظر اس کا دماغ اس کا دل جو وسیع سمندر ہے۔ روشن آفتاب ہے جب اور جہاں چاہے خدا کو دیکھ سکتا ہے۔ خدا کے جلوے کو دیکھ سکتا ہے۔ خدا کے نور کو دیکھ سکتا ہے۔ خدا کی آواز اور بول کو سن سکتا ہے۔ فقیری بہت بڑی منزل ہے۔ وہ خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ وہ جہاں جاتا ہے اس کی نگاہ میں اپنے یار، اپنے محبوب' اپنے معشوق حقیقی کا نور ہی نور تصور میں آتا ہے۔ اس کو اپنے محبوب کی شان کے سوا اور کچھ نہیں دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے اس کیلئے مسجد' سمندر' گرجا' شوالے سب برابر ہیں۔ انتہا یہ کہ اس کا خانہ دل مسجد' مندر' گرجا' شیوالے کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ علمائے ظاہر اس کو کیا سمجھ سکتے ہیں اس کو سمجھنے کیلئے قطرہ خون جگر سے اپنے عشق کی سیوا کرنی پڑتی ہے۔ جو علمائے ظاہر کے بس کی بات نہیں ہے۔ جس کا حصہ ہوتا ہے اسی کو ملتا ہے۔ علمائے ظاہر یعنی مندر کے پجاریوں، مسجد کے نمازیوں، گرجا کے پادریوں اور عیسائیوں کے دلوں میں غلط آرزوؤں کا انبار ہوتا ہے۔ جو صنم اور بت کی شکل جدا جدا اختیار کر لیتا ہے۔ یہ پجاری' یہ نمازی اپنا اپنا بت وصنم اپنے ساتھ لے جاتے ہیں ان کو مسجد' مندر' گرجا میں وہی نظر آتا ہے جو ان کے دل میں ہوتا ہے۔ فقیر کے دل میں کوئی آرزو نہیں۔ کوئی بت نہیں' کوئی صنم نہیں۔ اس کو ہر جگہ ایک ہی صورت نظر آتی ہے۔ وہ صورت خدا کی ہوتی ہے وہ ہر جگہ ایک ہی شان دیکھتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۷

''سینے میں جو سانس چلتی ہے۔ یہی ذات ہے۔ بس اس کی تصدیق مشکل ہے۔'' (وارثؔ پاک)

تیرے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے
تیرا دم گرمئی محفل نہیں ہے

(اقبالؔ)

ذات ایک ہے باقی سب صفات ہیں۔ اس ذات واحد نے آدمؑ کو اپنی صورت پر بنایا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ آدمی میں جو سانس چلتی ہے۔ وہی ذات ہے۔ باقی دل' دماغ' منہ زبان ہاتھ پاؤں۔ آنکھ' کان، ناک' خیال، احساس وغیرہ سب صفات ہیں۔ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے اس کی وہی سانس ہوتی ہے جو ماں کی ہوتی ہے۔ شہر کی تمام بجلی بتیوں کے کرنٹ وہی ہوتے ہیں جو پاور گھر میں کرنٹ ہوتا ہے۔ ذات واحد معبود حقیقی کی جو سانس ہے، جو روح ہے، جو نور ہے۔ وہی اس کے تمام صفات یعنی کائنات اور اس کے ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ پتہ پتہ میں بقدر ظرف بقدر پیمانہ درجہ بدرجہ ظہور میں ہے۔ علمائے ظاہر کیلئے اس کی تصدیق مشکل ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۸

''تصدیق ہزاروں میں ایک کو ہوتی ہے۔ ہر شخص کا حصہ نہیں پھر اس کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا۔''(وارثؔ پاک)

خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

(اقبالؔ)

ارشاد نمبر ۴۶ ''عنوان جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان نہیں۔'' میں وضاحت کے ساتھ ایمان اور تصدیق پر روشن ڈالی گئی ہے۔ اس ارشاد کو پڑھنے سے پہلے ارشاد نمبر ۴۶ کو اچھی طرح پڑھ لیں۔ اس ارشاد میں اسی تصدیق کے درجے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ وارثؔ پاک خود فرماتے ہیں کہ تصدیق ہزاروں میں ایک کو ہوتی ہے۔ ہر شخص کا حصہ نہیں۔ پھر اس کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا۔ دنیائے ظاہر کی آنکھ ایمان ہے اور دنیائے باطن کی آنکھ تصدیق ہے۔ چوں کہ عشق یعنی فقیری کی ساری منزلیں باطن سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے بغیر تصدیق کی آنکھ کے ایک قدم بھی آگے چلنا دشوار ہے۔ مادیت کی آنکھ ایمان ہے۔ اسی طرح روحانیت کی آنکھ تصدیق ہے۔ روحانیت کا قلب تصدیق ہے۔ فقیر بننے کے پہلے یا فقیری کی منزل پہ آنے سے پہلے کی، تصدیق کی دولت فقیر کے پاس ضرور ہونی چاہئے۔ ورنہ فقیری کی تجارت میں سودا کس سے کرو گے۔ زرِ نقد تو تصدیق ہے۔ بغیر زرِ نقد تمہیں کون سودا دے گا۔ فقیری چاہتے ہو یا فقیری کی تکمیل چاہتے ہو تو تصدیق کی دولت جمع کرو۔ بے تصدیق فقیری گدگری ہے اور گداگری انسانیت کی پیشانی پہ کلنگ کا ٹیکہ ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۹

''صاحب توحید ہونا آسان مگر صاحب تصدیق ہونا مشکل ہے۔''(وارثؔ پاک)

تو زندگی ہے پابندگی ہے
باقی ہے جو سب خاکبازی

(اقبالؔ)

اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کو زیادہ تر لوگ ایمان کے ساتھ تصدیق کے ساتھ مانتے ہیں۔ مگر وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر سب اسی کی طرف سے ہے۔ وہی بیمار ڈالتا ہے۔ وہی دکھ دیتا ہے۔ وہی سکھ دیتا ہے۔ وہی مالدار بناتا ہے۔ وہی غریب بناتا ہے۔ وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ وہی بناتا ہے، وہی بگاڑتا

ہے۔ زبان سے تو سب ہی کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے۔ مگر لاکھوں بلکہ کروڑوں میں ایک ہوتا ہے۔ جس کو دلی تصدیق ہوتی ہے کہ خیر وشر سب اسی کی جانب سے ہے۔ شر دے کر اپنے پیارے بندے کے مریض جسم۔ مریض دل کی شفا بخشنا منظور ہوتا ہے۔ مصیبت میں ڈال کر اس کو جگانا منظور ہوتا ہے تا کہ بے ہوشی میں وہ بندہ جہنم کی آگ میں نہ کود جائے۔ خیر اس لئے دیتا ہے کہ اس کا نیک بندہ انعام پا کر جذبہ شوق میں اور آگے نہ بڑھ جائے۔ اس طرح کا یقین کامل، ایمان مکمل، تصدیق محکم سب کے بس کی بات نہیں۔ چوں کہ محفل عشق میں۔ بازار عشق میں جب تک دلی تصدیق کی دولت نہ ہو تو فقیری کی ایک منزل بھی طے نہیں ہوسکتی ہے۔ اس لئے وارثؔ پاک اپنے فقیروں کو آگاہ کر رہے ہیں۔ خواب غفلت سے بیدار کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ "صاحب توحید ہونا آسان مگر صاحب تصدیق ہونا مشکل ہے۔" اگر ذوق فقیری ہے تو تصدیق کی دولت حاصل کرو۔ یہ دولت خداداد ہوتی ہے۔ جس طرح خدائے پاک اپنی دولت معرفت جس کو چاہے دے دے، کسی کا اجارہ نہیں۔ ٹھیک اس طرح دولت تصدیق ہے خدائے پاک اپنی دولت تصدیق جس کو چاہے دے دے، کسی کا اس میں اجارہ نہیں۔ دل کو سمندر کی طرح وسیع کرو، آفتاب کی طرح روشن اور منور کرو، تا کہ خدائے پاک دولت تصدیق اس میں بھر دے۔ ظرف اور پیمانہ بڑھاؤ۔ باقی کام خدائے پاک کا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۰

"جس کو یہاں تصدیق ہے وہ کعبہ جا کر کیا کرے گا۔ وہاں جا کر سوائے پتھر کے اور کیا دیکھے گا۔ خدا تو ہر جگہ ہے کعبہ تو بہت ہے۔" (وارثؔ پاک)

اس دور میں بھی مرد خدا کو ہے میسر
جو معجزہ پربت کو بنا سکتے ہیں رائی

(اقبالؔ)

اس ارشاد میں تصدیق کے کمال کی وضاحت ہے۔ حضرت موسیٰ کے دل نے کہا تو اپنا عصا زمین پر ڈال دے اور وہ اس آواز پر لاٹھی ڈال دی۔ وہ لاٹھی اژدھا بن کر جادوگروں کے سانپ کو کھا گیا۔ ان کے دل نے آواز دی کہ تو اپنی لاٹھی دریائے نیل پر مار۔ انہوں نے دل کی بات سن کر دریائے نیل پر لاٹھی ماری تو دریائے نیل دو ٹکڑے ہو کر اپنے سینے سے راستہ دے دیا۔ جس سے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے سارے لوگ پار ہو گئے۔ محبوب خدا نے انگلی کا اشارہ کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ یہ سب کرامات خداوندی اسی تصدیق کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہوئے۔ آج بھی جن کو تصدیق کامل ہے، وہ جو کعبہ میں دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے خانہ دل میں دیکھتے ہیں۔ ذرہ ذرہ میں دیکھتے ہیں، پتہ پتہ میں دیکھتے ہیں۔ قطرہ قطرہ میں دیکھتے ہیں۔ جس کو یہاں تصدیق ہے، وہ کعبہ جا کر کیا کرے گا۔ وہاں جا کر سوائے پتھر کے اور کیا دیکھے گا۔ خدا تو

ہر جگہ ہے کعبہ تو بہت ہے۔ اس طرح کی تصدیق کا قائم ہونا آسان نہیں ہے۔ یہ وہبی چیز ہے۔ یہ عنایت خداوندی ہے۔ بس کو بخش دے اس میں کسی کا اجارہ نہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۱

''محبت سے کچھ نہیں۔ جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔'' (وارثؔ پاک)

خود دار نہ ہو فقر تو قہر الٰہی
ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری

(اقبالؔ)

خودی اور خدا، فقیری اور امیری، محبت اور تصدیق' بس یوں سمجھ لو کہ تلوار اور تلوار کی دھار' پھول اور پھول کی خوشبو، عشق اور عشق کا جنون، سب سے پہلے تصدیق کی ضرورت ہے۔ جب تک خوددار نہ ہو گے خدا کی شان محبوبی کو دیکھنے نہ پاؤ گے اور خوددار انسان اس وقت ہوتا ہے جب اس کے دل سے ماسوااللہ کے سارے سہارے بے آسرا نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ فقیر کہاں جو انسان سے آسرا لگائے۔ وہ تو گدا ہے گدا۔ فقیر تو اس کو کہتے ہیں جو مسکرا کر کسی کو بھی بادشاہ بنا دے۔ فقیر کے سینہ میں خدا بولا کرتا ہے۔ اس نور حقیقت کو رکھنے والا ہیرے جواہرات جیسے واہیات پتھر کو چھونا بھی گوارا نہیں کرتا فقیر اپنے پاؤں تلے ساری دنیا کا خزانہ رکھتا ہے۔ یہی اس کی شان ہے اور یہی اس کی پہچان۔ تصدیق روحانیت کی پونجی ہے اور محبت ایک شئے۔ ایک جنس' ایک سودا۔ اگر پونجی نہیں ہے تو خرید و فروخت کس سے کرو گے۔ پہلے تصدیق کی دولت حاصل کرو۔ پھر محبت کا سودا کرو۔ بے تصدیق محبت بے کار ہے۔ محبت سے کچھ نہیں۔ جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۲

''نماز روزہ اور ہے تصدیق اور ہے۔ اگرچہ تصدیق مانع صلوٰۃ نہیں۔ مگر حالت ضرور قابل لحاظ ہے۔'' (وارثؔ پاک)

نادان، ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے
اسباب ہنر کیلئے لازم ہے تگ و دو

(اقبالؔ)

نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور جہاد ایک ایک درجہ ہے۔ ایک ایک اشارہ ہے۔ مگر منزل مقصود صرف تصدیق ہے۔ اگر تصدیق سے تیرا سینہ خالی ہے تو تیرا وجود طوطے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور جہاد شرع شریف کے درجات ہیں اور تصدیق ان درجات کے طے ہونے کے بعد کی منزل ہے۔ اگر درجات کے طے ہونے کے بعد بھی منزل

تصدیق ہاتھ نہ آئی تو ویسی نماز' ویسے روزے' ویسے حج' ویسی زکوٰۃ' ویسے جہاد کس کام کے۔ جب حاصل سے محروم، مطلوب سے محروم' مقصود سے محروم' تو نے ساری زندگی اپنے جسم کو تکلیف دی' مگر تصدیق نہ پاسکا۔ تو ایسی نماز اور روزہ سے کیا فائدہ۔ تصدیق اسی کو ملتی ہے جس کا دل سمندر سے زیادہ وسیع اور عمیق ہوتا ہے۔ تصدیق اس کو ملتی ہے۔ جس کا دل آفتاب سے زیادہ روشن اور منور ہوتا ہے۔ ایسا دل فقیر کا ہوتا ہے۔ جو اپنی فقیری کی خاطر اپنی ہستی کو نیست کر دیتا ہے۔ قربانی میں اپنی زندگی کی مسکراہٹ دیکھتا ہے منزل عشق سخت اور دشوار گزار منزل ہے۔ یہاں ایسے دیوانے اور مجنوں کی ضرورت ہے، جو دل کی ہر ہر چوٹ پر حق اللہ' حق اللہ کا نعرہ بلند کرے۔

اگر چہ تصدیق مانع صلوٰۃ نہیں مگر حالت ضرور قابل لحاظ ہے۔ نماز پڑھتے جاؤ' ٹوٹی پھوٹی ہی سہی۔ یہ نظام اسلام ہے۔ پھر کون جانے تمہاری ایک ہی نماز تمہاری قسمت بدل ڈالے۔ معبود حقیقی خوش ہو کر اپنی دولت تصدیق سے تمہیں مالا مال کر دے پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۳

''کتابیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا تصدیق اور چیز ہے۔'' (وارثؔ پاک)

محرم خودی سے جس دم ہوا فقر
تو بھی شہنشاہ میں بھی شہنشاہ

(اقبالؔ)

کتاب۔ استاد اور رہبر سب صرف دو قدم کا ساتھ دے سکتے ہیں، راستہ بتا سکتے ہیں، راستے پر لا کر کھڑا کر سکتے ہیں مگر منزل تو طے طالب علم کو کرنی پڑتی ہے۔ طالب مولا کو کرنی پڑتی ہے۔ راستے کی دشواریاں طالب مولا کو اٹھانی پڑتی ہیں۔ استاد یا پیر کیا کر سکتا ہے۔ منزل پہ منزل طے کرنا یا ایک ہی منزل پہ زندگی گزار دینا طالب کے ہاتھ ہوتا ہے یا مطلوب کے ہاتھ ہوتا ہے۔ پیر فقیر تو صرف رہنما ہوتے ہیں۔ مطلوب کی نظر شفقت اگر پڑ گئی تو اپنی دولت تصدیق سے اپنے نو آموز طالب کے سینہ کو بھر دیتا ہے۔ تصدیق کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہی نو آموز طالب ہزاروں برس کی منزل کو ایک منٹ میں طے کر کے رکھ دیتا ہے۔ تصدیق سب سے تیز رفتار براق ہے پیارے۔ فقیری سے پہلے خدا سے تصدیق مانگ' بے تصدیق فقیری بے کار شے ہے۔ ایک منزل بھی طے نہ ہوگی۔ ایک ذرا سی چوٹ تمہارے حوصلہ اور تمہاری تڑپ کو پارہ پارہ کر کے رکھ دے گی۔ پھر نہ تم دین کے رہو گے اور نہ دنیا کے۔ روحانیت کی پونجی تصدیق ہے۔ پہلے پونجی جمع کرو پھر بازار روحانیت میں قدم رکھو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۴

''یقین اعتقاد کی روح ہے۔جس میں یقین کی کمی ہے اعتقاد کی کمی ہے۔''(وارث پاک)

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برناؤ پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقیں

(اقبالؔ)

جس طرح تصدیق ایمان کی روح ہے۔جس میں تصدیق کی کمی ہوتی ہے اس میں ایمان کی کمی ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح' یقین اور اعتقاد ہے۔یقین اعتقاد کی روح ہے جس میں یقین کی کمی ہے۔اعتقاد کی کمی ہے۔فقیر بے تصدیق بے کار ہے،اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔اسی طرح اعتقاد' چاہے وہ دین اسلام کا ہو یا قرآن کا یا رسول ﷺ کا یا جنت کا یا دوزخ کا،حشر کا نشر کا،غرض جس کا بھی ہو،بے یقین بے کار چیز ہے۔اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔یقین ہو تو ایسا یقین ہو' جیسے آگ میں انگلی ڈالنے کے بعد انگلی کے جلنے کا یقین ہوتا ہے۔جب تک اس طرح کا یقین نہیں اس وقت تک اعتقاد پانی کا ایک بلبلہ ہے۔جو ہوا کے ایک ہی جھونکے میں ٹوٹ کر غرقاب ہو جاتا ہے۔اس یقین کا پیدا کرنا یا اعتقاد حاصل کرنا بھی بے فقیری محال ہے۔فقیری خون جگر پینے سے بنتی ہے۔اگر شوق ہے تو محبت کرو۔عشق کرو اور قطرہ خون جگر سے عشق کی تواضع کرو۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۵

''جس کے دل میں یہ رہے کہ دیکھئے یہ کام ہو کہ نہ ہو وہ کام نہیں ہوتا ت۔کیونکہ وہ دبدھا میں پڑا ہے۔'' (وارث پاک)

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ

(اقبالؔ)

کتابوں کے خاموش اور مردے اشارے تیری خودی کو سلا دیتے ہیں۔اس کی جگہ عقل آ جاتی ہے اور عقل ایک ایسی کمزور ساتھی ہے جو بات بات پر شک وشبہ اور دبدھا پیدا کرتی ہے۔راہ عشق میں اگر منزل کی تلاش ہے تو جنوں کو اپنا ساتھی بنا۔وہ تجھے بات بات پر ہمالیہ کا مذاق اڑا دینا سکھا دے گا۔پہلے جنون پھر خودی کا جامہ،اس کے بعد وہی جلوہ۔اللہ کرے کہ تو صاحب عقل نہیں بلکہ صاحب جنوں ہو جائے۔تا کہ تیری منزل خود بخود لرزتی ہوئی تیرے قدم چوم لے۔ دبدھا کی جگہ،وسوسہ کی جگہ،شک وشبہ کی جگہ،یقین،ایمان اور تصدیق کی طاقت حاصل کر۔کامیابی کا یہی راز ہے

پیارے۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۶

''خدا پر بھروسہ ہے تو وہ خود تمہارا سامان کر دے گا۔'' (وارثؔ پاک)

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

(اقبالؔ)

یقین اعتقاد کی روح ہے۔ اگر تمہارا اعتقاد ہے کہ دنیا کی ساری چیز خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے بنتی ہے اور بگڑتی ہے۔ وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ وہی بیمار ڈالتا ہے۔ وہی شفا بخشتا ہے۔ وہی شر کا بھی مالک ہے اور وہی خیر کا بھی اسباب دینا صرف بہانہ ہے۔ اگر تمہارا یہ اعتقاد یقین محکم کے ساتھ ہے۔ تصدیق کامل کے ساتھ ہے۔ ایمان مکمل کے ساتھ ہے تو تمہارا بیڑا پار ہے۔ ایسے یقین والے، اعتقاد والے، تصدیق والے، ایمان والے فقیر کا سامان خدا خود کر دیتا ہے اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی ہے۔ کسی سے نہ کہنے کی حاجت نہیں ہے اور نہ بولنے کی۔ اس کو صرف اپنے خدائے بزرگ و برتر پر بھروسہ ہوتا ہے۔ جو دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہ خدائے بزرگ و برتر ضرورت کے مطابق سامان ضرورت خود مہیا کر دیتا ہے۔ مہیا کرنے کے اس کے ہزاروں بہانے ہیں۔ فقیر کا کام خود سے ہوتا ہے۔ اس کو زبان ہلانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یقین کے ساتھ خدا پر بھروسہ رکھو۔ خدا خود تمہارا سامان کر دے گا۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۷

''جس کی نظر دوست پر ہے اس کا کوئی دشمن نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

اے لاالہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ

(اقبالؔ)

تمہارے گھروں میں جو یہ بتیاں جل رہی ہیں، پنکھے چل رہے ہیں، ریڈیو بج رہے ہیں، اسی طرح کے سینکڑوں آسائش و آرام کے سامان مہیا ہیں، یہ سب کارآمد اس وجہ سے ہیں کہ سب کے تار پاور گھر سے وابستہ ہیں۔ جوں ہی وابستگی گئی، پورا گھر گھپ اندھیرا، سب بیگانے اور دشمن۔ یہی حال انسان کا ہے۔ انسان آفتاب حقیقت کا ایک ذرہ ہے ایک کرن ہے، ایک شمع ہے، جب تک آفتاب سے وابستگی ہے، لگاؤ ہے، اس وقت تک ذرہ میں چمک ہے۔ کرن میں گرمی

ہے اور شمع میں نور ہے۔ جوں ہی وابستگی ٹوٹی، لگاؤ ختم ہوا، ذرہ ریت ہے، کرن سایہ ہے، شمع گل ہے، سب بیکار ہیں۔ سب دشمن ہیں یا یوں سمجھئے کہ جس کی نظر دوست پر ہے، اس کا کوئی دشمن نہیں، کوئی بیگانہ نہیں، کوئی نقصان نہیں۔ اللہ کی عبادت لوگ ڈر اور خوف سے کرتے ہیں۔ رحیم و کریم ہونے کے سبب آرزو اور تمنا لے کر کرتے ہیں۔ مگر اللہ دوستی کے رشتہ کو زیادہ پسند کرتا ہے اگر دنیا کے جلاد کو مار ڈالنا چاہتے ہو تو اللہ سے دوستی کے ناتے جہاد کی طاقت مانگو۔ تمہارا کوئی دشمن نہیں رہے گا۔
(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۸

''شرط انصاف یہی ہے کہ سونے چاندی کے ہم وزن شیرینی خرید کی جائے۔'' (وارثؔ پاک)

(نوٹ:۔ حضور پاک اپنی دادی صاحبہ کے پاس سے اکثر اشرفیاں لاتے اور مسمی لوکٹی حلوائی کو دیتے اور اس کے وزن کے برابر بتاشا لے کر بچوں کو تقسیم فرماتے تھے۔)

اللہ کی دین ہے جسے دے
میراث نہیں بلند نامی

(اقبالؔ)

فقیری میں، عشق میں، بازار دنیا کی ساری چیزیں برابر ہیں۔ سونا، چاندی، موتی، مونگا، ہیرا، جواہر، مٹی، پتھر، پانی، آگ، ہوا سب برابر ہیں۔ کسی کو دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ فقیر کی سمندر جیسی نگاہ میں قطرہ کا کیا وجود ہے۔ عشق کی آفتاب جیسی نظر میں جنگوں کی کیا حقیقت ہے۔ جس کو دنیا والے سونا کہتے ہیں۔ وہ فقیر کی نظر میں مٹی ہے۔ جس کو ہیرا کہتے ہیں وہ پتھر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وارثؔ پاک اپنے مریدوں کو تاکید فرماتے ہی کہ شرط انصاف یہی ہے کہ سونے چاندی کے ہم وزن شیرینی خرید کی جائے۔ صرف زبان یا قلم سے ہی انہوں نے یہ تاکید نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ اس پر خود عمل کر کے بھی دکھایا ہے۔ حضور پاک اپنی دادی صاحبہ کے پاس سے اکثر اشرافیاں لاتے اور مسمی لوکٹی حلوائی کو دیتے اور اس کے وزن کے برابر بتاشا لے کر بچوں کو تقسیم فرماتے تھے۔ یہ ہے فقیری کی شان کہ دنیا کی بادشاہت، ہیرے جواہر، سونے چاندی کی وقعت، فقیر کی نظر میں گرد و غبار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی ہے۔ جو خدا سے ملا وہ خود خدا ہو گیا۔ خدائی اس کے زیر قدم ہوتی ہے۔ وزن قائم رکھو۔ حق، انصاف اور اسلام کو گرنے نہ دو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۹

''مال و زر فقیر کو نہیں چاہئے۔'' (وارثؔ پاک)

مقام گفتگو کیا ہے اگر میں کیمیا گر ہوں
یہی سوزِ نفس ہے اور میری کیمیا کیا ہے

(اقبالؔ)

فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ فقیر کے زیرِ قدم خدا کی ساری خدائی چھپی رہتی ہے۔ فقیر کی نگاہیں دور بین اور اندرون بین ہو جاتی ہیں۔ ظاہر اور باطن سب عیاں ہو جاتے ہیں۔ سونا' چاندی' ہیرے جواہرات سب کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ اس کی نگاہ دور بین میں سونا' چاندی مٹی ہے اور ہیرے جواہرات پتھر ہیں۔ بھلا ایسی صورت میں فقیر زر و مال لے کر کیا کرے گا۔ جو اس کے پاس ہوتا ہے وہ بھی لوگوں میں بانٹ دیتا ہے۔ وہ تو صرف اپنے محبوب اور اس کی یاد کا متوالا ہوتا ہے۔ اس کو اتنی فرصت کہاں کہ مال و زر کی طرف دیکھے۔ اس کی ہر نظر محبوب کے جلوے اور نظارے کی طرف محو رہتی ہے۔ اس کی ہر سانس یادِ محبوب کیلئے وقف رہتی ہے۔ فقیری بہت بڑی منزل ہے پیارے۔ بچے' جب نادان ہوتے ہیں تو کنکر پتھر اور مٹی ہی کو زیادہ قیمتی چیز سمجھتے ہیں اور جمع کرتے ہیں۔ مگر ہوش و گوش آتے ہی کنکر' پتھر اور مٹی کو چھوڑ کر سونا' چاندی اور ہیرا جواہر جمع کرنے لگتے ہیں۔ مگر یہ ہوش و گوش انسان کا ظاہری ہوش گوش ہوتا ہے۔ اصل ہوش گوش فقیری میں حاصل ہوتا ہے۔ فقیر کی نگاہ میں دنیا کی ساری چیزیں مٹی ہے۔ یہاں کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کو جمع کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فقیر کو مال و زر نہیں چاہئے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۴۰

''مشائخ عظام کے طریقوں کے متعلق فرماتے تھے۔ وہ طریقے نظامی ہیں۔ اگر انتظام نہ ہو تو سب کھیل بگڑ جائے۔ سب ایک سے ہو جائیں۔'' (وارثؔ پاک)

یہ بندگی خدائی وہ بندگی گدائی
یا بندہ خدا بن یا بندہ زمانہ

(اقبالؔ)

یہ تماشا گاہ دنیا میں ڈرامہ کا کردار انسان کا جدا جدا ہے۔ کوئی ہیرو ہے تو کوئی ویلن۔ کوئی گاتا ہے تو کوئی رقص کرتا ہے۔ کوئی سپاہی کا کام کرتا ہے تو کوئی سپہ سالاری کا۔ کوئی پیادہ ہے تو کوئی سوار۔ یہ سب طریقے نظامی ہیں۔ اگر انتظام نہ ہو تو سب کھیل بگڑ جائے سب ایک سے ہو جائیں۔ جب دنیاوی ظاہری ڈرامہ میں نظام ہے، اصول ہے، آداب ہیں، احکام ہیں، شرع ہے تو باطنی ڈرامہ یعنی انسانیت کی تکمیل کے ڈرامے میں نظام' اصول' آداب' احکام اور شرع شریف کا ہونا از حد لازمی ہے۔ اس لئے فقیروں کو چاہئے کہ مشائخ عظام کے طریقوں کے متعلق جو نظامی طریقے ہیں ہرگز ہرگز

ایسی بات منہ سے نہ نکالیں جو شرع شریف کی شان سے گری ہوئی ہو۔ شرع شریف کی پابندی جس طرح مشائخ عظام پر لازم ہے اسی طرح فقیروں پر لازم ہے۔ کوئی فقیر اس وقت تک کمال حال نہیں کرسکتا ہے جب تک شرع شریف کے درجات پورے کے پورے طے نہ کرے۔ لازم ہے کہ فقیر خود بھی نظامی طریقے کے مطابق چلے اور دوسروں کو بھی چلنے کی تلقین کرے۔ فقیری نظام عالم کو سنوارنے کے لئے ہے، خلل پیدا کرنے کے لئے نہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۱۴۱

''جو خدا کل امراض کو دور کرسکتا ہے وہ بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی مٹا سکتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

خودی کا نشیمن تیرے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

(اقبالؔ)

انسان جو کا غذا کھاتا ہے اور پانی پیتا ہے۔ پیٹ میں جا کر دونوں مل جاتا ہے۔ ملنے کے بعد تحلیل ہوتا ہے، تحلیل ہو کر خون بنتا ہے۔ خون جسم کو قوت اور طاقت بخشتا ہے۔ یہ ساری تبدیلیاں اللہ کے حکم اور اس کی رحمتوں کے ذریعہ عمل میں آتی ہیں۔ ورنہ غذا کیا ہے؟ اناج ہے، سبزی ہے، گوشت ہے، تیل ہے، نمک ہے، سب کے سب مٹی ہیں۔ وہی مٹی اللہ کے حکم سے، حکمت سے، رحمت سے ضرورت کے مطابق تبدیلی اختیار کرتی ہے اور نئی نئی شکل نئی نئی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ہر جگہ خدا ہی خدا ہے۔ وہی خدا کل امراض کو دور کرتا ہے۔ وہی خدا صحت بخشتا ہے۔ وہی خدا بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی بوقت ضرورت مٹاتا ہے۔ اس کے کارخانہ قدرت میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی انسان میں ہے، کمی انسان کی تصدیق میں ہے، یقین میں ہے، اعتقاد میں ہے۔ وارثؔ پاک کا بھوک اور پیاس کے وقت پر اثر نسخہ یہ ہے۔ گرم پانی اور ٹھنڈا پانی بھر پیٹ پی لو۔ وہی اثر، وہی آسودگی، وہی طاقت فقیر کو ملے گی جو شکم پُر انسان کو ملتی ہے۔ شرط تصدیق کامل کی ہے۔ یہ ان کا آزمودہ نسخہ ہے۔ زندگی کا بیشتر حصہ صرف پانی پر گزرا ہے۔ آپ کا دستور تھا کہ دن کو روزہ رکھتے اور شام کو صرف پانی سے روزہ افطار کرتے۔ لگاتار، چھ روز تک افطار صرف پانی سے ہوتا اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ ساتویں روز کے افطار میں دال اور اس میں ایک پتلی روٹی ڈال دی جاتی تھی۔ روٹی جب ملائم ہو جاتی تھی تو اس کا عرق نکال کر اسی دال میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس دال اور اس ایک روٹی کا پانی سات روز کے متواتر روزہ کے بعد غذا ہوتی تھی۔ اس کے بعد پھر روزہ اور ہر روزہ کی افطار تھوڑا پانی، یہ سلسلہ سالوں سال چلتا رہا۔ یہ آپ کی خصوصیت والی شان تھی اور یہ شان آپ کو اپنے اعتقاد اور تصدیق سے ملی اور وہ تصدیق یہ تھی کہ جو خدا کل امراض کو دور کرسکتا ہے۔ وہ بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی مٹا سکتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۴۲

''اہل وعیال کی نسبت اکثر فرمایا ہے کہ میری وجہ سے دنیا نہ چھوڑ۔ تیری دنیا داری عبادت ہے۔'' (وارث پاک)

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

(اقبالؔ)

خدا کی یاد میں، خدا کی محبت میں، فقیری میں، عشق میں، دنیا چھوڑ دینا حد درجہ گناہ ہے خدا کبھی اس قسم کے پاگل پن کو پسند نہیں کرتا جبکہ خدا نے بھی تجھے دنیا میں کسی خاص مقصد کیلئے پیدا کیا ہے۔ تو تیرا جنگل جنگل بھٹکنا، جنگلی جانوروں کی طرح پھرنا بالکل بے معنی چیز ہے۔ دنیاداری، اہل وعیال کی پرورش، محنت مزدوری بہت سخت امتحان ہے۔ اگر تو جنگل میں چلا گیا تو تیرے ایثار وقربانی، خود پرستی وخودستائی، نفس پرستی وغیرہ کی آزمائش کیسے ہوگی۔ کیسے معلوم ہوگا کہ تو بزدل ہے یا شیر دل، خود پرست ہے یا خداپرست کیچڑ میں اس طرح رہ جیسے کنول تالاب میں رہتا ہے۔ اہل وعیال کی پرورش کر ساتھ ہی یادالٰہی سے غافل نہ ہو۔ ہاتھ محنت مزدوری میں لگا ہو مگر دل یاد خدا میں ہے۔ یہ ہے اصلی فقیری دنیاداری سے بڑھ کر اور کوئی منزل نہیں۔ فقیر اس منزل پر پارے کی طرح تھرتھراتے ہیں۔ اس منزل سے پار ہونا، پل صراط پار کرنا ہے۔ اس منزل پر سلامت روی کے ساتھ گزر جانا لوہے کے چنے چبانے کے برابر ہے۔ دنیاداری کے ساتھ فقیری سنت نبیؐ ہے، پیروی علیؑ ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۴۳

''جو کچھ اولیاء اللہ کیلئے ہوتا ہے یہ سب زندہ نذر ہے۔'' (وارث پاک)

حضرت مستقیم شاہؒ۔ آپ کو سرکار عالم پناہ کے فقراء میں صرف ممتاز اور اعلیٰ مراتب ہی ہونے کا فخر حاصل نہیں تھا بلکہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو ایک نمونہ عشق بنا کر اس دنیا میں بھیجا تھا جس کا اظہار حضور پاک نے آپ کے والدین سے آپ کی ولادت کے قبل بایں الفاظ فرمادیا تھا کہ۔

''تمہارے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوگی جو فقیر ہوگی آپ حضورﷺ پاک کے مسلک پر قدم قدم چلنے والی تھیں۔ آپ کو جو درجات حاصل ہوئے۔ وہ مستثنیات سے تھے۔ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئے۔ حضور پاک نے اپنے اس ارشاد کو خود ہی ثابت کر دکھایا کہ جس کا حصہ ہوتا ہے اس کو ضرور ملتا ہے۔ غرضیکہ آپ حضور پاک کی ایسی عاشق صادق تھیں جس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ جب کبھی سرکار عالم پناہ ناخوش ہو کر دیوہ شریف سے کہیں تشریف لے جاتے تھے۔ تو آپ پاپیادہ

برقعہ پوش آپ کی تلاش میں نکلتی تھیں اور جس طرح سے اس روٹھ کے جانے والے ذات پاک کی خوشبو آئی تھی۔ اسی طرف آپ جاتیں۔ یہاں تک کہ اس جگہ پر جہاں حضور پاک رونق افروز ہوتے پہنچ جاتی تھیں۔ اس وقت کا نظارہ قابل دید ہوتا تھا اور سرکار عالم پناہ کا ایک انداز خاص سے فرمانا کہ ہم مستقیم شاہ سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ ''مستقیم شاہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔ حاضرین پر ایک کیف طاری ہو جاتا تھا۔ پھر خوشی خوشی مستقیم شاہ صاحبہ کے ساتھ تشریف لے آتے تھے۔

بالآخر آپ کے سچے عشق و محبت کا نتیجہ اور صلہ یہ ملا کہ جب آپ کا وصال ہوا تو سرکار عالم پناہ نے آپ کی قبر کے بغل میں اپنی قبر شریف بھی باصرار کھدوائی اور اس میں غلہ بھروا دیا اور فرمایا کہ میں بھی یہیں رہوں گا۔ میں نے مستقیم شاہ سے وعدہ کیا ہے کہ میں کبھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ لیکن اس کے بعد بر بنائے واقعات حضور پاک ﷺ نے غلہ نکلوا کر قبر تشریف کو پٹوا دیا اور فرمایا کہ یہ سب اسباب ظاہری ہیں۔ میں نے جو ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے، یہی کروں گا۔ حضور پاک نے خود ہی آپ کا عرس بھی قائم فرمایا اور اعزائے مرحومہ سے بھی فرمایا کہ میرے تمام لوگ مستقیم شاہ کے عرس کے ذمہ دار ہو۔ چنانچہ اب تک برابر یہ پابندی تقرر تاریخ حضور پاک دادا صاحب کے عرس کے (جو مخدوم مستقیم شاہ صاحبہ کا ہی قائم کیا ہوا ہے اور جو کاتک کے میلے کے نام سے مشہور ہے۔) ایک ہفتہ کے بعد بمقام قصبہ فتح پور بارہ بنکی جہاں آپ کی قبر شریف ہے۔ عرس ہوا کرتا ہے جو کہ عرس کے بابت ایک عالم صاحب معترض ہوئے کہ مستورات کا عرس جائز نہیں۔ حضور پاک نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ روح کو موت نہیں ہے۔ جب عام مخلوق کی یہ حالت ہے۔ تو اولیاء اللہ کی شان میں ارشاد موجود ہے۔ اولیاء اللہ لا یموتون۔ بس جو کچھ اولیاء اللہ کے لئے ہوتا ہے یہ سب زندہ نذر ہے اور ہمارے نزدیک تو عورت ہو یا مرد جو طالب مولا ہے۔ وہی مذکر ہے۔ مولوی صاحب آپ ہی بتائیے کہ مستقیم شاہ نے طلب مولا میں سر کھولا یا طلب عقبیٰ یا طلب دنیا میں۔ مولوی صاحب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

حضرت مستقیم صاحبہ کی مختصر کہانی سے یہ بات بطور ہدایت ذہین نشین کر لینا چاہئے کہ اولیاء اللہ کے لئے جو کچھ ہوتا ہے۔ یہ سب زندہ نذرانہ ہے۔ اولیاء اللہ کو موت نہیں ہے۔ وہ زندہ ہیں اور پوری شان کے ساتھ زندہ ہیں۔ علمائے ظاہر کی سمجھ سے باہر ہے۔ وہ ہر چیز ظاہری آنکھ سے دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں۔ علم و عقل سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ دل بیمار ہے، دل کی آنکھ بند ہے۔ یقین، اعتقاد، ایمان، تصدیق کمزور ہے یا سرے سے ناپید ہے۔ اولیاء اللہ سمندر ہیں، آفتاب ہیں۔ بھلا سمندر کو قطرہ کیا سمجھے یا آفتاب کو ذرہ کیا سمجھے۔ یہ کام دل کا ہے۔ دل کا علاج کرو۔ دل کی آنکھ کھولو۔ سب راز عیاں ہو جائیں گے۔ ساری حیرت ختم ہو جائے گی۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۴۴

''انسان جہاں رُکتا ہے۔ خدا وہیں سے ظاہر ہوتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

دل طور سینا و فاران دو نیم
تجلی کا پھر منتظر ہے کلیم

(اقبالؔ)

اس ارشاد کی وضاحت وارثؔ پاک نے اپنی زبان مبارک کے ذریعہ خود ہی فرمائی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

''ایک پنڈت سے حضور پاک نے فرمایا کہ یہ بتاؤ'' پرہلاد نے جس وقت عالم ذوق میں برم یعنی معبود حقیقی کا نام رٹنا شروع کیا۔ اس وقت باپ جس کا نام ہرنکس تھا نہایت طیش میں آ گیا اور اپنے لائق اور ہونہار بیٹے سے کہنے لگا کہ خبردار میرے سامنے رام کا نام نہ لینا ورنہ تلوار سے سر اڑا دوں گا۔ پرہلاد نے جب باپ کی بے جا مداخلت سنی تو اس کو بھی جوش آ گیا۔ اس نے حالت وجد میں اپنے باپ سے کہا کہ مجھ میں رام تجھ میں رام کھڑک کھم سب میں رام۔ یعنی مجھ میں، تجھ میں تلوار اور ستون سب میں اس خدائے واحد کا جلوہ ظاہر ہے ان کے یہ کہتے ہی ستون پھٹ گیا اور برم کی صورت شیر کے چولے میں نمودار ہوئی۔ جس نے ہرناکس کو پارہ پارہ کر دیا۔ تو سوال یہ ہے کہ پرہلاد نے مجھ میں تجھ میں کھڑک کھم چار چیزوں میں برم کے جلوے کا ذکر کیا۔ مگر صورت برم کی کھم سے یعنی ستون سے ظاہر ہوئی اور باقی تینوں چیزوں میں سے کسی میں ظاہر نہ ہوئی۔ اس میں ستون کی کیا تخصیص تھی۔ جب وہ سب چیزوں میں موجود تھا۔ پنڈت نے مودب عرض کیا کہ اس کے جواب سے قاصر ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سنو سنو پنڈت جی، پرہلاد نے مجھ میں تجھ میں کھڑک کھم چار چیزوں میں شاہد حقیقی کے جلوے کا اظہار کیا۔ مگر کھم یعنی ستون پر آ کر رک گیا۔ جہاں رکا خدا وہیں سے ظاہر ہو گیا۔'' خدا تم میں ہے مگر دیکھ نہیں سکتے۔ خدا کائنات کے ذرہ ذرہ میں ہے مگر تم دیکھ نہیں پاتے۔ خدا آتا ہے ور ہر بھیس میں آتا ہے۔ وہ عشق کی شکل کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ ایک ہی طرف دیکھتے جاؤ۔ دو طرف نہیں۔ چنچل نہ بنو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر دیکھو تو ادھر سے نکل جائے اور ادھر دیکھو تو ادھر سے نکل جائے۔ ایک خیال پختہ کر لو اسی جگہ خدا مل جائے گا۔ ایک صورت پکڑ لو وہیں خدا مل جائے گا۔ پیر کامل کی صورت پکڑ لو۔ پیر کی صورت میں خدا ملا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۴۵

''مدینہ منورہ کے راستے میں ایک مولوی صاحب بار بار کہتے تھے ان اللہ مع الصابرین۔ دوپہر کو جب ہوا گرم ہوئی تو مولوی صاحب گھبرائے۔ پانی بھی ان کے پاس ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت ہم نے کہا ان اللہ مع الصابرین۔ تو مولوی صاحب خفا ہو گئے بس زبان سے کہنا اور بات ہے اور دل سے تصدیق اور چیز ہے۔'' (وارثؔ پاک)

میں جانتا ہوں انجام اس کا
جس معرکے میں ملا ہوں غازی

(اقبالؔ)

یقین اعتقاد کی روح ہے۔ تصدیق روحانیت کی روح ہے۔ خدا اپنا کلام اپنی بول اسی پر کھولتا ہے۔ جس کا دل یقین اور تصدیق سے منور ہوتا ہے۔ علمائے ظاہر کلام اللہ کو جتنی بار پڑھیں لاکھ بار پڑھیں' کروڑ بار پڑھیں' مگر جب تک ان کے دل میں یقین کامل تصدیق کامل گھر نہ کرلے گا۔ اس وقت تک کلام پاک کا ایک حرف بھی' ایک کلمہ بھی' ایک بول بھی نہ کھلے گا۔ حقیقت جاننے سے کچھ نہیں ملتا۔ جب تک حقیقت کھل نہ جائے۔ راز ظاہر نہ ہو جائے۔ حقیقت اس وقت کھلے گی۔ جب دل روشن ہوگا۔ ضمیر روشن ہوگا۔ سچ ہے زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ تصدیق چاہتے ہو۔ یقین محکم چاہتے ہو تو محبت و پیار سیکھو۔ عشق کرنا سیکھو۔ دل کو سمندر جیسا وسیع اور آفتاب جیسا منور کرو۔ تصدیق خود آ کر گھر کر لے گی۔ حقیقت سمندر سے بھی ہزار گناہ زیادہ وسیع' عمیق ہے اور آفتاب سے لاکھ گناہ زیادہ منور ہے۔ ایسی حقیقت کو علم و عقل جیسے حقیر قطرہ یا ذرہ میں کیسے سما سکتے ہو۔ یہ کام دل کا ہے۔ جہاں تصدیق سمندر یا آفتاب رہا کرتا ہے۔ (حسینؒ)



چراغ راہ نمبر ۱۴۶

"مکہ معظمہ میں ایک مولوی صاحب نحن اقرب اللہ من حبل الورید کا وعظ بہت کہا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک معمولی سی فرد تھی اس میں سردی معلوم ہوئی۔ میرے پاس دو کمبل تھے۔ وہ شب کو ایک کمبل مانگنے کے لئے ہمارے پاس آئے۔ نحن اقرب اللہ من حبل الورید سے نہیں مانگتے۔ (اس کے بعد فرمایا کہ زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔" (وارثؒ پاک)

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش
مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش

(اقبالؒ)

خدا تم میں ہے مگر دیکھ نہیں سکتے۔ خدا خودداری میں ہے، ایسی خودداری کہ جان چلی جائے مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے۔ خدا کے سہارے کے سوا سارے سہارے کو اپنے اوپر حرام کرلے۔ وکفی باللہ وکیلا۔ اس کے دل پر نقش ہو جائے۔ ایسے عاشق صادق اور تصدیق کے فرشتے خدا کو اپنے اندر دیکھتے ہیں اور شاہ رگ سے زیادہ قریب بھی پاتے ہیں۔ علم و عقل والے علمائے ظاہر اس حقیقت سے روآشنا تو درکنار اس کے نام سے بھاگتے ہیں۔ ان کی ساری نصیحت اور وعظ دوسروں کیلئے ہوتی ہیں۔ خود اس کے عامل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ ان کی زبان میں کوئی اثر ہے اور نہ ان کا کوئی فعل قابل تحسین ہوتا ہے۔ صرف زبانی جمع خرچ ہے اور زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ (حسینؒ)



چراغ راہ نمبر ۱۴۷

''معشوق کے ملنے نہ ملنے سے دنیا میں واسطہ نہ رکھے۔ جو دل میں سما گیا، اس پر قائم رہے بے غرض و بے مطلب جو محبت ہے وہ ایک آتش جگر سوز ہے، جس کو عشق کہتے ہیں۔ یہ ایک بے اختیار چیز ہے۔ اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے نہ اس کو سب سے تعلق ہے۔ یہ ایک آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی بدن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہو گی۔'' (وارثؔ پاک)

اس کی خودی ہے ابھی شام و سحر میں اسیر
گردش دوراں کا ہے جس کی زباں پر گلہ

(اقبالؔ)

عاشق جب عشق کی تمام منزلوں کو طے کر لیتا ہے۔ اس کی ہر سانس یادِ محبوب یا دِ خدا میں گزرنے لگتی ہے۔ محبت اس کی خوراک، پیار اس کا پانی اور چاہت اس کی راحت جب بن جاتی ہے۔ تو دفعتاً شیطان اس کے کان میں یہ آواز ڈال دیتا ہے کہ جس کی لگن میں، جس کے پیار میں تم نے اپنی ہستی بگاڑ دی۔ اپنے کو گم کر دیا فنا کر دیا آخر وہ صورت کہاں ہے۔ وہ معشوق کہاں ہے۔ یہ خیال آتے ہی، یہ آواز کان میں آتے ہی، یہ وسوسے شیطانی دل میں آتے ہی، عاشق اپنے معشوق کے دیدار کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے اور اسی بے قراری میں مجنوں کی طرح جنگل جنگل مارا پھرتا ہے۔ ایسے ہی موقع پر اور ایسے ہی جانباز فقیروں کی رہنمائی وارثؔ پاک مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں۔ معشوق کے ملنے نہ ملنے سے دنیا میں واسطہ نہ رکھے۔ جو دل میں سما گیا ہے اس پر قائم رہے۔ بے غرض و بے مطلب جو محبت ہے، وہ ایک آتش جگر سوز ہے، جسے عشق کہتے ہیں۔ یہ ایک بے اختیار چیز ہے اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے، نہ اس کو کسب سے تعلق ہے۔ یہ آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی بدن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہو گی۔

عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفیٰؐ
عشق خدا کا رسول ﷺ عشق خدا کا کلام

(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۴۸

''نحن اقرب، سمجھ چکے ہو کہ خدا سب میں ہے۔ غور کرو اور یاد رکھو کہ اقرار اور قبولیت کے دو کلمے جو مرد اور عورت کے مابین ہوتے ہیں، اس اقرار پر عورت اتنا اعتماد کرتی ہے کہ مرد ہزار کوس پر بھی سمندر کے پار ہوتا ہے تو کبھی اپنی بیوی کو نہیں بھولتا۔ اس کی طرف دل لگا رہتا ہے۔ جس صورت سے ممکن ہو اس کی خبر لیتا ہے۔ صرف چند الفاظ اقرار و قبولیت پر

عورت تمہاری کہلاتی ہے اور تم اس کے شوہر کہلاتے ہو۔ایک ساعت کے لئے تم دونوں ایک دوسرے سے غافل نہیں ہوتے پھر بھلا غور کرو، جس خدائے مختارکل نے بمصداق خلق آدم علیٰ صورتہٖ اپنی صورت پر تم کو بنایا اور روزِ الست بر بکم کا خود اقرار کیا اور تم نے بھی جواب بلٰی کہہ کر اقرار کیا۔اب تم میں اس نسبت کے سوا جو حقیقی اور پوشیدہ ہے یعنی رازِ توحید اس اقرار پر اتنا بھروسہ ہونا چاہئے جتنا عورت اپنے شوہر پر کرتی ہے اور حاضر و غائب اس کو اپنا جانتی ہے۔'' (وارثؒ پاک)

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

(اقبالؔ)

اس ارشاد میں جس کی وضاحت خود وارثؒ پاک نے کی ہے۔صرف یہ بتانا منظور ہے کہ نسبت خدا اور انسان میں ہے۔جو وعدہ خدا اور بندے میں روزِ الست ہوا ہے، اسی پر آدمی اور انسان کو قائم رہنا چاہئے۔خدا اپنے وعدے کے مطابق اپنا وعدہ وفا کر رہا ہے۔چاہے تم جو بھی کرو، بھول جاؤ، خدا کی جگہ اپنا دوسرا خدا بنالو۔پھر بھی وہ خدائے واحد اپنے وعدے کے مطابق اپنے اقرار کا، اپنے وعدے کا پورا پورا لحاظ رکھ رہا ہے۔یہ صرف انسان ہے جو اس دنیا میں آتے ہی پہلا کام یہی کرتا ہے کہ اپنے اقرار کو، اپنے وعدے کو ایسا بھول جاتا ہے کہ مرتے دم تک اسے اپنا وعدہ یاد نہیں رہتا۔وارثؒ پاک اپنے فقیروں اور عشق کے متوالوں کو تسلی دیتے ہیں کہ مرد ہزار کوس پر بھی سمندر کے پار ہوتا ہے تو بھی اپنی بیوی کو جو محض اقرار و قبولیت کے دو کلمے پر بیوی ہو جاتی ہے، نہیں بھولتا ہے۔پھر بھلا غور کرو۔! جس خدائے مختارکل نے بمصداق خلق آدم علیٰ صورتہٖ اپنی صورت پر تم کو بنایا اور تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب رہتا ہے۔تمہیں کیسے بھول سکتا ہے۔بھول انسان کی فطرت میں ہے۔خدا اس سے پاک اور بے غیب ہے۔یقین کامل اور تصدیق پیدا کرو۔رازِ توحید تم پر عیاں ہو جائے گا۔اپنا وعدہ وفا کرو۔وہ وعدہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔یہ کلمہ جس طرح زبان سے کہو۔اسی طرح تصدیق کے ساتھ دل سے کہو اور عمل کرو۔ایاک نعبد وایاک نستعین پر قائم رہو۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۱۴۹

''اپنا ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے، چاہے مر جائے۔خدا سے بھی نہ کہے، چاہے کیسی بھی تکلیف ہو۔کیا اللہ نہیں دیکھتا۔کسی عورت کا شوہر اگر ہزار کوس پر بھی ہو تو وہ اپنی بیوی کو خبر رکھتا ہے۔(دل کی جانب اشارہ فرما کر) اور جو تمہارے اندر ہیں وہ نہیں فکر کریں گے۔'' (وارثؒ پاک)

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ
دنیا نہیں مردان جفا کش کیلئے تنگ

(اقبالؔ)

جب نسبت خدا سے ہے، رشتہ خدا سے ہے، واسطہ خدا سے ہے، قول واقرار خدا سے ہے تو پھر غیر کے سامنے ہاتھ کو کیوں پھیلائے۔ خدا سے بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اقرار قبولیت کے بعد اس کی بھی حاجت نہیں ہے۔ اسی اقرار قبولیت کے بعد کسی عورت کا شوہر اگر ہزار کوس پر بھی رہتا ہے تو وہ اپنی بیوی کی خبر رکھتا ہے۔ تو کیا وہ اللہ جو تمہارے اندر ہیں وہ فکر نہیں کریں گے۔ کریں گے اور ضرور کریں گے، صرف یقین چاہئے۔ یقین محکم چاہئے۔ تصدیق کامل چاہئے۔ یقین اور تصدیق اعتقاد اور روحانیت کی روح ہے۔ وہ اعتقاد بے کار جس میں یقین نہیں ہو، روح نہیں ہو۔ اسی طرح وہ روحانیت بے کار، جس میں تصدیق نہیں ہو، روح نہیں ہو۔ اعتقاد کو قائم رکھنا چاہتے ہو تو یقین پیدا کرو۔ روحانیت کے متوالے بنا چاہتے ہو تو تصدیق کی دولت جمع کرو۔ فقیری بے تصدیق ایک کاغذ کا پھول ہے، ایک کاٹھ کی ہانڈی ہے، ایک ریت کا محل ہے۔ (حسینؔ)



چراغ راہ نمبر ۱۵۰

''اگر سات روز کا بھی فاقہ ہو تو زبان پر نہ لائے اور اللہ سے بھی نہ کہے کیا وہ نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں۔''

(وارثؔ پاک)

اسے واسطہ کیا کم و بیش سے
نشیب و فراز و پس و پیش سے

(اقبالؔ)

فقیری کی راہ پر چلنے والے جاں باز سپاہیوں اور راہیوں کو ہدایت ہے کہ راہِ فقیری میں اگر سات روز کا بھی فاقہ ہو تو زبان پر نہ لائے۔ اللہ سے بھی نہ کہے، کیا وہ نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں۔ تمہیں معلوم کیا کہ تمہارے مریض دل و دماغ کا علاج فاقہ ہے۔ یہ تو حکیم حاذق ہی جانتا ہے۔ مریض کو اپنے مرض کا علم نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے علاج کا۔ یہ کام حکیم کا ہے۔ اسی طرح تم راہی ہو، طالب ہو تمہارے ذمہ راستہ کی منزلیں ہیں۔ منزل کی کامیابی اور ناکامی سے تمہارا کوئی سروکار نہیں ہے۔ چاہے منزلیں فاقہ مستی میں طے ہو جائیں یا آسودہ حالی میں۔ میر کارواں کو اس کا علم ہوتا ہے۔ پیر کامل کو خبر ہوتی ہے۔ معبود حقیقی جانتا ہے۔ گھوڑے کو کیا خبر کہ وہ سبک رفتار ہے یا کند رفتار۔ اس کی رفتار کی منزل کتنی ہے۔ مگر سوار اپنے گھوڑے کی رفتار سے بھی باخبر ہے اور اس کی منزل سے بھی یہی حال جنون عشق کا ہے۔ عاشق کو کسی چیز کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ خبر ہوتی ہے تو صرف اپنے جنون کی۔ اشارہ ہوا اور جنون کی سواری چل پڑی۔ شمع جلی اور پروانے جاں نثار ہونے کے لئے اردگرد گھومنے لگے۔ یہ سب بے اختیاری چیزیں ہوتی ہیں۔ اسے علم وعقل کے پیمانہ میں کیسے ناپا جائے۔ عشق سمندر ہے اور علم وعقل قطرہ، قطرہ سمندر کو کیسے ناپ سکتا ہے یہ کام تصدیق کا ہے جو فقیر کی پونجی ہوتی ہے۔ فقیر اپنی تصدیق

کی دولت کے ناتے، سات روز کے فاقہ کو بھی زبان پر نہیں لاتے۔ وہ اللہ سے بھی نہیں کہتے۔ انہیں یقین ہے کہ خدا کو سب معلوم ہے۔ محبوب کو سب معلوم ہے۔ فقیر کو تصدیق ہے کہ فاقہ ہی اس کے مرض کا علاج ہے۔ یہ وہی علاج ہے جو نبی کریم ﷺ نے کیا، علی مرتضیٰؓ نے کیا، ام الفقراؓ نے کیا، امام الشہداؓ نے کیا، اولیائے کرام نے کیا، فقرائے عظام نے کیا۔ یہ فاقہ الفقر فخری کا پہلا زینہ ہے۔ یہ تصدیق آتے ہی فقیر، سکون اور راحت کی منزل میں چلا جاتا ہے اور سات روز سات منٹ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۱

''اپنی بستی میں رہ کر لاپرواہ رہنا مشکل ہے۔'' (وارثؔ پاک)

آہ کہ کھو گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مال فقیر سلطنت روم و شام

(اقبالؔ)

فقیر جب تک راہ سفر میں رہتا ہے تو وہ جنون کے نشہ میں مست و بے غم منزل بہ منزل طے کرتا جاتا ہے ہر منزل کی دشواریوں کو سہا جاتا ہے۔ کامیابیوں یا ناکامیوں کو راستہ کی دھول اور گرد و غبار تصور کرتا ہے۔ مگر جب وہ منزلوں کو طے کر کے گھر لوٹتا ہے۔ اپنی بستی میں واپس آتا ہے اور اپنے گھر یا بستی میں بھی جب فاقہ، دکھ، درد، ذلت، رسوائی وغیرہ کی زحمت گوارا کرنا پڑتی ہے تو فقیر گھبرا جاتا ہے۔ بے ہوشی میں فاقہ مستی، دکھ، درد، ذلت و رسوائی کا احساس معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر ہوش و حواس میں یہ سب چیزیں نشتر کی طرح چبھتی ہیں۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ بہت مشکل امر ہے۔ اپنی بستی میں رہ کر لاپرواہ رہنا مشکل ہے۔ مگر مشکل ہے ان کے لئے جو مقام حیرت میں پھنس جاتے ہیں۔ مشکل ہے ان کے لئے جو اپنی فقیری کا صلہ چاہتے ہیں۔ جنون عشق کی اجرت چاہتے ہیں مگر جو لوگ راضی بہ رضا تسلیم و رضا کی منزل میں قدم رکھتے ہیں، وہ ہر حال میں بے پرواہ اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ ان کے لئے ہوش یا بے ہوشی دونوں برابر ہے۔ عشق کی تفسیر ان کے یہاں یہ ہے۔ بے غرض و بے مطلب جو محبت ہے۔ وہ ایک آتش جگر سوز ہے۔ یہ ایک بے اختیار چیز ہے۔ اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے نہ اس کو کسب سے تعلق ہے۔ یہ ایک آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی۔ بدن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہوتی ہے۔ بس اسی جنون میں وہ بڑھتا جاتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے فاقہ ہی اس کی خوراک ہو جاتی ہے۔ ایک دن وہ فاقہ کو کھا لیتا ہے اور اس طرح فاقہ ہمیشہ کیلئے فنا ہو جاتا ہے۔ فاقہ کے فنا ہوتے ہی فیض ولایت و فیض نبوت کا ظہور ہونے لگتا ہے یہ منزل راضی برضا اور مرضی مولا کی منزل ہوتی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۲

''جب فاقہ ہوں تو ضبط کرے۔'' (وارثؔ پاک)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

(اقبالؔ)

پیٹ کو دوزخ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جس طرح دوزخ کی آگ سب کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ اسی طرح پیٹ کی آگ ہے۔ دوزخ کی خوراک گندے اور گنہگار انسان میں۔ اسی طرح پیٹ کی اصل خوراک غصہ ہے۔ انسان اپنی جہالت کی بناء پر بجائے غصہ کھانے کے دنیا بھر کے خرافات پیٹ میں ڈال لیتے ہیں۔ چونکہ فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ خدا اپنے عاشق کے پیٹ کی صفائی خرافات دنیا کو ترک کر کے کرتا ہے جیسے حکیم جلاب دیکر آنتوں کی صفائی کرتا ہے۔ مگر خدا کا علاج نرالا ہے۔ وہ اپنے فقیر کو پہلے بھوکا رکھتا ہے، پیاسا رکھتا ہے، دکھ اور درد دیتا ہے، ذلت و رسوائی دیتا ہے۔ جب پیٹ ان تمام چیزوں سے بھر جاتا ہے تو غصہ دیتا ہے۔ جس نے اس غصہ کو کھا لیا یعنی ضبط کر لیا، اس کا بیڑا پار۔ جس کو غصہ نے کھا لیا وہ راندہ درگاہ۔ نہ دین کا نہ دنیا کا۔ اس لئے فقیروں کو خاص طور پر ہدایت ہے کہ جب فاقے ہوں یعنی غصے ہوں تو ضبط کرے یہ منزل پل صراط کی منزل ہے۔ جو فقیر اس پل صراط کو پار کر لیتا ہے اس کو دنیا ہی میں جنت مل جاتی ہے اور آخرت کا کیا پوچھنا۔ لازم ہے کہ ہر فقیر فاقے میں ضبط سے کام لے۔ ضبط کرتے کرتے اتنا مضبوط ہو جائے۔ اتنا طاقتور ہو جائے کہ ایک دن فاقہ کو کچا چبا ڈالے اور ہمیشہ کیلئے فنا کر دے۔ فاقہ کے فنا ہوتے ہی رحمت اور عنایت خداوندی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ ہر طرف عنایت ہی عنایت اور رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۳

''مشائخ کی توجہ دینے کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر گرمی ہے، محبت ہے تو تجھے کام دے گی اور جس کے قلب میں محبت نہ ہو اس پر کیا اثر ہوگا۔'' (وارثؔ پاک)

مقام عقل سے انسان گزر گیا اقبالؔ
مقام شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

(اقبالؔ)

علمائے ظاہر، محدث، مولوی، واعظ، خطیب، مفتی، حافظ جیسے بزرگ حضرات مشائخ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ سب علم و عقل کے راہی ہیں۔ جو راہ چلنے سے پہلے اپنی منزل جان لینا چاہتے ہیں۔ جو سبب سے پہلے علت کا حال معلوم کر لینا چاہتے ہیں۔ جو جنت کی منزل کو جان کر نماز روزہ، حج زکوٰۃ، خیر خیرات ادا کرتے ہیں۔ جو ہر کام یا ہر قدم کا انجام یا

حاصل دیکھ اور سمجھ لینا چاہتے ہیں۔ برخلاف اس کے فقیری کچھ نہیں جانتی ہے اور نہ جاننا چاہتی ہے۔ نہ منزل کی خبر ہے نہ انجام کی، نہ حاصل کی۔ وہ تو ایک آتش جگر سوز ہے۔ بے غرض، بے مطلب محبت ہے۔ نہ تو اسے دنیا کی فکر ہے اور نہ عقبیٰ کی۔ نہ دنیا کی دولت اور راحت کا خواہاں ہوتا ہے اور نہ جنت کی ہوس ہوتی ہے۔ مشائخ کی منزل جدا اور فقیر کی منزل جدا۔ فقیر کامل کی توجہ ان ہی مشائخ پر اثر پیدا کرے گی۔ جن کے اندر کچھ بھی گرمی ہوگی۔ محبت ہوگی۔ عشق ہوگا اور جن کا دل محبت سے خالی ہوگا اس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ عشق سمندر ہے اور علم وعقل ایک قطرہ حقیر۔ سمندر کو قطرہ کہاں جگہ دے سکتا۔ جب تک کہ قطرہ میں گرمی نہ ہو۔ قطرہ اگر سمندر کو اپنے اندر جگہ نہیں دے سکتا ہے تو آبخارہ بن کر سمندر میں وہ قطرہ پیوست ضرور ہوسکتا ہے اور پھر سمندر کی طاقت پکڑ سکتا ہے۔ بے گرمی ومحبت توجہ بے کار اور بے سود ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۴

''فقیر لاطمع ہو کر رہے۔ تسلیم ورضا پر قائم رہے اور گنڈا تعویز، دعا، بدعا نہ کرے۔ بس یہی فقیری ہے۔''

(وارثؔ پاک)

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جائے
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

(اقبالؔ)

فقیر جب ساری منزل طے کر لیتا ہے اور فقیری جب مکمل ہو جاتی ہے تو اسے فکر لاحق ہوتی ہے کہ اب وہ کیا کرے۔ فقیر کی زندگی کیا ہے۔ فقیر کو کیا کرنا چاہئے۔ ایسی ہی نازک گھڑی میں وارثؔ پاک ہدایت اور رہنمائی فرماتے ہیں۔ ''فقیر لاطمع ہو کر رہے۔ تسلیم ورضا پر قائم رہے۔ گنڈا تعویز' دعا بدعا نہ کرے۔ بس یہی فقیری ہے۔ کامیاب فقیروں کیلئے یہ ہدایت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ فقیری کو ایسی جلا ملتی ہے کہ موتی کی آب اور ہیرے کی تاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ فقیر فطرت کا حکیم ہوتا ہے۔ شمع ہدایت ہوتا ہے۔ جس کو دیکھ کر بھٹکے ہوئے راہی اپنا اپنا راستہ ٹھیک کرتے ہیں۔ قرآن کریم عمل کیلئے ظہور میں آیا ہے۔ گنڈا اور تعویز کیلئے نہیں۔ خدا سب کے اندر ہے۔ سب کی آواز سنتا ہے۔ سب کی ضرورت جانتا ہے۔ اس کے حضور کسی کے حق میں دعا کرنا یا بدعا کرنا حد درجہ نادانی ہے۔ فقیر کا یہ عمل خاص کر نظام قدرت میں دخل دینے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ خدا ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر وشر سب اسی کی طرف سے ہے۔ اسباب دنیا بہانہ ہے۔ فقیر یقین اور تصدیق کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ یہی تسلیم ورضا ہے۔ بے طلب غیب سے جو ملے اس پر صبر وشکر کے ساتھ قناعت کرے۔ طمع وحرص میں نہ پھنسے۔ طمع وہ کرتے ہیں جن کے دل کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ فقیر آنکھ رکھتے ہوئے طمع میں کس طرح گھر کر سکتا ہے۔ لاطمع رہنا لازم ہے۔ یہی چند اصول ہیں۔ جس پر عامل رہنے سے فقیری قائم رہتی ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۵

''دعا کرنا رضا و تسلیم کے خلاف ہے۔'' (وارثؔ پاک)

یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی
یا بندہ خدا بن یا بندہ زمانہ

(اقبالؔ)

خدا کبھی اپنے کام سے غافل نہیں رہتا۔ وہ تو پہاڑ کے سینہ میں بھی بہت سے پوشیدہ جانوروں کی پرورش کرتا ہے۔ سمندر کے سینہ میں بھی ایک دنیا آباد ہے اور سب کی رکھوالی کرتا ہے۔ یہ کائنات دنیا سب اللہ نے اپنے شاہکار انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔ ایسا شاہکار جس کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ جس میں اپنی روح پھونک دی ہے۔ بھلا ایسے شاہکار یا ایسے اشرف المخلوقات سے وہ ذات وسراپا رحیم وکریم ہے کیسے غافل رہ سکتی ہے۔ یوم الست کے اقرار وقبولیت کے ناتے خدا ہر انسان سے اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں دعا کرنا تسلیم ورضا کے خلاف ہے۔ دعا کرنا تو مقدمہ کی یاد دہانی کے برابر ہے۔ ایسی باتوں سے خدا کو رنج ہوتا ہے اور خاص کر فقیر کی دعا پر تو اسے حد درجہ غصہ آتا ہے۔ کیونکہ فقیر تو خدا کے بہت ہی قریب رہتا ہے۔ راز حقیقت وراز وحدت جانتا ہے۔ فقیر کی اس نادانی پر خدا حیران ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ فقیر کسی کے حق میں دعا یا بد دعا نہ کرے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۶

''فقیر نہ دوست کے واسطے دعا کرتا ہے نہ دشمن کے واسطے بد دعا۔ کیونکہ دوست اور دشمن کا پردہ ہے۔ سب انہیں کا جن کا ہر شے میں جلوہ ہے۔'' (وارثؔ پاک)

تیری قندیل ہے تیرا دل
تو آپ ہے اپنی روشنائی

(اقبالؔ)

فقیر دنیا کے تمام رشتوں کو توڑ کر صرف ایک ہی رشتہ کو پکڑ لیتا ہے۔ وہ رشتہ خدا ہوتا ہے۔ خدا کا رسول ہوتا ہے۔ خدا کا قرآن ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سارے رشتے فقیر کے لئے حرف غلط ہیں، صفر ہیں۔ دوست اور دشمن کا پردہ ہے، روشنی اور تاریکی کا پردہ ہے، نور اور نار کا پردہ ہے۔ سب انہیں کا جن کا ہر شے میں جلوہ ہے۔ فقیر کو کسی کے جھگڑے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے خوشی اور غمی اگلے بزرگوں کی نیکی اور بدی کا نتیجہ ہے۔ فقیر کیا جانے کہ انسان کی مصیبت میں خدا کی طرف سے کیا بدلہ دینا چاہتا ہے۔ اس پر فقیر کی دعا کہ خدایا سانپ کو زندہ چھوڑ دے تاکہ اور کئی معصوم اور بے گناہ کو ڈستا

رہے۔ یہ کتنی غلط دعا ہوگی۔ اس لئے فقیروں کو چاہئے نہ دوست کے واسطے دعا کرے اور نہ دشمن کے واسطے بد دعا۔ نادان اور غلط فہم انسان کو معاف کر دینا ہی فقیری ہے۔ فقیر سب کام خدا سے کرواتا ہے اور خود خدا خدا کرتا رہتا ہے۔ جس کی نظر دوست پر ہے اس کا کوئی دشمن نہیں۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۷

''فقیر کو کسی سے ناراض نہ ہونا چاہئے۔ اس سے مطلب نہیں کہ اس سے کوئی خوش ہے یا ناخوش۔'' (وارثؔ پاک)

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے ہیں
کھویا گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

(اقبالؔ)

زمین کے سینہ پر ان گنت لوگوں کی آبادی فقیر کی نگاہ میں معصوم اور ننھے بچوں کی طرح ہوتی ہے اور فقیر بچوں کی کسی بھی حرکت پر چراغ پا نہیں ہوتے یا بچوں کو سمجھا دیتے ہیں یا ان کے کھیل کود کی جگہ سے چپکے الگ ہٹ جاتے ہیں۔ خدا کے شیدائی کے لئے دنیا تنگ نہیں ہے۔ فقیر کا کوئی گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔ فقیر کو کسی سے ناراض نہ ہونا چاہئے۔ اس سے مطلب نہیں کہ کوئی اس سے خوش ہے کہ ناخوش۔ اس کا کام آگاہ کر دینا ہے، خبردار کر دینا ہے۔ آواز حق سنانے سے کوئی خوش ہے کہ ناخوش، اس سے فقیر کا کوئی مطلب نہیں۔ پاک صاف زندگی بسر کرے۔ لاطمع زندگی بسر کرے۔ حق و انصاف کو گرنے نہ دے۔ حق بات کہنے سے پیچھے نہ ہٹے۔ کوئی برا کہے یا بھلا۔ کوئی طعنہ دے یا کوئی سزا ہے۔ فقیر ان سب چیزوں سے بلند اور بالا ہو جائے یہی اس کی شان ہے اور یہی اس کی آن۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۸

''اس کائنات کا نام دنیا نہیں۔ غفلت کا نام دنیا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

کوئی بتائے مجھے یہ غیاب ہے کہ حضور
سب آشنا ہیں یہاں ایک میں ہوں بیگانہ

(اقبالؔ)

غفلت تاریکی ہے اور بیداری روشنی، غفلت تار ہے اور بیداری نور، غفلت رات ہے اور بیداری دن، غفلت دنیا ہے اور بیداری عقبیٰ، روشنی اور تاریکی، نور اور نار، دن اور رات، دنیا اور عقبیٰ سب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ روز الست

کے اقرار قبولیت کے بعد انسان دنیا میں آتا ہے۔ آتے ہی سب سے پہلا کام وہ یہی کرتا ہے کہ اپنے وعدہ کو اپنے قول وقرار کو بھول جاتا ہے۔ فراموش کر جاتا ہے، خواب غفلت میں سو جاتا ہے اور ایسا سوتا ہے کہ مرتے وقت بھی کلمہ زبان پر نہیں لاتا ہے۔ اسی غفلت میں، اسی فراموشی، اسی جہالت، اسی تاریکی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کائنات کا نام دنیا نہیں، غفلت کا نام دنیا ہے۔ انسان اللہ کا شاہکار ہے۔ دنیا اور کائنات دنیا تو اسی کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس کی ساری چیز کا مالک اور وارث انسان ہے۔ اپنی ہی چیز کو حاصل کرنے سے کیا فائدہ کیا حاصل۔ اگر نہ بھی چاہو گے تو بھی تمہارے گلے لٹکا دی جائے گی۔ دنیا کی چیزوں سے بیداری یا باخبری کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ بیداری ہونی چاہئے۔ معبود حقیقی سے باخبری ہونی چاہئے اپنے آقا اپنے مالک خدا سے۔ چونکہ اکثر و بیشتر انسان دنیا میں آ کر غافل ہو جاتا ہے اور روز الست کا قول وقرار بھی بھول جاتا ہے۔ اس لئے اس غفلت کا نام دنیا ہے۔ جس کی نقلی چمکدار چیزوں نے تمہیں اصلی ذات واحد سے غافل کر دیا ہے۔ نجات چاہتے ہو تو توبہ کرو۔ اپنا وعدہ پورا کرو اپنی زندگی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر گزارو۔ اسی پر ختم کرو تا کہ اسی پر تمہارا حشر ہو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۹

''فقیر کو بے لاگ رہنا چاہئے۔'' (وارثؔ پاک)

اگر کھو گیا ایک نشیمن تو کیا غم

مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں

(اقبالؔ)

یہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں جاذب نظر ہیں۔ انسان اس میں آتے ہی اپنا ہوش و گوش کھو ڈالتا ہے۔ خواب غفلت میں سو جاتا ہے۔ معبود حقیقی کو بھول جاتا ہے۔ روز الست کے اقرار قبولیت کو بھول جاتا ہے۔ خود پرستی وخود نمائی اور نفس پرستی میں پڑ جاتا ہے۔ نہ کلمہ یاد رہتا ہے اور نہ اپنا وعدہ، دنیا کا ہی ہو جاتا ہے۔ اپنی ضروریات زندگی اتنی بڑھا لیتا ہے کہ اس کے فراہم کرنے میں صبح سے شام ہو جاتی ہے۔ مگر غفلت کا پردہ آنکھ سے نہیں ہٹتا ہے۔ موت کے وقت بھی کلمہ یاد نہیں رہتا، وعدہ یاد نہیں پڑتا، توبہ یاد نہیں آتی۔ اسی وجہ سے وارثؔ پاک فقیروں کی رہنمائی فرما رہے ہیں کہ فقیر کو بے لاگ رہنا چاہئے۔ یہاں کی چیزوں سے، یہاں کی چمک دمک سے، یہاں کی شیطانی اور ابلیسی پھندے سے بے لاگ رہنا چاہئے۔ ہوشیار اور خبردار رہنا چاہئے۔ روٹی اور پانی راحت و آرام ہوا اور آگ یہ سب کا انتظام خدا کے اختیار اور ذمہ میں ہے۔ اس نے کلمہ کے اقرار پر ضروریات انسانی کا فراہم کرنا قبول فرمایا ہے۔ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ روزمرہ دے رہا ہے اور آئندہ بھی ضرور دے گا۔ یقین محکم اور تصدیق کامل کی ضرورت ہے جو فقیر کی پونجی ہوتی ہے اس لئے فقیر کو دنیا کے تمام

ہنگامے سے بے راگ رہنا چاہیے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۰

''فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔'' (وارثؒ پاک)

قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر

چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

(اقبالؔ)

محتاجی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یقین اور تصدیق ناپید ہو جائے۔ خوددار انسان کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا فقیری میں سوائے خدا کسی انسان کا محتاج ہونا کافری ہے، زبردست گناہ ہے۔ فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ تو خدا کا بھی محتاج رہنا نہیں چاہتا۔ ہمیشہ خدا ہی اپنا طرح طرح کا روپ بدل کر اسے لبھاتا رہتا ہے اور فقیر مست ملنگ ایک ہی طرح بیٹھا مسکراتا رہتا ہے۔ فقیر پر جب خودی کی تیز دھار چڑھتی ہے تو وہ طرح طرح کے کرشمے دکھانے لگتا ہے۔ کبھی خدا اور کبھی خدانما۔ بس اس کی زندگی جگنو کی طرح ہو جاتی ہے۔ اندھیرا اور اجالا برابر کا شریک ہو جاتا ہے۔ فقیر دنیا کے ساز و سامان سے گھبراتا ہے اس کی خوراک یادِ خدا۔ اس کا پانی یادِ رسول اس کی راحت یادِ قرآن اور بس۔ بھلا ایسا فقیر کسی کا محتاج کیسے ہو سکتا ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۱

''فقیر کو سوال حرام ہے۔'' (وارثؒ پاک)

تو زندگی ہے پائندگی ہے

باقی ہے جو کچھ سب خاکبازی

(اقبالؔ)

عشق اول ہے اور عشق ہی آخر ہے۔ فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہیں رہتا۔ فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ فقیر خدا کا زبردست نقاب ہوتا ہے۔ خدا اپنے بندوں کو فقیر ہی کے ذریعہ نوازتا ہے۔ مالا مال کرتا ہے۔ اس لئے فقیر کو سوال حرام ہے۔ سوال وہ کرتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ مگر فقیر خدا کو اپنا کر خدا سے خدائی لے لیتا ہے۔ خدائی لے کر بھی اگر وہ سوالی ہے تو غنی کون ہے؟ سوالی کو گداگر کہتے ہیں۔ بھیک منگا کہتے ہیں۔ فقیر بھی سوالی ہوتا ہے۔ مگر اللہ کے در کا۔ انسان کے در کا نہیں اور جو بھیک خدا کے یہاں سے لاتا ہے وہ بھی مخلوق خدا میں بانٹ دیتا ہے۔ یہ ہے شان فقیری، جس کے متعلق ارشاد

ہنگامے سے بے لاگ رہنا چاہیے۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۰

''فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔'' (وارثؔ پاک)

قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

(اقبالؔ)

محتاجی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یقین اور تصدیق ناپید ہو جائے۔ خوددار انسان کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا فقیری میں سوائے خدا کسی انسان کا محتاج ہونا کافری ہے، زبردست گناہ ہے۔ فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ تو خدا کا بھی محتاج رہنا نہیں چاہتا۔ ہمیشہ خدا ہی اپنا طرح طرح کا روپ بدل کر اسے لبھاتا رہتا ہے اور فقیر مست ملنگ ایک ہی طرح بیٹھا مسکراتا رہتا ہے۔ فقیر پر جب خودی کی تیز دھار چڑھتی ہے تو وہ طرح طرح کے کرشمے دکھانے لگتا ہے۔ کبھی خدا اور کبھی خدانما۔ بس اس کی زندگی جگنو کی طرح ہو جاتی ہے۔ اندھیرا اور اجالا برابر کا شریک ہو جاتا ہے۔ فقیر دنیا کے ساز و سامان سے گھبراتا ہے اس کی خوراک یادِ خدا۔ اس کا پانی یادِ رسول اس کی راحت یادِ قرآن اور بس۔ بھلا ایسا فقیر کسی کا محتاج کیسے ہو سکتا ہے۔(حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۱

''فقیر کو سوال حرام ہے۔'' (وارثؔ پاک)

تو زندگی ہے پائندگی ہے
باقی ہے جو کچھ سب خاکبازی

(اقبالؔ)

عشق اول ہے اور عشق ہی آخر ہے۔ فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہیں رہتا۔ فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ فقیر خدا کا زبردست نقاب ہوتا ہے۔ خدا اپنے بندوں کو فقیر ہی کے ذریعہ نوازتا ہے۔ مالا مال کرتا ہے۔ اس لئے فقیر کو سوال حرام ہے۔ سوال وہ کرتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ مگر فقیر خدا کو اپنا کر خدا سے خدائی لے لیتا ہے۔ خدائی لے کر بھی اگر وہ سوالی ہے تو غنی کون ہے؟ سوالی کو گداگر کہتے ہیں۔ بھیک منگا کہتے ہیں۔ فقیر بھی سوالی ہوتا ہے۔ مگر اللہ کے در کا۔ انسان کے در کا نہیں اور جو بھیک خدا کے یہاں سے لاتا ہے وہ بھی مخلوق خدا میں بانٹ دیتا ہے۔ یہ ہے شانِ فقیری، جس کے متعلق ارشاد

موجود ہے۔ الفقر فخری بے مانگے ملے تو لے لے۔ یہ بھی اس لئے کہ پتہ نہیں کون دے رہا ہے، کیوں دے رہا ہے، اللہ کی عنایت سے منہ موڑنا یہ بھی پرلے درجہ کی ناشکری اور نادانی ہے۔ فقیر لاطمع رہے۔ راضی برضا رہے کسی سے کوئی سوال نہ کرے۔ اللہ اپنے پیارے عاشق کی سب ضرورت کو جانتا ہے اور اس کو پورا کرنے کی فکر بھی خود ہی کرتا ہے۔ اسباب دنیا کا بہانہ ہے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۲

''دنیا فساد کا گھر ہے اور اہل دنیا خدا سے دور رہتے ہیں۔ دنیا کی محبت بری چیز ہے۔'' (وارثؔ پاک)

مجھے یہ ڈر ہے مقامر ہیں پختہ کار بہت
نہ رنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی

(اقبالؔ)

دنیا سے مراد غفلت ہے اور غفلت کے معنی تاریکی ہے۔ جہالت، فراموشی ہے۔ انسان دنیا میں آتے ہی مالک حقیقی کو بھول جاتا ہے۔ روزِ الست کے وعدے کو فراموش کر دیتا ہے۔ اقرار و قبولیت اسے یاد نہیں رہتا ہے۔ یہاں کی نقلی اور کھوٹی چیزوں میں اس طرح غافل ہو جاتا ہے کہ اس کی اصلی چیز ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ مگر اسے خبر نہیں ملتی۔ وہ بیدار نہیں ہوتا۔ وہ اندھیرے سے روشنی میں نہیں آتا۔ وہ علم و عقل کا سہارا لے کر اللہ کا سہارا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے بازوئے قوت کو مضبوط دیکھ کر اللہ کی طاقت کو بھول جاتا ہے۔ ہر انسان اپنی زندگی کے قائم شدہ چارٹ کو چھوڑ کر دوسرے کی چار ٹکے کا کردار ادا کرنے لگتا ہے۔ جس کا نتیجہ ڈرامہ میں خلل، دنیا میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے وارثؔ پاک فقیروں کی رہنمائی فرماتے ہیں کہ غفلت فساد کا گھر ہے اور اہل غفلت خدا سے دور ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی محبت بری چیز ہے۔ مالک حقیقی سے رشتہ جہاں ٹوٹا تو یہ ساری دنیا گھپ اندھیرا ہو جاتی ہے۔ اندھیرے میں فساد نہ ہو تو اور کیا ہوگا۔ رہزنی نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ عصمت اور آبروریزی نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا۔ نجات چاہتے ہو تو خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ اپنے کلمے اور وعدے کو یاد کرو۔ اپنی زندگی کو اسی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر گزارو۔ پچھلے گناہوں کی توبہ کرو۔ مرتے دم کلمہ نہ بھولو تا کہ تمہارا حشر بھی اسی کلمہ پر ہو۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۳

''حسد بہت بری چیز ہے۔ حسد میں سوائے نقصان کے فائدہ نہیں۔ حاسد ہمیشہ ذلیل رہتا ہے۔ حسد سے ایمان خراب ہوتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

جگر سے وہی تیر پھر پار کر
تمنا کو سینوں میں بیدار کر

(اقبالؒ)

حسد آگ کو کہتے ہیں جو حاسد کے سینوں میں جلا کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے اور ایسی آگ ہے کہ حاسد کی ساری خوشیاں، ساری راحت، سارا آرام، سکھ اور چین کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ یہی آگ ہے جس سے جہنم کی آگ سلگائی جاتی ہے۔ یہ اللہ کا قہر ہے۔ یہ قہر اسی انسان کے اوپر نازل ہوتا ہے۔ جو عنایت خداوندی اور رحمت الٰہی کا منکر ہوتا ہے۔ حاسد کو خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ اس کو اپنے علم و عقل اور ہنر پر بھروسہ ہوتا ہے۔ جب علم و ہنر کے ذریعہ وہ زندگی میں ناکام رہتا ہے اور اس کے مقابلہ ایک انسان ظاہری علم و عقل و ہنر سے خالی ہوتا ہے۔ مگر یقین' اعتقاد' تصدیق کی دولت بے بہا سے اس کا دل بھرا رہتا ہے۔ جب وہ زندگی کے ہر قدم پر کامیاب اور بامراد نظر آتا ہے۔ تو حاسد اس کامیاب انسان سے حسد کرنے لگتا ہے۔ اس حسد سے اللہ کی رحمت محسود پر اور زیادہ ہو جاتی ہے اور حاسد کی ساری پونجی اس کی خود اپنی جلائی ہوئی آگ کی نذر ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ حسد بری چیز ہے۔ حسد میں سوائے نقصان کے فائدہ نہیں۔ حاسد ہمیشہ ذلیل رہتا ہے۔ حسد سے ایمان خراب ہوتا ہے۔ نجات چاہتے ہو تو حسد چھوڑو۔ علم و عقل و ہنر کے کمزور ساتھی کو چھوڑ کر یقین۔ اعتقاد' تصدیق کی دولت سے خود کو آراستہ کرو۔ فیض خداوندی خود بخود تمہاری طرف بھی رجوع ہو جائے گی۔

(حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۴

''شیطان پر بھی لاحول پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ شیطان خدا کا رقیب نہیں ہے۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔''

(وارث پاکؒ)

پوری کرے خدائے محمد تیری مراد
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام

(اقبالؒ)

اگر تیری محبت اور فقیری کی بلندی یہاں تک پرواز کر جائے کہ دشمن بھی تجھے دوست معلوم ہونے لگے اور اس کی دشمنی پر تجھے اس کی نادانی کی تصویر نظر آنے لگے تو واقعی تو خدا اور رسول ﷺ کا سچا عاشق ہے۔ جانباز اور جاں نثار عاشق شیطان پر لاحول پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ شیطان خدا کا رقیب نہیں ہے۔ وہ تو فقیر کا ایک دلچسپ مذاق ہے اور دنیا کے ڈرامہ کا ویلن ہے۔ شیطان کی غیر حاضری میں فقیر اپنی پے در پے منازل کا امتحان کیسے دیتا۔ ہیرو کا کردار کیسے ادا

ہوتا۔ ڈرامہ مکمل کیسے ہوتا۔ یہ جناب شیطان ہی کی مہربانیاں ہیں کہ نیکی اور بدی کا درجہ معلوم ہوتا ہے۔ بہاور کبھی کسی کی شکایت نہیں کرتا۔ شیطان کبھی تجھ کو مجبور نہیں کرسکتا۔ شیطان ہمیشہ رضامندی کا سودا کیا کرتا ہے تو اگر گناہ کرنا نہیں چاہتا تو دنیا کی کوئی طاقت تجھے گنہگار نہیں بناسکتی۔ سب سے پہلے اپنے نفس کو قابو میں کرنے کی کوشش کر شیطان خود تیرا ساتھ چھوڑ دے گا۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۵

''طالب کے واسطے صرف نفخت فیہ من روحی، کافی ہے۔ اس لئے کہ خدا ہماری ملکیت میں ہے۔ ہم خدا کی ملکیت میں ہیں۔ کسی اور سے طلب کرنے کی حاجت نہیں ہے۔'' (وارثؔ پاک)

فرو مال محمود سے درگزر
خودی کو نگہ میں رکھ ایازی نہ کر

(اقبالؔ)

انسان میں جو سانس چلتی ہے۔ یہی ذات ہے، یہی نور ہے، یہی روح ہے، یہ نور آفتاب حقیقی کی کرن ہے۔ نور حقیقت کا ذرہ ہے۔ جب خدا ہماری ملکیت میں ہے ہم خدا کی ملکیت میں ہیں تو پھر ڈر کس کا۔ جس کی نظر دوست پر اس کا کوئی دشمن نہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ جو رشتہ ازلی ہے اور جو وعدہ یعنی اقرار قبولیت روز الست ہوا ہے۔ اس پر انسان کو برقرار رہنا چاہیے۔ وعدہ کے مطابق خدا کو ہر حال میں اپنا وکیل کارساز سمجھو۔ ہر حال میں اپنا مالک اور اپنا آقا تصور کرو۔ اسی کو اپنا سہارا اور مددگار جانو۔ جب تک یہ کلمہ، یہ وعدہ، یہ رشتہ قائم رہے گا، تمہیں کسی اور سے طلب کرنے کی حاجت نہیں ہوگی۔ خدا تمہیں تمام ضرورت کو پورا کرے گا۔ تمہاری راحت کا سامان مہیا کرے گا۔ یقین، محکم، تصدیق اور ایمان مکمل کی ضرورت ہے اور بس۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۶

''جب انسان اپنے دم پر قادر ہو جاتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے تحت آ جاتے ہیں۔ وحوش، طیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔'' (وارثؔ پاک)

جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیر وجود

(اقبالؔ)

دم سے مراد نفس ہے۔انسان کا نفس اس کا ازلی دشمن ہے۔ایسا دشمن ہے کہ انسان کو جہنم کی آگ میں ڈھکیل دیتا ہے۔دنیا کا سارا فساد نفس امارہ ہی کی بدولت ہے۔بڑا ہی ظالم، بڑا ہی طاقتور، اٹھارہ ہزار عالم کا راجہ اور مالک ہوتا ہے۔وحوش، طیور سب اسی راجہ کی ملکیت میں ہیں۔مگر جو فقیر جانباز اور شیر دل اپنے جانی کٹر دشمن یعنی نفس امارہ پر قادر ہو جاتا ہے اسے ہر معرکہ میں شکست فاش دیتا ہے، ہر منزل پر اس کی کمر توڑ دیتا ہے تو وہی نفس امارہ اس کا دوست ہو جاتا ہے۔اٹھارہ ہزار عالم اس کے تحت آجاتے ہیں۔وحوش وطیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔انسان کو اللہ نے بہت بڑی طاقت دے رکھی ہے۔اپنی صورت پر بنا کر اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔انسان خدا کی تمام نعمتوں کو حاصل کرنے کا جوہر رکھتا ہے۔منٹوں میں دنیا اور کائنات کی سیر کر سکتا ہے۔ایسی بھی منزل کامیابی کی آتی ہے کہ فرشتے بھی دست بدنداں ہو کر رہ جاتے ہیں۔اس لئے ارشاد ہے کہ خدا کے تلاش کرنے والے اپنے کو تلاش کر، اپنی خودداری کو تلاش کر، اپنی تصدیق کو حاصل کر، محبت کر، عشق کر، خدا تم میں ہے۔خدائی تم میں ہے۔اپنے دم میں، اپنے نفس میں خدائی تلاش کر اور اسے حاصل کر کے بادشاہت کر۔یہ دنیا اور کائنات دنیا تیرے لئے ہے تو اس کا خلیفہ ہے، جانشین ہے۔(حسینؒ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۷

''اگر طلب صادق ہے۔دستار مولویت طاق پر رکھ دو۔''

پشت شوتا فیض حق فائز شود
ہر کجا پستیست آب آنجا رود

اور کفر واسلام میں اس بات کا خیال کرلو۔

بکفر و با سلام یکساں بنگر
کہ ہر اک زدیوان او دفتر یست

(وارثؒ پاک)

فروزاں ہے سینے میں شمع نفس
مگر تاب گفتار کہتی ہے بس

(اقبالؒ)

یہ ارشاد خصوصیت کے ساتھ ان علمائے ظاہر کے لئے ہے جن کے دلوں میں طلب صادق موجزن ہونے لگے۔ایسی ہی بزرگ ہستیوں کو ہدایت ہے کہ قبل اس کے کہ راہ عشق میں قدم رکھو، دستار مولویت جو علم وعقل کی فضیلت تصور کی جاتی ہے، اس کو طاق پر رکھ دو اور ایک مبتدی کی حیثیت سے عشق کی منزل پر گامزن ہو جاؤ۔راہ عشق میں علم وعقل کی فضیلت

کوئی تقویت نہیں پہنچاتی ہے۔ بلکہ مضر ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ ایسی بے معنی فضیلت کو طاق پر رکھ دو۔ بھول جاؤ، فراموش کر دو، اپنے سینہ کو پاک کر دو، راہ عشق میں علم و عقل راستے کے کانٹے ہیں۔ شیطان جس کو آسانی سے چن کر تمہاری کٹھن منزل کے موقع پر تمہیں چبھا دے گا۔ ایسی چیز اپنے پاس مت رکھو جس سے کھٹکا ہو یا تمہارا شیطان رقیب تمہارے خلاف استعمال کرے۔ عشق میں جنون چاہئے، تڑپ چاہئے، محبت بھرا دل چاہئے، وہ دل جو سمندر سے زیادہ وسیع اور عمیق ہو۔ وہ دل جو آفتاب سے زیادہ منور اور روشن ہو جس دل میں ایمان، یقین، اعتقاد اور تصدیق کا گزر ہو۔ مسکن ہو جہاں دل میں اصلی دولت، اصلی پونجی، اصلی نور نے گھر کیا ہو تو کفر و اسلام کی روشنی و تاریکی کا فرق جاتا رہے گا۔ مندر، مسجد، گرجا کا فرق جاتا رہے گا۔ جہاں جاؤ گے ایک ہی شان دیکھو گے۔ وہ شان خدا ہوگی۔ خدا کا نور ہوگا۔ خدا کا جلوہ ہوگا۔ باقی چیزیں انسان کی اپنی اپنی غلط آرزوؤں اور انسانوں کی تصویریں ہوں گی۔ چاہے ظاہری یا باطنی۔ خدا ان سب چیزوں سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ (حسینؒ)



چراغ راہ نمبر ۱۶۸

''کافر بھی مثل مومن کے ہے اور واصل مقصود حقیقی۔ اگر چہ راہ وصل میں اختلاف ہے مگر محبت اہل بیت شرط ہے۔'' (وارثؒ پاک)

اندھیرے اجالے میں ہے تابناک
من و تو سے پیدا من تو سے پاک

(اقبالؒ)

کلمہ طیب۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ کلمہ گو کو مومن کہتے ہیں اور غیر کلمہ گو کو کافر۔ مومن اسم ذات اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی عبادت نماز کے سامنے کوئی خاکہ کوئی مجسمہ نہیں ہوتا ہے۔ برخلاف کافر، اسم صفات اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ہر صفت کا مجسمہ یا خاکہ بنا کر سامنے رکھتے ہیں تا کہ ان کا تصور قائم ہو اور اسی ذات واحد کا ذکر کریں۔ بعض ان میں مجسمہ نہیں رکھتے ہیں مگر عبادت اسم صفات ہی کی ہوتی ہے۔

مومن اور کافر دونوں ایک ہی دیوان کے دفتر ہیں۔ ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں۔ جو خدا مومن میں ہے۔ وہی کافر میں۔ نفخت فی من روحی۔ مومن میں بھی ہے اور کافر میں بھی۔ دونوں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دونوں کا مقصد زندگی ایک ہے۔ دونوں واصل مقصود حقیقی ہیں۔ اگر چہ راہ وصل میں اختلاف ہے۔ دونوں کا لا الہ الا اللہ پر ایمان ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مومن محبوب خدا کو اللہ کا رسول مانتے ہیں اور کافر نہیں۔ محبت و عشق کی دنیا نرالی ہوتی ہے۔ یہاں کسی چیز پر پابندی نہیں۔ اگر ایک کافر عاشق معبود حقیقی کے ساتھ محبت اہل بیت (حضرت علیؓ۔ حضرت بی بی فاطمہؓ۔ حضرت امام

حسنؓ ۔حضرت امام حسینؓ اور ان کی آل اولاد) بھی اپنے سینہ میں اپنے دل میں رکھتا ہے تو وہ کافر بھی مثل مومن کے ہے۔ شرع شریف کا لحاظ رکھتے ہوئے وارثؔ پاک اپنے کافر کو مومن نہیں کہتے ہیں بلکہ مثل مومن کے کہتے ہیں۔یعنی درجہ میں برابر ہے، انعام و اکرام میں برابر ہے مگر گروہ مومن میں شامل نہیں ہے۔ یہ ایک علیحدہ گروہ ہے۔ جو مثل مومن کے ہے۔ علمائے ظاہر اس راز کو نہیں سمجھ سکتے۔ جب تک ان کے سینہ میں گرمی نہ ہو، محبت نہ ہو، عشق خدا نہ ہو۔ (حسیںؔ)



چراغ راہ نمبر ۱۶۹

’’ہر ایک انسان پر فرض ہے کہ اپنی طبیعت اور نفس کو قابو میں رکھے انجام کار کامیاب ہوگا۔ اگر نفس کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ تو اس وجود کو سزا وار دی جائے گی۔

چوں قلم در دست غدار بود
لا جرم منصور بردار بود

یہ شعر پڑھ کر فرمایا کہ لفظ غدار سے نفس امارہ مراد ہے۔‘‘ (وارثؔ پاک)

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

(اقبالؔ)

جو چیز فرض کی جاتی ہے اس کا کرنا لازم ہو جاتا ہے، نہ کرنے سے اس کو سخت سزا دی جاتی ہے۔ ایسے ہی حکم کو حکم شریعت کہا جاتا ہے۔ اسی کا نام پابندی شرع شریف ہے۔ فقیری میں بھی جب تک فقیر شرع شریف کے پورے کے پورے درجات یعنی احکام کو طے نہ کرے۔ اس وقت تک اس کی فقیری اس کا عشق مکمل نہیں ہوتا ہے۔ اسی نظریہ کے مطابق اس ارشاد وارثؔ کو ذہن نشین کر لینے کی ضرورت ہے کیوں کہ اس ارشاد کو فرض قرار دینے کی فضیلت حاصل ہے۔ طبیعت کو قابو میں رکھنے سے دنیا کی ہر دلعزیزی حاصل ہوتی ہے اور نفس کو قابو میں رکھنے سے اٹھارہ ہزار عالم کی بادشاہت اور وحوش و طیور کی اطاعت ملتی ہے۔ اسی کے برعکس نافرمانی کی صورت میں اگر نفس کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جائے گی تو اس وجود کو سزائے وار دی جائے گی۔ حکم بجا آوری کی صورت میں جتنا بڑا انعام ہے۔ حکم عدولی پر سزائے عبرتناک۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا طریقہ جوگ یعنی نفس کشی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی تعلیم ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ یعنی جس سے زیادہ محبت کرتے ہو اس کو ترک کر دو۔ ماتحبون سے انسان کی عافیت مراد ہے۔ جو کسی وقت ناپسند نہیں ہوتی۔ بعض اوقات انسان جان دینا بھی گوارا کر لیتا ہے۔ مگر عافیت کو ترک کرنا نہیں چاہتا ہے۔ بس فقیر کو چاہئے کہ سامان عافیت کو ترک کرے اور خیال عافیت کو دل سے نکالے اور خدا کی محبت میں خوشی سے تکلیف اٹھائے۔ اس جوگ کے ذریعہ نفس قابو میں رہے گا

اور کبھی اس کی باگ ہاتھ سے نہ چھوٹے گی۔ انجام کار فقیر کامیاب ہوگا اور اپنی مراد کو پہنچے گا۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۷۰

''انسان کو چاہئے کہ خدا پر بھروسہ رکھے۔ جب خدا نے اس کی ضروریات کا ذمہ لیا ہے تو برابر پہنچے گا۔ مگر تصدیق چاہئے۔ جب ذمہ دار ایسا اللہ ہے تو اندیشہ بیکار ہے۔'' (وارثؔ پاک)

وہی سجدہ ہے لائق اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

(اقبالؔ)

دکھی ہا اللہ دکیلا۔ جس نے اللہ کو اپنا مددگار ایمان کامل، یقین محکم اور تصدیق کے ساتھ مان لیا۔ اسے دنیا کے کسی بھی سہارے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمام سہاروں، تمام قوتوں، تمام دولتوں کا مالک اور قادر صرف خدا ہے۔ جب خدا نے روز الست اقرار اور قبولیت کے بعد تمہاری ضروریات کا ذمہ لیا ہے تو برابر پہنچے گا۔ جب ذمہ دار ایسا اللہ ہے تو اندیشہ بے کار ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی زندگی کی تھوڑی سانس کو بھی خدا کے حوالے کردے اور اپنے پاس بجز یادِ خدا، یادِ رسول ﷺ، یادِ قرآن اور کچھ نہ رکھے۔ پھر دیکھے کہ اس کی کشتی کیوں کر اور کس طرح گرداب اور طوفان سے صاف بچ نکلتی ہے۔ جس کا اللہ مددگار اور کفیل ہو جائے پھر اس کو کون بگاڑ سکتا ہے۔ بے فقیری یہ تصدیق محال ہے۔ علم وعقل ایسے مقام پر پارہ کی طرح تھرتھراتا ہے۔ یہ کام عشق کا ہے جس کی وسعت سمندر سے بھی زیادہ وسیع اور عمیق ہے۔ جس کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ منور ہے۔ عشق سمندر ہے، آفتاب ہے، علم وعقل اس سمندر کا ایک قطرہ یا اس آفتاب کا ایک ذرہ، تصدیق کی دولت، ایمان کامل کی دولت، یقین محکم کی دولت عشق میں سما سکتی ہے۔ علم وعقل ایک حقیر قطرہ، تصدیق، ایمان اور یقین کو اپنے اندر کہاں سما سکتا ہے۔ نجات چاہتے ہو تو اپنا وعدہ وفا کرو اور اپنا کلمہ یاد کرو۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ زندگی بھر اس کلمہ کو اپنے سینہ سے لگائے رکھو مرتے وقت زبان پر لاؤ تاکہ قبر میں بھی یہی کلمہ تمہارے ساتھ ہو اور حشر میں بھی یہی راہ نجات ہے پیارے۔ (حسینؔ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۷۱

''فقیری یہ ہے کہ ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے۔ اللہ سے بھی بے پرواہ رہے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ وہ تو سب راحت وتکلیف دیکھتے ہیں۔'' (وارثؔ پاک)

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوّتِ حیدری

(اقبالؔ)

راہ فقیری میں خودداری ہے اور خودداری اصل فقیری ہے یہ اصول بالکل غلط ہے کہ فقیر یا درویش کسی مخصوص جماعت ہی سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ فقیری ایک خصوصیت کی منزل فکر (سوچ) سے تعلق رکھنے سے قائم رہتی ہے۔ مگر اس سوچ کے لئے جس سے خلق خدا کا فائدہ ہو زیادہ تر کامل فقیر زبردست دنیاداری کا بوجھ اٹھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ فقیر بھی کسی کام کا جس کو بال بچوں، خاندان اور وطن کی محبت سے لگاؤ نہ ہو۔

زندگی کی کسی بھی نیک منزل میں انسان کیوں نہ ہو۔ اس پر بغیر ارادہ ہی فقیری شروع ہو جاتی ہے۔ نیک چلن ہونا بھی فخر کی نشانی ہے اور جہاں منزل فکر شروع ہوئی نہیں کہ فقیری کی مدھم مدھم سرحد دور ہی دور سے دکھائی دینے لگتی ہے۔ کسی بھی نیک منزل کو پانے کیلئے فقیر کو عجلت یا گھبراہٹ سے ہرگز کام نہ لینا چاہئے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ ''نیکی نیک راا ور بدی پیش را'' نیکی اور بھلائی کے راستے میں ہرگز ہار یا ناکامی نہیں۔ کامیابی نصیب ہونے میں دیر ہونا بدنصیبی نہیں بلکہ فقیری کے جذبہ کو اور بھی زیادہ مضبوط بنانے کیلئے سنہرا موقع ہے۔ جتنی تاخیر ہوگی کامیابی اتنی ہی مستحکم اور دیرپا ہوا کرتی ہے۔ اسی لئے بندہ نواز وارثؔ پاک ارشاد فرما رہے ہیں کہ فقیری یہ ہے کہ ہاتھ کسی کے آگے نہ پھیلائے۔ اللہ سے بھی بے پرواہ رہے، ہاتھ پھیلانا، گڑگڑانا، شکوہ کرنا یا بددل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی بزرگی یا اپنی طاقت پر شک ہے اور فقیر کو کسی بھی نیک کام میں شک سے کام لینا سخت حرام ہے۔

فقیر وہ ہے جو نیک راہ میں چٹان کی طرح اٹل ہو اور اپنی منزل پر سخت اصول کا نمونہ پیش کرتا جائے۔ اپنے نیک کام کی مزدوری کیلئے اللہ سے بھی بے پرواہ ہے جس نیک کام کو انجام دینے کا بیڑا اٹھائے اس کو دل و جان لگا کر کامیاب بنانے میں اپنی فانی زندگی صرف کردے اور یاد رہے بندہ چاہے جتنا بھی اللہ سے بے پرواہ رہے مگر اللہ کبھی اپنے بندے سے بے پرواہ نہیں ہوتا اور فقیر کی تو شان ہی نرالی ہوتی ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ نمبر ۱۷۲

''بڑی وضعداری یہ ہے کہ طریق عشق میں جو کرے وہ کئے چلا جائے۔'' (وارثؔ پاک)

عشق بلند بال ہے رسم و رہِ نیاز سے
حُسن ہے مستِ ناز اگر تُو بھی جوابِ ناز دے

(اقبالؔ)

وضعداری ہی کے انمول موتی سے عشق کو چار چاند لگتا ہے۔ وہ عشق جو وضعدار نہیں، وہ عشق کیا کرے گا۔ زمانہ، تقدیر اور وقت کی ایک چال اس کے عشق کو ٹھنڈا کر کے رکھ دے گی۔ مگر وہ لوگ جو کہ عشق میں اپنی وضعداری کے پابند ہوتے ہیں ان کو تقدیر کی ستر ٧٠ ٹھوکریں بھی ایک ذرہ برابر طلب عشق سے الگ ہٹنے نہیں دیتیں۔ خدا کا عشق جب معصوم عاشق کے دل میں پیدا ہوتا ہے تو زمین و آسمان اس کا دشمن ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ خون کے رشتہ دار بھی دشمن اور جلاد کا کام

کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بھائی، بہن، ماں، باپ، سب رشتے دشمن ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ کہ جو وضعداری کی پیٹھ پر سوار ہو کر اللہ کے بھروسے اپنے عشق کو چھوڑ دیتے ہیں، ایک دن عشق کا پودا بڑا ہو کر جب پھل اور پھول لے آتا ہے تو غیر سے غیر، اجنبی سے اجنبی طالب کا ایسا دوست ہوتا ہے کہ خون کے رشتہ دار بھی اپنی دشمنی پر شرمندہ ہو کر بھلائی کے طلب گار ہو جاتے ہیں۔ اللہ کا عاشق ایک اللہ کی طاقت کے سامنے جھکتا ہے اور تمام دنیا کی طاقتیں عاشق پروردگار کو سلام کرنے لگتی ہیں اور بڑے سے بڑے غلط فہم لوگ لاجواب دوست کا روپ بنا کر دنیا والوں کے سامنے آجاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بابا حضور وارثؔ پاک بلا علان صدا لگا رہے ہیں کہ ''بڑی وضعداری یہ ہے کہ طریق عشق میں جو کرے وہ کیے جائے۔'' درویشوں کے عشق کی ناؤ کو لنگر نہیں ہوتا۔ عشق کے ناؤ کا لنگر پہلے ہی توڑ کر اپنے عشق کی کشتی کو اللہ کے نام پر اللہ ہی کے حوالے کر دیتے ہیں اور ایک دن ساحل خود ہی دلہن بن کر ان کے قدموں کو سلام کرتا ہے اور وہی منزل اللہ وارث۔ وارث اللہ کی ہو جاتی ہے اور بس۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۷۳

''ایک مرتبہ ایک صاحب سے فرمایا کہ دس آدمیوں کو روٹی دے کر کھائے۔'' (وارثؔ پاک)

اُمَرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملّتِ بیضا غُرَبا کے دم سے

(اقبالؔ)

یہ اشارہ اہل زر کیلئے ہے۔ دولت' شیطانی چکر بھی چلاتی ہے اور دولت سے ایسے ایسے نیک کام بھی کئے جاتے ہیں کہ شیطان کو بھی غش آجاتا ہے اور وہ بھی پریشان ہو جاتا ہے! اب یہ فرض دولتمند پر نازل ہوتا ہے۔ بڑی سے بڑی نیکی کو بھی امراء اپنی دولت کے سہارے زندہ کر سکتے ہیں مگر روزمرہ کی زندگی میں ان کی شان از حد قابل احترام ہوتی ہے جو کم از کم دس آدمی کے ساتھ اپنے دستر خون پر روٹی تناول فرماتے ہیں۔ پیٹ کی آگ کے سامنے ہر چیز جھک جاتی ہے۔ بھوکے اور مجبور عزت دار کو اگر بغیر ذلیل کئے ان کی روٹی کا سامان کر دیا جائے۔ چاہے ایک وقت ہی کا سامان کیوں نہ ہو۔ ان کے جسم کے ایک ایک روئیں کے بدلے ایک ایک فرشتہ کی ہمدردی شامل ہو جاتی ہے۔ سفید پوش کی امداد نصیب والوں کو کرنی میسر ہوتی ہے۔ گداگر ہر جگہ ملیں گے مگر سفید پوش مشکل سے ہاتھ آتا ہے۔

بھوکے انسان کی دعا بعض وقت بڑی سے بڑی مصیبت کے پہاڑ کو بھی بادل بنا کر اڑا دیتی ہے اور پھر کون جانے کہ کس کے بھیس میں کون آکر روٹی کھا جائے۔ کسی کی ایک نظر ہی ساری زندگی کے لئے کافی ہو جاتی ہے انسان کو چاہئے کہ کبھی جانور کی طرح الگ کھانا نہ کھائے۔ اگر ایک روٹی کے چار ٹکڑے ہوں تب بھی۔ جو لوگ روٹی چرا چھپا کر

کھاتے ہیں، وہ نیک اور رحمدل ہو ہی نہیں سکتے۔ روٹی اور پانی کبھی پوشیدہ جگہ پر الگ تنہا نہ کھانا چاہئے بلکہ چار بھائیوں کو کھلا کر خود پانی پی لے۔ جتنا بھی پانی پئے گا، پیٹ میں وہ سب دودھ بن کر صحت کو نمایاں فائدہ پہنچادے گا کیونکہ خدا دلوں کا حال جانتا ہے اور جو اپنے بھائی بہنوں یا کسی کا بھی حق مار کر بریانی یا پکوان کھاتے ہیں، ان کے چہرے پر خدا کی ہمیشہ پھٹکار ہی برستی رہتی ہے اور مرنے کے بعد بھی ان کی صورت مکروہ ہی دکھائی دیتی ہے۔ نیکی کے کام میں نقصان ہی فائدہ ہے اور بدی کے کام میں فائدہ ہی عذاب جان نقصان ہوتا ہے جو نزع کی آخری ہچکی کے وقت پتہ چلتا ہے جبکہ توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوتا ہے۔

وارثیوں اور کل انسانوں کو چاہئے کہ کھانے کے وقت مالک، نوکر، بڑا چھوٹا، اونچ ذات، نیچ ذات کا فرق نہ رکھے۔ تمام انسان مل کر ایک شامل بھائیوں اور دوستوں کی طرح مسکراتے مسکراتے کھانا کھائیں۔ خوشی ہے حلال کمائی کھانا بھی عبادت ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۷۴

''پیر بہت ہیں مرید بہت مشکل سے ملتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

اس چمن میں پیروِ بلبل ہو یا تلمیذِ گُل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

(اقبالؔ)

پیر بہت ہیں مرید بہت مشکل سے ملتا ہے۔ ایک ذرا غور کرنے کی جگہ ہے۔ جب خدا ہے تو اس نے اپنی تمام رحمتیں روز اول سے ہی بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ جس طرح آسمان سے بارش آتی ہے تو اپنے شامل ہزار ہا نعمتوں کو برسا کر رکھ دیتی ہے۔ کھیت جاگ اٹھتے ہیں۔ کھیتوں اور باغوں میں ان گنت قسم کی نعمتیں، پھل، پھول اور اناج انسانوں اور جانوروں کیلئے مہیا ہو جاتی ہیں۔ سورج نکلتا ہے تو اندھیرا غائب ہو جاتا ہے اور خدا کی کروڑوں رحمتیں سورج کی کرنوں کے ساتھ شامل ہو کر دنیا والوں کے لئے موجود ہو جاتی ہیں۔ چاند اٹھتا ہے تو اس کی روشنی اور ٹھنڈک سے لاحساب تحفے سنسار پر اجاگر ہو جاتے ہیں۔ پہاڑ کے سینہ میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر انگنت جڑی بوٹی انسانوں کے کام کیلئے نہ جانے کتنی ہی رحمتیں آدمیوں کا انتظار کرتی رہتی ہیں۔ زمین جو سراپا اللہ پاک کی محبت اور عنایت کا کھلا ثبوت ہے اپنے ذرہ ذرہ میں رحمتیں لے کر ماں کے آنچل کی طرح ہر وقت اپنی ممتا کو لے کر انسانوں کی ضرورتوں کے سامان کو لئے بیٹھی رہتی ہے۔ ریگستان اپنے ریزہ ریزہ میں اللہ کا محبت والا ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہوا ہے۔ گہری گہری کان اپنے کلیجے میں ہیرے، جواہرات، سونے، چاندی زمانہ بھر کی قیمتیں چیزیں لے کر اپنا فرض ادا کر رہی ہے مگر یہ سب کس کے لئے؟ طالب کیلئے کھوجنے والوں کے

لئے ؟"۔ یہ سب تلاش کرنے والوں کے حصہ میں آتی ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے والے سوائے شکوہ کرنے کے اور کچھ نہیں جانتے۔ اسی طرح خدا' رسول ﷺ' قرآن حکیم یہ سب کس کے لئے ہیں' طالب کے لئے سب کچھ موجود تھے۔ مگر افسوس کہ طالب کا ہی ملنا مشکل ہوتا ہے۔ کس قدر حسرت اور ارمان کے ساتھ بندہ نواز وارث پاک اپنے بچوں کیلئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ "پیر بہت ہیں مرید بہت مشکل سے ملتا ہے" اگر مرید مل جائے تو پیر اپنے مرید کو اپنے کاندھے پر ایک معصوم بچہ کی طرح اٹھائے پھیریں۔ مگر مرید کہاں؟ سب کے سب حرص و ہوس کے غلام، سب کو لالچ ہے۔ لالچ سے کوئی دل خالی نہیں۔ لالچ صرف زر ہی کا نہیں ہوتا۔ کوئی کام، کوئی نام' کوئی معجزہ کوئی کچھ' کوئی کچھ' اس لالچ کے بازار سے کوئی نہ کوئی سودا کرنا چاہتا ہے۔ پیر ملنا آسان ہے مگر مرید ملنا دشوار ہے۔ کاش لاکھوں میں ایک بھی سچا مرید مل جائے تو سب کا بیڑہ پار ہو جائے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۱۷۵

"مرید ہونا چاہئے۔ مرید ہو تو پیر کے سینے پر سوار ہو کر حاصل کر سکتا ہے۔" (وارثؔ پاک)

پیرِ حرم نے کہا سُن کے مِری رُوئداد
پختہ ہے تیری فُغاں، اب نہ اسے دل میں تھام

(اقبالؔ)

مرید ایک پیاس ہے اور پیر سمندر شیریں، مرید ایک تمنا ہے اور پیر حاصل، مرید ایک کھوج ہے اور پیر ایک منزل' مرید ایک سوال ہے اور پیر مکمل جواب، مرید ایک آواز ہے اور پیر ایک دلنواز نغمہ' مرید ایک شاگرد ہے اور پیر استاد کامل' مرید ایک راہی ہے اور پیر ایک نیک راہ ایک منزل مقصود، مرید بیٹا ہے اور پیر باپ' مرید غلام ہے اور پیر آقا' مرید دماغ ہے اور پیر دل' مرید جسم ہے اور پیر روح۔

مرید اور پیر کے لاکھوں رشتے ہیں۔ کیا خوب بابا وارثؔ پاک ارشاد فرما رہے ہیں اور نامراد بھائیوں اور بہنوں کی کھلی ہوئی دستگیری فرما رہے ہیں کہ اگر مرید ایک ذرا سا بھی دور اندیش ہو تو ہمت سے کام لے کر کیا سے کیا ہو جائے۔ مرید اور پیر کی دوری کیسی' نہ شمع سے پروانہ دور ہوا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے پھر پیر مرید سے کیونکر دور ہو سکتا ہے۔ پیر اپنی محبت سے مرید کے ہی بس میں ہو جاتا ہے اور شمع ہدایت بن کر اپنے مرید کو سفر زندگی کی ہر منزل سے پار اتار دیتا ہے' پیر کے سامنے ڈرنا' خوف کھانا سخت کمزوری ہے اگر مرید واقعی مکمل مرید ہے اور اس میں لالچ' کمزوری یا مطلب پرستی نہیں ہے تو وہ بقول بابا حضور جب اور جہاں چاہے۔ ضد کر کے، مچل کر' روٹھ کر اپنی آرزو پوری کر سکتا ہے اگر پیر سے ڈر یا خوف آتا ہو تو یقین کر لو کہ کچھ نہ کچھ کمزوری ابھی باقی ہے اور اگر یقین ہو کہ تمہاری مریدی صاف آئینہ ہے تو بسم اللہ کر کے پیر کا ہاتھ تھام لو

اور بھاگنے نہ دو۔کامیابی تمہاری مٹھی میں ہے پیر کو دل سے پیار کرو، دماغ سے دنیاداری اور دکھاوا ہوتا ہے۔(حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۷۶

''پیر کو رسمی مرید بہت ملتے ہیں مگر مراد قسمت سے ہاتھ آتا ہے جیسے خواجہ حضرت ابوسعیدؒ کو حضرت غوث پاکؒ۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ کو خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ حضرت بابا صاحبؒ کو حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ اور حضرت علاؤالدینؒ صابر کو حضرت شمسؒ اور حضرت محبوب الٰہیؒ کو حضرت امیر خسروؒ اور حضرت مخدوم بہاریؒ کو مولانا مظفرؒ۔'' (وارث پاک)

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہُوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سَر بجیب، ایک کلیم سَر بکف

(اقبالؔ)

پیر اور مرید۔ یہ ہیں وہ قابل سلام ہستیاں جنہوں نے قطرہ کو سمندر کیا اور سمندر کو قطرہ (چراغ راہ کو پڑھنے والے مسلم بھائی اور بہنوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب کبھی وہ ارشاد نمبر ۱۷۶ کو پڑھیں تو مندرجہ خدارسیدہ ہستیوں کو فاتحہ ضرور پڑھیں۔ غیر مسلم بھائی اور بہنوں کو لازم ہے کہ دل سے ان بزرگوں کو احترام اور سلام بھیجیں) غور کریں کہ ان گنت پیر بھی پیدا ہوتے ہیں اور ان کے بے شمار مرید بھی ہوتے ہیں مگر ان میں زیادہ تر پیر اور مرید کی ہستی ایک بکری اور بھیڑ کے ریوڑ سے زیادہ بلند نہیں ہوتی۔ وقت گزرنے پر نہ بکریاں رہتی ہیں اور نہ ہی چرواہے۔ مگر یہ وہ مرید ہیں جنہوں نے قطرہ کو سمندر کر کے پھر سمندر کو قطرہ میں پیوست کر دیا۔ یہ وہ ہستیاں ہیں وہ جلیل القدر مرید ہیں جن سے پیر کا نام آسمان کی بلند کو چھو رہا ہے، پیر مرید کی محبت سے قیامت تک قابل فخر احترام حاصل کرتے رہیں گے۔ کون بھول سکتا ہے خواجہ حضرت ابوسعیدؒ کو، آپ کے مرید تھے حضرت غوثؒ پاک جنت مکانی خواجہ عثمان ہارونیؒ۔ آپ کے مرید تھے حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتیؒ۔ حضرت بابا صاحب۔ آپ کے مرید تھے حضرت علاؤالدین صابرؒ۔ حضرت شمس تبریزؒ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی۔ آپ کے مرید تھے حضرت امیر خسرو۔ حضرت مخدوم بہاری۔ آپ کے مرید تھے مولانا مظفر بلخی جنت مکانی......! کون روحانیت کی شمع ان پروانوں کا دیدار کرنے کیلئے آج تک نہیں تڑپتی ہے اور قیامت تک بے چین نہیں رہے گی۔ آفریں ہے ایسے پیر اور آفریں ہے ایسے مرید کہ جنہوں نے نہ صرف پیر ہی کو خوش کیا بلکہ خدا اور رسولؐ کو بھی ان مریدوں نے اپنے قریب تر رکھنے کا شرف حاصل کیا۔

ہمارے بندہ نواز حضرت وارث علی شاہ دیویٰ شریف بھی بلاشک ایک چراغ راہ ہیں۔ ان کے اردگرد بھی ان گنت پروانے جاں نثار ہو رہے ہیں مگر وہ کون ہے قطرہ جو سمندر میں پیوست ہے اور کون ہے وہ قطرہ جس میں خود سمندر

جذب ہوگیا ہے......؟ یہ ایک راز ہے جو خدا کے حکم سے ساری دنیا کو بہت جلد بتا دیا جائے گا۔ وارث پاک کی شمع ہدایت بھڑک کر خود اپنے پروانہ کو اجاگر کر دے گی۔ انشاء اللہ اور بس۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۷۷

''آدمی ہونا چاہئے۔ آدمی ہونا بہت مشکل ہے کسی قدر سکوت کے بعد ارشاد ہوا' آدمی اسی وقت ہوتا ہے جب لطیفہ قلب ذاکر ہو۔ اس لئے کہ لطیفہ قلب حضرت آدمؑ کے زیر قدم ہے اور معیت اور اقربیت حاصل ہے۔ وھو معکم اینما کنتم نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ جب معیت ہوگئی تو تقرب حاصل ہوگیا۔ یہی وجہ تکمیل ہے۔'' (وارث پاک)

شکست سے یہ کبھی آشنا نہیں ہوتا
نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا

(اقبالؔ)

یہ آدمیوں کا اتنا بڑا میلہ' خاندان در خاندان' ملک در ملک' یہاں تک کہ دنیا کے چپہ چپہ پر آج آدمی ہی آدمی کی آبادی دکھائی دیتی ہے۔ اس بستی یا آبادی کا دوسرا نام ہی انسانوں کی دنیا ہو کر رہ گیا ہے۔ جس قدر آدمیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، اسی قدر سکون قلب ختم ہوتا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی آدمیت سے بھی دور نکل کر حیوانیت کے درجہ کو بھی پھاند کر بے شرمی' بے حیائی' خود غرضی اور گناہ کے سمندر میں دن رات غرق ہوتا جارہا ہے۔ عقل' سمجھ' طاقت' دولت اور سارے ساز و سامان کے ہوتے ہوئے بھی پاگل اور وحشیوں کی طرح ایک دوسرے کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیوں اتنی تعلیم کے بعد بھی آدمی سے آدمیت غائب ہوگئی ہے؟ کیوں مرد عورت استاد' شاگرد' بڑے اور چھوٹے کے دلوں سے عزت' احترام اور پاکیزگی ختم ہوتی جارہی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ساری دنیا دماغ اور عقل کی دیوانی ہوگئی ہے اور عقل' انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ حضرت آدمؑ نے بھی عقل کی بات مان کر اپنی حد سے گزر کر گیہوں کھالیا تھا۔ یعنی مرد اور عورت کی عظمت کو اپنی عقل کے ذریعہ جاننے کی کوشش کی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنت سے دنیا میں اتار دیئے گئے اور برسہا برس روتے ہی رہے اور انہیں کوئی علاج نظر نہیں آیا۔ آخر دل نے آواز دی کہ عقل کو چھوڑ کر دل کی دنیا کی طرف آؤ اور سب سے پہلے اپنے آپ کو پہچان کر خدا کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ عبادت کرو تا کہ روٹھا ہوا خدا خوش ہو جائے اور تمہیں سکون نصیب ہو۔ آخر کار حضرت آدمؑ نے بھی دل کی بات سنی اور اس قدر عبادت کی ،اس قدر عبادت کی کہ پروردگار کو آفریں کہنا پڑا۔ یہ دنیا چاہے کتنی ہی ظاہری ترقی کرلے مگر غیر ممکن ہے کہ اس کو چین و نصیب ہو۔ ایک دن اس کو دل کی بات پر چل کر خدا کو پہچاننا ہی ہوگا۔ جب ہی سکون قلب کی دولت میسر ہوگی۔ یہی حضرت آدمؑ نے بھی کیا تھا اور حضرت آدمی کو بھی یہ کرنا ہوگا۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ نمبر ۱۷۸

''مقام حضرت میں فقرا برسوں پڑے رہتے ہیں۔۔۔

چہ شبہا نشستم دربن دیر گم
کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم

اس کے بعد منزل فیض ولایت وفیض نبوت کا ظہور ہوتا ہے۔(وارث پاک)

حیراں ہے، بوعلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں
رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں

(اقبالؔ)

''مقام حیرت''، روحانیت کے ان گنت درجے ہوا کرتے ہیں۔عبادت یا تقویٰ جب زور کرتا ہے تو عابد ذاکر ہو جاتا ہے اور پھر وہ ذکر بھی کرنا شروع کر دیتا ہے۔بالکل اسی طرح جس طرح نئے پرندے کو آسمان کی زبردست وسیع فضا میں اڑنا آ گیا ہو۔نیا پر' نئی اڑان کو ہر فقیر یا ذاکر انوکھی اور ایک لاجواب اڑان خیال کرنے لگتا ہے مگر اس کو نہیں معلوم ہے کہ اس دنیا میں کروڑوں فقیر' ذاکر' مولوی' ملا' حافظ' واعظ' خطیب اپنی اپنی بولیاں بول کر اڑ گئے مگر خدا کے اتنے بڑے روحانیت کے آسمان میں ان کی اڑان کا پتہ تک نہ چلا۔

ہمارے بہت سے فقیر' ملا اور مولوی اپنی عبادت کے گھمنڈ میں اپنے اثر زدہ مریدوں اور لوگوں میں سارا سارا دن اور ساری ساری رات بس ذکر ہی ذکر کرتے رہتے ہیں، وہ بھول کر بھی نہیں دیکھتے کہ ان کے مدمقابل جو حلقہ بگوش ہیں ان کی عمر کیا ہے ا۔ن کی عقل کی رسائی کہاں تک ہے۔ان کا فعل واعمال کیسا ہے۔ان کی زندگی کا نظریہ کیا ہے۔ان کے دل کی بیماری کیا ہے۔ان کے دوست واحباب کیسے اور کس درجہ کے ہیں۔واعظ کی وعظیں اور ناصح کی تلقین حلقہ بگوش سامعین کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر دل کی گہرائیوں تک بھی پہنچتی ہیں یا یہ کہ صرف ایک کان سے داخل ہو کر اور دوسرے کان سے نکل کر وسیع فضا میں زائل ہو جاتی ہیں۔ان باتوں کو بھول کر ہمارے واعظ اور فقیر خیال نہیں کرتے بس تقریر ہی کرتے جاتے ہیں۔زیادہ تر لوگ محو حیرت ہو کر دم بخود پیر' فقیر یا مولانا کا منہ ہی دیکھتے رہ جاتے ہیں اور مولانا یا تقریر کرنے والے بس اپنے ہی دل کے انگارے کو ٹھنڈا کرتے رہتے ہیں۔مگر ان ہی بولنے والوں کے سامنے اللہ ایک سوال جب لا کر رکھ دیتا ہے تو سارے سوالوں کا جواب دینے والا ٹھنڈا ہو کر رہ جاتا ہے۔زبان' خاموش' دل دھڑکنے لگتا ہے بولی ختم' عقل غائب' کھانا پینا ختم' راحت آرام کافور ہو کر اڑ جاتا ہے۔یہاں تک کہ یا تو پاگل یا سوچتے سوچتے موت' جانتے وہ منزل کیا ہے؟ وہ ہے مقام حیرت' مقام حیرت سے نکلنا پل صراط پار کرنا ہے۔مقام حیرت کا سفر وہی پار کر سکتا ہے جو مرضی مولا کے سامنے کوئی دلیل کوئی سوال کھڑا نہ کرے۔قطرہ سمندر میں جذب ہو جائے تو بیڑہ پار' حیرت میں قید ہونا نادانی ہے۔مقام حیرت کے بعد ہی منزل فیض ولایت وفیض نبوت کا ظہور ہوتا ہے۔پیارے۔(حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ نمبر۱۷۹

''جب ماسوا اللہ کچھ نہ رہا تو فقیر ہو گئے۔''(وارثؔ پاک)

کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

(اقبالؔ)

کامیابی کیلئے تصدیق کی ضرورت ہے۔ داڑھی یا جٹھا داری کی قید نہیں۔ جب ماسوا اللہ کچھ نہ رہا تو فقیر ہو گئے۔ دنیا دار اور فقیر میں کیا فرق ہے۔ دنیا دار ماسوا اللہ ہی میں الجھا رہتا ہے۔ وہ اس قدر دنیا داری کی معمولی معمولی چیزوں میں قید ہو جاتا ہے کہ اگر اس کا دل چاہتا ہے پھر بھی اللہ کے نام پر ایک نماز بھی نہیں پڑھ سکتا۔ دنیا دار جیتے جی مرار ہتا ہے اور جہاں کہیں بیماری اور نقصان آیا نہیں کہ ایک فریبی کی طرح ہر سانس اللہ ہی اللہ کی رٹ لگا دیتا ہے اور جہاں کہیں تکلیف کم ہوئی نہیں کہ پھر وہ مالک کو فراموش کر کے اپنے نفع' نقصان کے جھولے پر جھولنے لگتا ہے اور جب اس جھولے کی رسی ٹوٹ کر جھولنے والے کو قبر کے اندھیرے اور گہرے غار میں ٹپکتی ہے تو چہرہ سیاہ' نحوست اور خدا کا قہر برسنے لگتا ہے۔ اس کے برعکس فقیر جو خدا کے سوا سونا چاندی' روپیہ پیسہ' زر' زمین' یہاں تک کہ کہ پھٹا کرتہ اور گندی سی تہمد کے سوا کچھ نہیں رکھتا، موت کے بعد ہی اس کا چہرہ مسکرانے لگتا ہے۔ ہر طرف سے خوشبو خوشبو' پھول اور عطر میں اس کی میت بسا کر قبر میں اتاری جاتی ہے اور موت کے بعد بھی لوگ مقبرہ بنا کر لوبان' اگربتی' ان گنت چراغ جلا کر اپنی اپنی الجھنوں کو ختم کرنے کی ترکیب سوچتے رہتے ہیں۔ امیروں کا کیا ذکر، مغلیہ سلطنت کے کتنے ہی جلیل القدر بادشاہ کے سینکڑوں مزار آج بھی ہندوستان میں موجود ہیں مگر ان پر کوئی چراغ نہیں جلاتا۔ مگر خواب غریب نواز سے لیکر درجہ بدرجہ تمام ہی روحانیت کے رہبروں کے مزارات پر قیامت تک میلے اور رونق رہے گی۔

یہ ہے دلیل ماسوا اللہ جب کچھ نہ رہا تو فقیر ہو گئے۔ فقیری سب سے بڑا درجہ ہے۔(حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر۱۸۰

''عشاق بے خود غیر مکلف ہیں اور دنیا دار مکلف ہیں۔''(وارثؔ پاک)

شیشۂ دہر میں مانندِ مئے ناب ہے عشق
رُوحِ خورشید ہے خونِ رگِ مہتاب ہے عشق

(اقبالؔ)

مست ملنگ عاشقوں کی بھی عجیب نرالی دنیا ہوا کرتی ہے۔ عقل اپنی شکست پر سرنگوں ہو کر زمیں بوس ہو جاتی

ہے۔ دماغ کا ایک ایک خانہ ایک ایک باریک رگ حیران ہو کر ہارے ہوئے سپاہی کی طرح فرار ہو جانا چاہتی ہے اور عقل فقیروں کے دماغ سے ہمیشہ کیلئے نکل کر بھاگ جاتی ہے۔ عقل ہر دور میں ہر زمانہ میں فقیر کی حالت کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوا کرتی ہے کہ یہ عاشق خدا، اس قدر اللہ پاک کے نشہ میں سرشار ہو گیا ہے کہ اس کو دنیا کی کسی بھی چیز سے لگاؤ نہیں رہا۔ یہاں تک کہ زن، زمین اور زر تک کو چھوڑ کر الگ ہٹ گیا اس پر طرہ یہ کہ کھانے اور پانی سے بھی زیادہ سے زیادہ دیر تک بے پرواہ رہتا ہے۔ نہ آرام، نہ نیند، نہ سکون۔ آخر اس کی زندگی گزرے گی کس طرح؟ مگر جب فقیر یا سچا عاشق خدا کے عشق میں کامران ہو کر مسکراتا ہے تو اس کی مسکراہٹ کا ساتھ دینے کے لئے آسمان کے ستاروں کے ساتھ ساتھ زمین کے ذرات تک خوشی سے چمک اٹھتے ہیں تو عقل پھر حیران ہو کر سربسجود ہو کر فقیر یا عاشقوں کے پیر دبانے لگتی ہے اور دنیا دار صبح سے لے کر شام تک سہارا ہی سہارا بناتا رہتا ہے۔ روپیہ کا سہارا، مکان کا سہارا، کاروبار کا سہارا، زمین کا سہارا، یہاں تک کہ جورو، بیٹے، بیٹی، ناتی، پوتے غرض رشتہ دار سے لے کر نوکر چاکر تک کا سہارا، اس کا حشر کیا ہوتا ہے؟ مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑا رہتا ہے اور دنیاوی سہارے زن زمین اور زر کے چکر میں پڑے رہتے ہیں۔ بعد موت قبرستان میں دفن ہوتے ہیں کروڑوں کروڑ ہستیوں کے مزارات بے نشان ہو کر ختم ہو جاتے ہیں مگر جو عاشق خدا کے عشق میں بے سہارا ہوتے ہیں، ان کے ہی مزار پر چراغ روشن ہوتے ہیں اور قیامت تک باوقار رہتے ہیں۔ اللہ کا سہارا سر سچا، باقی سب سہارے جھوٹے اور فریب نظر ہوتے ہیں۔ (حسینؔ وارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۸۱

''جس قدر ہمارے مرید ہیں ہماری اولاد ہیں جس کو جس قدر ہمارے ساتھ محبت ہے اسی قدر اپنے بھائیوں سے اتفاق۔ جو لڑکا اپنے باپ سے محبت کرے گا اس کو بھائی سے اتفاق ہوگا۔ (وارثؔ پاک)

ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی
اِسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

(اقبالؔ)

احرام پوش کو وقار سے دور رہنا چاہئے۔ اگر ان کو بندہ نواز وارثؔ پاک سے محبت ہے تو ان کی نظر میں تمام وارثی برابر ہونے چاہئیں۔ عبادت کی زیادتی یا کمی بڑائی کی دلیل نہیں ہے۔ اب کون جانے کسی کا ایک ہی سجدہ منظور بارگاہ ہو گیا ہو۔ جس طرح پیر اپنے نیک بد سب کو اپنی اولاد خیال کرتا ہے اسی طرح مریدوں کو بھی سگے بھائی اور بہنوں کی طرح رہنا چاہئے۔ نصیحت کرنا استاد یا پیر کا کام ہے۔ شاگرد اور مریدوں کو باہم محبت کے درجہ سے باہر نہ جانا چاہئے۔ جس طرح ایک ایک خاندان میں والدین کے کئی لڑکے اور لڑکیاں ہوا کرتی ہیں۔ شریف خاندان کے لڑکے اور لڑکیاں اپنے بھائی اور

بہنوں سے لڑتے نہیں۔ یہ غیر ممکن ہے کہ خاندان میں سب آدمی ایک ہی دل و دماغ کے ہوں ان میں سمجھدار بھی ہوتے ہیں اور نادان بھی، نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی' روپے کمانے والے بھی ہوتے ہیں اور ناجائز خرچ بھی کرنے والے ہوتے ہیں پھر بھی گھر کی بات باہر نہیں جاتی اور تمام بھائی بہن مل کر صلح اور مشورہ سے خاندان کی گاڑی کو بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ چلاتے ہیں۔ وہی نالائق اور بدترین اولاد ہے جو اپنی ظاہری اچھائی اور بناوٹی شرافت کا ڈھول پیٹ کر کسی کو اچھا اور کسی کو برا کہہ کر محلہ والوں کی نظر میں خود بھی تماشہ بنتا ہے اور سارے خاندان کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو نہ تو اپنی محبت ہے اور نہ ہی ماں باپ سے محبت۔ لڑاکے خاندان کے لوگ کتے کی فطرت رکھتے ہیں۔ دوسرے کے پاؤں چاٹیں گے مگر اپنے بھائی کو دیکھ کر چلانے لگتے ہیں جس بھائی اور بہنوں کو اپنے خون سے محبت نہیں وہ جانور ہیں، جس مرید کو اپنے پیر سے محبت نہیں وہ بہروپیا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸۲

''گیارہویں شریف کے متعلق فرمایا کہ ''مقام ہو'' ایک عجیب مقام ہے بحساب ابجد ہ کے' ۵ اور و کے ۶ ہوتے ہیں پانچ اور چھ مل کر گیارہ ہوئے حضرت غوث پاک کی یہی منزل تھی۔ انتہا یہ کہ گیارہویں والے میاں مشہور ہو گئے۔ (وارثؔ پاک)

پھڑک اُٹھا کوئی تیری ادائے 'مَا عَرَفنا' پر
ترا رُتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

(اقبالؔ)

حضرت غوث پاک اور ''مقام ہو'' فنافی اللہ کی منزل سب منزلوں سے زیادہ دشوار گزار ہوتی ہے۔ جو برگزیدہ ہستیاں فنافی اللہ کا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ انہیں عام منزلوں کو طے کرنے کے بعد ''مقام ہو'' پر اپنی ساری کائنات کو لانا ہوگا اور مقام ہو کے مقابلے میں نہ دنیا' نہ ماں' نہ باپ' نہ بھائی' نہ بہن' نہ بیٹی' نہ بیٹا' نہ عقل' نہ شہرت' نہ آرام' نہ آرزو' نہ شکایت' نہ تعریف' یہاں تک کہ نہ اپنے جسم کی پرواہ' نہ تندرستی پر خوشی اور نہ ہی بیماری کا غم، انتہا یہ کہ اپنے آپ کو بھی تن من کے ساتھ فراموش کر کے رکھ دینا ہوتا ہے۔ جب آ کر ایک منزل ''ہو'' بنتی ہے۔ جہاں کچھ نہیں سوائے اللہ کے۔ ایک قطرہ اور ایک سمندر کے سوا باقی تمام چیزیں ناپید ہو گئیں اور اور پھر ایک وقت یہ آئے گا کہ ذاکر ذکر میں' پروانہ شمع میں' قطرہ سمندر میں ضم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ذرہ ریگستان میں لاپتہ ہو کر صرف ایک مقام ''ہو'' چھوڑ کر اللہ پاک میں سما جاتا ہے اور یہ بھی مقام ہو۔ ۵۔ اور ۶ ملکر گیارہ ہوا۔ دونوں طرف ایک ہی ایک کا ہندسہ رہ گیا ہے ایک اور ایک مل کر گیارہ ہو گیا اگر ایک الگ رہتا تو وہ ایک ہی ہوتا گیارہ نہیں ہو سکتا تھا۔

غوث پاک کو اللہ نے گیارہ کی عنایت فرمائی (ھ) اور (و) حمد اور وحدت دونوں کا میل ہو گیا۔ مقبول غوث پاک کی یہ انتہا ہے کہ آپ گیارہویں والے میاں مشہور ہو گئے۔'' مقام ہوٗ' اللہ پاک کی خصوصیت والی عنایت ہے۔ یہاں کسب کو بالکل گنجائش نہیں۔ یہ وہبی چیز ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸۳

''کسی نے عرض کیا کہ حضور تہتر فرقوں سے (۷۲) بہتر ناری ہیں اور ایک ناجی اور ہر فرقہ اپنے کو ناجی کہتا ہے تو وہ کون سا فرقہ ہے۔ ارشاد ہوا کہ جو حسد سے الگ ہو وہی ناجی ہے اور جو حسد میں ہو وہ بہتر میں شامل ہ۔ ح۔ س۔ د۔ کل ۷۲ بہتر ہوئے۔'' (وارثؔ پاک)

دُنیا کو ہے پھر معرکۂ رُوح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا

(اقبالؔ)

غور سے پڑھو، بندہ نواز وارثؔ پاک ارشاد فرما رہے ہیں کہ فرقہ مذہب اور قوم نہیں اور یہاں فرقہ سے مراد گروہ سے ہے، آدمی یا انسان کا اگر ایک گروہ قائم کرو تو ان میں گناہ یا برائی یا بربادی کے ۷۲ بہتر درجے سامنے آئیں گے۔ شراب پینا، جوا کھیلنا، چوری کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، امانت میں خیانت کرنا غرض دنیا کے جتنے بھی گناہ ہیں۔ وہ سب کے سب ایک دوسرے میں ہیں، کسی میں کچھ اور کسی میں کچھ۔ کوئی کسی ایک گناہ کا مرتکب ہے تو دوسرا کسی اور گناہ میں پھنسا ہوا ہے مگر تمہیں سن کر تعجب ہوگا کہ بڑے سے بڑا نیک انسان، بڑے سے بڑا پرہیزگار، پیر، فقیر، سادھو، مولوی، حکیم، قاضی، شاید ہی کوئی دل ایسا ہو جس میں حسد کا لہلہاتا ہوا ہریلا درخت نہ ہو خود دیکھ لو۔ بندہ نواز وارثؔ پاک اعلان فرما رہے ہیں کہ ۷۳ میں ۷۲ بھی انسان ایسا نہ ہوگا جس کا سینہ حسد کی آگ سے خالی ہوگا۔ ہمارے بہت بڑے بڑے نامی گرامی فقیر اللہ سے شکایت کرتے ہیں کہ میں نے ساری زندگی تیری مرضی پر اپنی زندگی کے کارواں کو چلایا پھر بھی تو میری ہمت افزائی نہیں کرتا ان کو چاہئے کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ وہ ناجی ہیں یا ناری۔ ح۔ س۔ د میں شامل ہیں یا ۷۲ بہتر ہیں، تو سارا حساب صاف ہو جائے گا جس دل میں حسد کی آگ ہے وہاں عبادت ایک ڈھونگ ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸۴

''جو نشیب و فراز میں رہے گا اس کو خدا نہیں ملے گا اور جو اس سے نکل جائے۔ اس کی نجات دنیا ہی میں ہو جائے۔ (وارثؔ پاک)

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا

(اقبالؔ)

جو نشیب وفراز میں رہے گا اس کو خدا نہیں ملے گا۔ نشیب وفراز' اونچائی و نیچائی' بلندی و پستی، ہونا نہ ہونا، یقین اور شک وشبہ یعنی دوناؤ پر پاؤں کے برابر ہے۔

اکثر گناہ کے سمندر میں غوطہ لگانے والے بھی توبہ کر کے، عبادت کر کے، تھوڑی ہی مدت میں، چالیس چالیس برس کے عبادت گزاروں کو بھی اپنی گرد میں چھوڑ کر اور کامیاب ہو کر دنیا کو حیرت بنا چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ گناہ کی گندی منزل میں تھے تو ان کو نیکی کا خواب وخیال تک نہ ہوتا تھا کیونکہ ان کی منزل ایک تھی۔ چاہے گناہ ہی کی کیوں نہ ہو مگر جب اس نے گناہ کے بھیانک غار کو دیکھ کر توبہ کی تو بھی ان کی منزل ایک ہی رہی۔ پہلے وہ گناہ سے شیطان کو خوش کرتے تھے اور اب توبہ استغفار کر کے اللہ' رسول اور قرآن کو سینہ سے لگا کر مثل پروانہ تن' من' دھن کی بازی لگا کر حق اللہ' حق اللہ' حق اللہ کی تسبیح پڑھنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنی عبادت اور اپنی تصدیق کے ذریعہ اللہ کی رحمتوں کے بادل کو برسا کر ساری دنیا کو محو حیرت کر کے رکھ دیا اور بہت سے ڈھونگی اور یقین کے کمزور و بزدل فقیر مونچھ داڑھی بڑھا کر سفید ہو گئے مگر راہ طلب میں گداگر کے گداگر ہی رہے۔ جانور بھی ان سے اچھا ہوگا۔ مگر ان کا وجود ایک ڈھونگی سے اوپر نہ اٹھ سکا۔ ایسے ہی لوگ نشیب وفراز میں قید رہتے ہیں اور جو اس سے نکل گیا۔ وہ کامیاب ہو گیا وہ دنیا میں ہی سرخرو ہو کر زندہ جاوید ہو گیا۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸۵

''پیر کی صورت ہر وقت سامنے رہے وہی صورت ہر جگہ نظر آنے لگے گی۔ یہی فنا فی الشیخ ہے۔'' (وارثؔ پاک)

اوّل و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کُہن ہو کہ نَو، منزلِ آخر فنا

(اقبالؔ)

یہ اشارہ دنیا دار بھائیوں کی طرف ایک حکیم حاذق کا کام کرتا ہے۔ یہ بات قابل قبول ہے کہ دنیا داری کے گندے راستے پر انسان کا پاؤں غلطی سے بھی ادھر ادھر پڑتا ہی رہتا ہے جو لوگ جہنم کے زندہ کیڑے ہیں، جو دنیا میں آدمیوں کی شکل بنا کر زمین کی معصوم گود پر رینگ رہے ہیں ان کے بارے میں تو کچھ کہنا نہیں ہے کیونکہ ان کیلئے جہنم کی زبردست آگ کالے اجگر کی طرح بے چینی سے ان کا خیر مقدم کرنے کیلئے تیار ہے۔ ان کا حشر تو اخیر اخیر عمر تک دنیا میں ہی

ظاہر ہونے لگتا ہے اور اسی دنیا میں ان کو خدا کے قہر کا اندازہ ہونے لگتا ہے اور موت کے بعد جو کچھ گناہ گار کے ساتھ ہونے والا ہے اس کا اندازہ لگانا انسان کے قبضہ فکر میں نہیں ہے۔ مگر وہ بھولے بھالے لوگ' وہ دنیادار جن میں سے اکثر بڑے بڑے فقیر اور درویش بھی ہوتے رہتے ہیں، یہ اشارہ وارثؔ پاک کا ان ہی نیک بخت بھائی اور بہنوں کی طرف ہے کہ پیر کا تصور ہر وقت اپنی نظر کے سامنے رکھو جہاں بھی رہو یہ یقین کرلو کہ ہمارا پیر ہماری تمام حرکتوں کو بغور دیکھ رہا ہے۔ زندگی کی بھول سے اگر برے سے برے راستوں پر بھی چلے جاؤ گے تو جہاں پیر کا تصور آیا نہیں کہ تمہارے قدم برے راستوں سے ہٹ کر اچھے راستوں پر آجائیں گے۔ راہی ہونا گناہ نہیں۔ منزل کرنا گناہ ہے اور جہاں بھائی اور بہن اپنے پیر کا تصور ہر وقت کرتے ہیں وہ کسی طرح بھی گنہگار نہیں ہو سکتے ان کا پیر ہر وقت ان کو بچائے گا۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸۶

''اسم ذات صرف اللہ ہے باقی صفات ہیں۔'' (وارثؔ پاک)

ما سِوَی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری
تُو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

(اقبالؔ)

اسم ذات صرف اللہ ہے۔ انسان کو جتنا رتبہ دیا گیا ہے، اتنا ہی یہ شیطان کی راہ میں چل کر مردود ہوتا جارہا ہے۔ صرف ایک اللہ کی ہستی جو قائم ہے اور دائم ہے۔ اس اٹل فیصلہ پر جہاں سورج' چاند' آسمان' زمین' درخت یعنی کل کائنات دل کی انتہائی گہرائیوں سے سربسجود ہے۔ صرف حضرت انسان ہی ایک ایسے خلق ہیں کل کائنات کے بیچ کہ ابھی تک اس نقطہ کی گہرائیوں میں غوطہ کھا رہی ہیں، کہیں ڈوب رہے ہیں اور کہیں غرق، کہیں تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ کسی نے خدا کا بیٹا بنا دیا، کوئی پتھر' درخت' آگ' پانی کو پوجنے لگا، کوئی سرے سے خدا ہی سے ہے منکر ہو کر رہ گیا۔ اللہ کی ہستی کو تسلیم نہ کرنے کی سزا ہر روز اور ہر گھڑی ان کو مل رہی ہے۔ خدا صاف صاف کہہ رہا ہے کہ ''جو کچھ ہوں'' میں ہوں' مجھے مان جا۔ ہر چیز تمہیں سلام کرنے لگے گی، مگر نہیں، یہاں یہ ہے کہ میں سب کو سلام کروں گا، سب کے سامنے سر جھکاؤں گا، سب سے ذلیل ہوتا رہوں گا، مگر ایک تیری ہستی کو نہ مانوں گا اور اللہ کمزور بندے کی کمزوریوں پر قہقہہ لگاتا ہے، افسوس کرتا ہے اور لعنت بھیجتا ہے۔

اس کھلی گمراہی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا کہاں سے کہاں جا چکی۔ نہ ماں' ماں رہی' نہ باپ' باپ نہ بھائی' بھائی رہا اور نہ ہی بہن' بہن۔ سارے آدمی پاگل کتوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ذات الگ مسکرا رہی ہے اور صفات الگ جنگ کر رہی ہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸۷

''ہو۔ ذات نہ صفات' ایک میدان ہے۔'' (وارث پاک)

سروَری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بُتانِ آزری

(اقبالؔ)

''ہو'' ہے' نہ اس کی تفصیل ہے اور نہ ہی لنترانی۔ ذات واحد کی مکمل دلیل اگر ہوتی ہے تو صرف ''ہو'' سے۔ اللہ سے ساری تعریف شروع ہوتی ہے اور قیامت تک اس کی شان کے کرشمے چمکتے اور روشن ہوتے رہیں گے۔ مگر بہت سے فقیر اللہ کے وجود کو تو مانتے ہیں مگر اللہ سے پہلے کا حال بھی جاننا چاہتے ہیں اور یہیں سے منزل حیرت کی پہلی سیڑھی شروع ہوتی ہے۔

اللہ سے پہلے بھی اللہ تھا اور اس سے پہلے بھی اللہ تھا' وہ زمانہ صرف ''ہو'' کا تھا۔ ایک میدان' ایک خاموشی ایک سکوت' ایک حد امکان' ایک سلسلہ در سلسلہ' خاموشی ہی خاموشی پھر اس خاموشی نے ایک آواز پیدا کی' ایک حرکت نے پھر جنم لیا پھر تعمیر نے اپنا کام شروع کیا پھر فرشتے' جن وجود میں آئے' پھر ہوا' آسمان' زمین' چاند' سورج' ستارے' سمندر' پہاڑ اور جنگل بنے' پھر زندگی نے جنم لیا کروڑوں کروڑں برسوں کے بعد حضرت آدمؑ کی باری آئی۔ اماں حوا تشریف لائیں۔ پھر انسانیت کے پردے سے پیغمبروں کا ظہور ہوا' پھر ولی' قطب' درویش' فقیر آئے اب پھر روحانیت' انسانیت سے آدمیت اور شیطانیت کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہی سلسلہ پھر ''ہو'' پر آ کر خاموش ہو جائے گا۔ ''ہو'' پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی سب ''ہو'' ہی ہو کر رہ جائے گا۔ صرف ایک میدان اور طویل خاموشی۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸۸

''سرمد رضا و تسلیم کے بندے تھے۔ سر دے دیا اور اُف نہ کی' نہ فتویٰ دینے والے رہے نہ سلطنت رہی۔ مگر ایک سرمد کی جگہ ہزار سرمد پیدا ہو گئے۔'' (وارث پاک)

رِندی سے بھی آگاہ، شریعت سے بھی واقف
پُوچھو جو تصوّف کی تو منصور کا ثانی

(اقبالؔ)

بادشاہ اورنگزیب نے مولویوں اور مفتیوں کی رائے سے سرمدؒ کو قتل کروا دیا۔ آج بھی جمعہ مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر سرمدؒ کے مزار مبارک پر چراغاں اور فاتحہ خوانی ہوتی رہتی ہے مگر اورنگزیب بادشاہ کی بادشاہت' ان کا جاہ جلال' ان کے

مولوی، ملا اور مفتی سب ختم ہو گئے۔ یہاں تک کہ مغلیہ سلطنت کا زوال بھی سرمد کے خون کی آگ سے شروع ہوا اور جل کر ناپید بھی ہو گیا۔

بادشاہ بار بار بنتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے مگر فقیری بادشاہت ایک بار بنتی ہے اور قیامت تک زندہ رہتی ہے۔ بادشاہ اور سلطنت فقیر کا مذاق ہے، ایک کھیل ہے۔ جب فقیر خوش ہوتا ہے تو اللہ سے کسی دلچسپی والا منظر طلب کرتا ہے۔ پھر خدا فقیر کو خوش کرنے کیلئے ایک آدمی کو ایک قائم حکومت میں بادشاہ بنا دیتا ہے۔ اس کی سلطنت قائم کرا دیتا ہے اور جہاں اللہ کی بادشاہت کے سامنے آدمی کی بادشاہت شروع ہوتی ہے۔ اس ڈرامہ اور کھیل کو دیکھنے کیلئے بڑے بڑے جید فقیر، ابدال، درویش جمع ہو جاتے ہیں اور انسان کی بادشاہت اس کی جھوٹی شان و شوکت اور اس کے غرور کو دیکھ دیکھ کر فقیر قہقہہ لگاتے ہیں اور خوب خوش ہوتے ہیں۔ سرمد بھی اورنگزیب کی مغرور حکومت کے ایک تماشائی تھے۔ دولت سے مولوی اور مفتی خریدے گئے مگر فقیر کا سودا نہ ہو سکا۔ سرمد نے سر دیدیا اور راز کو راز رکھا گیا۔ آپ رضا و تسلیم کے بندے تھے۔ حکومت ختم ہو گئی، فتویٰ دینے والے ختم ہو گئے، مگر ان گنت سرمد آج بھی ہیں اور قیامت رہیں گے۔ (حسینؔ وارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۸۹

''جانتے ہو حج مقبول کس کا نام ہے۔ پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ عشق اپنے معشوق سے مل جائے یہی حج مقبول ہے۔'' (وارثؔ پاک)

ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

(اقبالؔ)

حج مقبول محبوب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس طرح کیا کہ آنکھیں رکھتے ہوئے لوگ اندھے ہو کر رہ گئے۔ خانہ کعبہ کی زنجیریں ہلتی کی ہلتی رہ گئیں اور حسن و عشق کا ملاپ ہو گیا۔ شب معراج میں رحمۃ اللعالمینؐ نے حج مقبول کر کے ہر ایمان والوں کیلئے راستہ بنا کر دکھا دیا ہے۔ اسلام کے زندہ پروانے ہر برس حج ادا کرنے خانہ کعبہ کو جاتے ہیں اور سات بار طواف کعبہ بھی کرتے ہیں۔ جس دل کو آگاہی رسول ﷺ اور **ھو الظاھر ھو الباطن** کا تماشہ دیکھنا ہے اور اگر وہ اپنے دل میں نور ایمان، روح میں عشق خدا اور عشق رسول ﷺ رکھتے ہیں تو ان کو طواف کعبہ کے ایک سے ساتوں پھیرے میں ساتوں طبق کا جلوہ نظر آتا ہے۔ سنگ اسود بھی ایک منزل ہے۔ ایک حد احترام ہے۔ اس راز کو فقیر، درویش، قطب ابدال، غوث، شہید یا وہ برگزیدہ ہستیاں دیکھ سکتی ہیں جو طواف کعبہ کے ساتھ ساتھ دل کی آنکھوں سے کام لیتی ہیں۔ یہ ارشاد وارثؔ پاک بندہ نواز کا انتہائی راز اپنے سینہ میں رکھتا ہے کہ جانتے ہو حج مقبول کس کا نام ہے۔ پھر خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ عاشق اپنے معشوق سے مل جائے یہی حج مقبول ہے۔

اگر سچا فقیر ہے تو اس کو طواف کے ساتوں پھیرے میں رحمتہ اللعالمین گا دیدار ہوگا اور جہاں دیدار ہوا نہیں عاشق معشوق سے مل گیا۔ اس کو حج مقبول نصیب ہوا اور اللہ کا جلوہ بھی۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۹۰

''خاندان قادریہ سے جن کو نسبت ہے ان پر جادو' ٹونے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔'' (وارثؔ پاک)

عِلم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود!
گُل کی پتّی میں نظر آتا ہے رازِ ہست و بود

(اقبالؔ)

خاندان قادریہ سے جن کو نسبت ہے ان پر جادو' ٹونے کا اثر نہیں ہوتا' پہلے ہی دیکھئے کہ خاندان قادریہ ہے کس جلال اور کس عظمت کا حقدار...... خاندان قادریہ حضرت غوث پاک عبدالقادر جیلانیؒ سے شروع ہوا۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا دوسرا نام آپ جانتے ہیں کیا ہے' گیارہویں والے بابا۔ جنہوں نے ''منزل ہو' پر فتح یابی اور کامرانی حاصل کی ہے۔ ''منزل ہو' کیا ہے۔ فنا فی اللہ'' اللہ باقی من کل فانی'' کے چلّا کش' بھلا جس خاندان کو فنا فی اللہ ہونے کا شرف ہے اس پر جادو ٹونا تو کیا اگر وہ واقعی سچا ہے اور خاندان قادریہ سے تعلق رکھنے کا جائزہ دعویٰ کرتا ہے تو اس پر اگر مصیبت کا آسمان بھی گر پڑے، پہاڑ اپنی جگہ سے اُٹھ اُٹھ کر اس کو فنا کرنے کیلئے ٹوٹ ٹوٹ کر برس پڑے پھر بھی خاندان قادریہ کے لوگوں کا ایک رواں تک نہیں فنا کر سکتے...... مگر سوال یہ ہے کہ زبانی جمع خرچ کرنے سے کیا ہوتا ہے' اولاد ہی ہے جو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے اور بزرگوں کی عظمت اور ان کی شان کا ثبوت اپنے ایک ایک عمل سے پیش کرے۔ ہمارے بہت سے بھائی اور بہنیں جن کی نسبت واقعی ایسے ایسے جلیل القدر خاندان اور ایسے ایسے نامی گرامی بزرگ ہستیوں سے قائم ہے اور وہ لوگ زبانی اور وہ بھی، بہت فخریہ انداز سے اپنی نسبت اور اپنے خاندان یا اپنے والدین کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور ہے بھی سچ کہ ان کو یہ عظمت حاصل ہے مگر یہ سب ہوتے ہوئے بھی وہ ذلیل وخوار رہا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے کو برہم نہیں پہچانتے۔ اپنے عمل کو درست نہیں کرتے۔ اگر فی الواقع وہ اپنے عمل کو درست کرلیں' بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں۔ نیک سیرت' نیک فطرت اور نیک عادت ہوجائیں تو ان پر دنیا کا کوئی جادو' کوئی ٹونا' کوئی فریب اور کوئی دھوکا نہ چل سکتا ہے اور نہ اثر کرسکتا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۹۱

''جو شخص نماز نہ پڑھے ہمارے حلقہ بیعت سے خارج ہے۔'' (وارثؔ پاک)

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

(اقبالؔ)

جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو وہ پابندی وقت پر رہ ہی نہیں سکتا اور جو خدا کو ہی بھول سکتا ہے وہ پھر پیر کی ہدایت اور ان کی بزرگی کا قائل ہو ہی نہیں سکتا۔ نمازی صبح سے لے کر رات تک اپنے آپ کو باوضو رکھنے کی کوشش کرتا ہے، ناممکن ہے کہ نمازی اپنے پیر کو رسوا کرے۔ مرید کا بدچلن ہونا ہی پیر کی رہبری کی کمزوریوں کی کھلی دلیل ہے۔ نیک نمازی' پیرو مرشد کا پیارا بیٹا اور پیاری بیٹی کی جگہ پاتے ہیں۔ پاک وصاف جسم پر فرشتوں کی طرف سے بھی مبارکبادی آتی ہے۔ جیسا کہ گندے لوگوں کو شیطان ہر وقت اپنے قریب سے قریب تر رکھتا ہے۔

مرید ہو جانا ایک دن کا کام' اپنے کو وارثی کہنا اور لکھنا بھی ایک نام کی خاطر ہے مگر پیر کے حلقہ میں نام پیدا کرنا اور اپنے پیر کے حلقہ عافیت میں رہنا اور بات ہے۔ بغیر نماز کے یہ ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس لئے بابا حضور وارثؔ پاک بالا علان ارشاد فرمارہے ہیں کہ جو شخص نماز نہ پڑھے ہمارے حلقہ بیعت سے خارج ہے۔

نماز' خدا کو خاص احترام کے ساتھ یاد کرنے کا راستہ دیتی ہے اور مسجد میں خدا جانے تمہاری صف میں کیسے کیسے چھپے ہوئے خدا کے نیک بندوں سے واسطہ پیدا کراتی ہے۔ ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ'' اگر تم کہتے ہو تو جواب میں تمہیں بھی یہی نیک دعا دوسروں کی زبانی نصیب ہوتی ہے۔ ایک نہ ایک دن تمہارا مقصد بھی کسی نہ کسی صف کسی نہ کسی نماز میں پورا ہو جائے گا۔ لازم ہے کہ تازندگی نماز پڑھتے جاؤ تاکہ خدا اور رسولؐ کے ساتھ ساتھ پیر کا حلقہ عافیت بھی نصیب ہوتا رہے اور دین و دنیا دونوں میں بامراد اور کامران رہو۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۹۲

''نماز ضرور پڑھنا چاہیے یہ نظام عالم ہے اگر یہ چھوڑ دی جائے گی تو عالم کے انتظام میں خرابی آجائے گی۔''
(وارثؔ پاک)

ہے تری شان کے شایاں اُسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بُود و نبود

(اقبالؔ)

یہ تمام اشارے خصوصیت سے مسلمان مریدوں کیلئے ہیں اور جاہل سے جاہل مسلمان' بدکار سے بدکار مسلمان خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ نماز کس طرح تمام نظام کو قائم رکھتی ہے۔ پانچ وقت کی نماز میں خاص طور سے خدا کی محبت

چھپی ہوئی ہوتی ہے۔سورج نکلنے سے پہلے سے لے کر رات تک تھوڑے تھوڑے گھنٹوں کے بعد نماز کا وقت آتا رہتا ہے۔ نمازی کو مہلت ہی نہیں ملتی کہ وہ شیطان کی برباد لالچوں کی طرف جائے اور برباد ہو۔ جب بھی نظام زندگی میں کمی محسوس ہونے لگتی ہے، اس سے پہلے کہ انسان بربادی کی طرف جائے، اس کو نماز کا وقت دکھائی دیتا ہے اور پھر وہ توبہ کر کے اللہ کے حضور جانماز پر کھڑا ہو جاتا ہے اور یاد خدا میں محو ہو جاتا ہے' آج جو مسلمانوں کی قوم کے کچھ مرد اور عورتیں نیکی کے راستے سے بھٹک کر برائی کی طرف چلے گئے ہیں، آپ غور سے دیکھئے اور معلوم کیجئے تو آپ کو پتہ چل جائیگا کہ وہ لوگ نماز کے پابند نہیں ہیں۔ جہاں نماز چھٹی وہیں عالم کے نظام میں فرق آکر ہی رہے گا۔

ہر روز کا مشاہدہ ہے اور یہ کھلا ہوا ثبوت ہے کہ برے سے برے لوگ جب بھی توبہ واستغفار کر کے نماز کے پابند ہو جاتے ہیں ان کی ساری برائی ختم ہو جاتی ہے ان کی بے قرار زندگی میں قرار آ جاتا ہے۔

اللہ بہت بڑا رحم والا ہے جہاں اس کے بندے مرد ہوں یا عورتیں' لڑکے ہوں یا لڑکیاں' نماز ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔اس دن سے اللہ اپنا خاص رحم وکرم کا ہاتھ اس کے بے قرار دل پر رکھنے لگتا ہے اور ایک مدت کے بعد وہی برے لوگ قابل فخر ہو جاتے ہیں اور دنیا ان کو عزت واحترام سے دیکھتی ہے۔ بھائیو اور بہنو! نماز ضرور پڑھ یہی راہ نجات ہے۔(حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر۱۹۳

''نماز وہی ہے جو حضور کے قلب کے ساتھ ہو۔پھر ایک بار یہ بھی فرمایا ہے کہ نماز برابر پڑھے جائے اگر تمام عمر میں ایک بھی سجدہ ادا ہو گیا تو کل نمازیں بن گئیں۔'' (وارثؔ پاک)

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سُرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر!

(اقبالؔ)

نماز وہی ہے جو حضور قلب کے ساتھ ہو۔حضور قلب اور بات ہے اور نماز پڑھنا اور بات ہے۔ بہت سے نادان نماز کو صرف اتنا ہی خیال کرتے ہیں کہ بس چند رکعت پڑھ لیا۔قیام' رکوع' سجود کر لیا بس نماز ہو گئی۔جس طرح صرف زبانی کلمہ پڑھنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔اسی طرح صرف قیام' رکوع وسجود کر لینے سے نماز نہیں ہوتی جب تک حضور قلب کے ساتھ نہ ہو۔ بھلا بتاؤ کہ منہ زبانی نماز پڑھنے والا نمازی کیونکر ہو سکتا ہے۔نماز بھی پڑھتے ہیں ،جھوٹ بھی بولتے ہیں،سود بھی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ زنا' شراب اور جوے سے بھی پرہیز نہیں، مگر نمازی بھی ہیں۔ بد نظر' بد دل' بد دماغ سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ ہم پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں۔ نیک اور خدا اور رسول ﷺ کی رحمتوں کے وارث ہونے کیلئے حضور قلب کی ضرورت ہے۔ جو لوگ اپنے گناہ کو نماز کی آڑ میں چھپا رکھتے ہیں ان کا شمار بھی

شیطانوں سے کم نہیں۔ مگر ایک نہ ایک دن جب ان کو اپنے فریب کا پتہ چل جائے گا اور دل سے شرمندہ ہو کر حضور قلب کے ساتھ جہاں ایک سجدہ بھی کرلیں گے تو بقول بندہ نواز وارثؔ پاک ان کی کل نمازیں بن جائیں گی اور ساری زندگی کی گندگی کا ساتھ ہمیشہ کیلئے چھوٹ جائے گا۔ بھائیو اور بہنو! ہر حال میں نماز کو قائم رکھو۔

''نیکی نیک را اور بدی پیش را۔'' کا تماشہ بھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ انشاء اللہ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۹۴!

''جمعہ کی نماز میں سنت مکان پر پڑھ کر جانا سنت ہے''(وارثؔ پاک)

یہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

(اقبالؔ)

نماز ہی نظام ہے اور اگر غور سے دیکھو تو انسانیت بھی نماز ہی سے قائم رہتی ہے۔ نماز اور انسانیت دونوں ایک جامع لفظ ہے۔ نہ انسانیت کی مکمل تشریح ہو سکتی ہے اور نہ ہی نماز کی کوئی تعبیر کر سکتا ہے۔ آپ اس طرح سمجھ لیں کہ انسانیت ایک بنجر زمین ہے اور نماز میں وہ طاقت ہے کہ وہ اس بنجر زمین کو ہموار کر کے اس قابل بنا سکتی ہے کہ وہ زمین ایک زبردست کھیت بن کر انسانوں کی اہم ضرورتوں کے رزق کو مہیا کر دے اور بس۔ نماز سے انسان روحانیت' انسانیت یا دنیا داری جہاں کہیں بھی جانا چاہے، ایک پاک اور شفاف راستہ بنا سکتا ہے۔ اسی لئے وارثؔ پاک بندہ نواز نے ارشاد فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز میں سنت مکان پر پڑھ کے جانا سنت ہے' سنت نماز کو دوبارہ سنت کی طاقت اس لئے دی گئی ہے کہ دہری سے چارگنی نیکی کا ثواب پڑھنے والے کو ملے۔

اللہ کی نماز کروڑوں کروڑ برس سے پڑھی جا رہی ہے۔ اللہ کا وجود اس کی عبادت سے ہمیشہ قائم رہا اور قائم رہے گا۔ اب اس نقطہ کی طرف ذرا غور سے دیکھئے' اللہ کا سجدہ مسجد کا محتاج نہیں وہ تو دلوں کے اندر بھی جو لوگ عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اس کو بھی بہت ہی خوشی سے پسند کرتا ہے۔ گھر پر نماز پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ عورتیں معصوم بچے اور بچیاں' دائی' نوکر پر گناہ کا غلبہ نہ ہوا اور وہ ہر روز اللہ کے سجدہ کو دیکھ کر اپنے دل میں شوق پیدا کریں کہ ان کے فانی جسم سے بھی اللہ کا سجدہ تحفہ بن کر مالک کون و مکاں کو شب و روز پہنچتا رہے۔ گھر پر سنت پڑھنا بہت ہی نیک عمل ہے۔ اس سے شیطان کی طاقت فنا ہوتی ہے اور نیک ارواح کا وہ گھر مسکن ہو جاتا ہے۔ وضو کا لوٹا' جانماز' تسبیح' قرآن شریف' عبادت اور نمازوں سے اولاد نیک رہتی ہے۔ گھر کی نماز میں ایک زبردست فلاح پوشیدہ ہے بھائیوں اور بہنوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس نعمت سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۹۵

''پیدل مسجد جانے سے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

تری نماز میں باقی جلال ہے، نہ جمال
تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام

(اقبالؔ)

یہ لفظ بھی ایک گہرا معنی رکھتا ہے۔ جاہل یا عالم سب ہی اس لفظ کو اپنی اپنی عقل سے ٹھیک ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیدھی سادی زبان میں آپ اس لفظ کو یوں خیال کیجئے کہ ثواب فائدہ ہے اور عذاب نقصان' کوئی ثواب کو نیکی اور عذاب کو بدی خیال کرتا ہے، یہ بھی درست ہے مگر جائے فکر تو یہ ارشاد ہے کہ بندہ نواز وارثؔ پاک نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ ''پیدل مسجد جانے سے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔'' ''نماز'' آقا اور بندے کی ملاقات کا ذریعہ ہے۔ خدا اور انسان کی حد بندی کا ایک منوہر اور دلنواز منظر ہے۔ حاکم اور محکم مالک اور مملوک کی قربت ہے۔ عابد اور معبود خالق اور مخلوق کی نزدیکی ہے۔ حقیقت منتظر کی جبیں نیازی ہے۔ اس اہم ملاقات' قربت اور نزدیکی میں انسان کو ہرگز ہرگز نہ بھولنا چاہئے کہ وہ ایک مٹی کا پتلا ہے، مٹی سے بنا ہے اور مٹی ہی میں اس کو اور لوگوں کی طرح پھر جا ملنا ہے۔ انسان کو کبھی اپنی نوعیت اور بساط نہیں بھولنا چاہئے۔ آدم سے لیکر، پیغمبروں سے لیکر پیر فقیر ہم سب کے سب، مٹی کی ہی دولت ہیں اور مٹی میں ہی سما کر فنا ہو جانے والے ہیں۔ اب ایسی حالت میں زندگی کے چند دن جو ہمیں کسی خاص مصلحت سے ملے ہیں۔ اس کو پورا کر کے فوراً ہی مٹی میں پھر پیوست ہو جاتا ہے۔ اب اگر اس چند روزہ زندگی میں آپ بادشاہ ہوں یا وزیر' اربوں یا کروڑوں روپیہ کے مالک ہوں یا پھر دنیاوی مال و دولت جانے کسی بھی طرح آپ پر برس رہی ہو کبھی اللہ کی بڑائی سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ آپ جب بھی مسجد نماز کے خیال سے جائیں تو بالکل اللہ کے نیک بندے اور قابل بھروسہ غلام کی شکل میں اللہ کے گھر حاضر ہوں۔ مسجد اللہ کا گھر ہے۔ جب زندگی میں ہی اللہ کے گھر جانے کا سلیقہ نہ سیکھا تو پھر حشر کے میدان میں جب اللہ نظروں کے سامنے آ جائے گا تو اس وقت کیونکر آپ باری تعالیٰ کے جلال کے سامنے روبرو کھڑے ہونے کی تاب یا ہمت پا سکیں گے' لازم ہے کہ مسجد پیدل جائیں اور راستے میں اپنے دل و دماغ اور ناچتی ہوئی نظروں کو قابو میں رکھنے کی طاقت اور عادت پیدا کریں۔ یہ عادت آداب مجلس کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ یہ بہت ہی دشوار کام ہے مگر ہمت مرداں مدد خدا۔ نظروں پر قابو پانا روشن دل بناتا ہے اور روشن دلی ایک نور ہے' ایک نیکی ہے' ایک ثواب ہے' ایک عبادت ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۹۶

''جمعہ کی نماز کے بعد بہت سے لوگ چار رکعت ظہر کی پڑھ لیا کرتے ہیں یہ شک کی بات ہے اور ہمارے یہاں

شک نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اُس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

(اقبالؔ)

نماز میں تو کسی طرح بھی شک کو دخل دینا ہی نہیں چاہئے۔ جو لوگ نماز پڑھنے کے بعد بھی شک رکھتے ہیں ان کی نماز کوئی درجہ نہیں رکھتی' ظہر کی نماز یوں دل چاہے تو ضرور پڑھو مگر شک کو جہاں دخل ہو گیا اس کے معنی یہی ہوئے کہ اگر نماز جمعہ منظور نہیں ہوئی تو نماز ظہر کام کر جائے گی۔ مسجد میں' خانہ خدا میں رہ کر شک کرنا ضمیر کی از حد کمزوری کی دلیل ہے خصوصاً فقیر کو شک لانا ہی نہیں چاہئے...... ہمارے بندہ نواز وارثؔ پاک کی تعلیم کا پہلا سبق ہی زبردست اعتقاد سے شروع ہوتا ہے۔ جس کو اعتقاد نہیں وہ دین کا کام ہو یا دنیا کا، روحانیت کا طالب ہے یا کسی بھی درجہ کا اطلب ہے اس کا کوئی کام بھی نہیں بن سکتا۔ نماز' روزہ تو اعتقاد ہی کی ٹھوس بندش پر قائم کیا جاتا ہے۔ اگر سچا اعتقاد نہیں تو وہ سچا فقیر بن ہی نہیں سکتا۔ اگر نماز میں ہی شک نے گھر کر لیا تو روحانیت اور فقیری کے طوفانی راستہ پر فقیر تک ہی نہیں سکتا۔ زبردست یقین رکھنے والا ہی تلاش حق میں کامیابی کا سراغ لگا سکتا ہے...... طالب کو پہاڑ کی طرح اٹل اور لوہے کی دیوار کی طرح سخت ہونا ہی چاہئے۔ جب کہیں وہ روحانیت کی منزل در منزل سے گزرتے گزرتے ایک نہ ایک دن وہ اپنے نیک مقصد میں کامیاب ہو کر خود مسکرا اٹھے گا اور دنیا محوِ حیرت ہو کر ششدر رہ جائے گی۔ شک وشبہ کامیابی کو ناکامی کا منحوس لباس پہنا کر غارت کر دیتا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۹۷

''نماز روزہ اور چیز ہے ایمان اور ہے نماز تو رکن اسلام ہے اگر لاکھ روپیہ کی چیز رکھی ہو تو اس کا بھی خیال دل میں نہ لائے یہی ایمان ہے۔'' (وارثؔ پاک)

ثباتِ زندگی ایمانِ مُحکم سے ہے دُنیا میں
کہ اَلمانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تُورانی

(اقبالؔ)

کلمہ' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' یہ سب ارکان اسلام ہیں بغیر اس کو ادا کئے ہوئے انسان اپنے کو مسلمان نہیں بنا سکتا۔ کلمہ پڑھ لینے سے حلقہ اسلام میں داخل ضرور ہو جاتا ہے مگر اسے مسلمان بننے کیلئے روزہ' نماز اور اسلام کے تمام فرائض کا پیرو کار رہنا ہی ہوگا مگر آپ کو پڑھ کر تعجب ہوگا کہ یہ اہم کام انسان تبلیغ' کوشش' استاد اور نصیحت سے کر سکتا ہے مگر ایمان کا قائم کرنا یہی سب سے بڑی خدمت اسلام ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ادا کرنے کے بعد بھی ایک انسان بے ایمان ہو کر بے قصور انسانوں کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ دنیا اس کی ظاہری نیکی سے دھوکہ کھا جاتی ہے اور وہ ارکان اسلام ادا کرنے کے بعد بھی اتنا ذلیل اور اتنا بھیانک انسان نما جانور رہتا ہے کہ خدا کا قہر اس کی بہروپیے والی شکل پر منڈلاتا رہتا ہے۔ اور ایک دن جب خدا کا فیصلہ نازل ہو جاتا ہے تو بڑے بڑے فقیر، مولوی، ملا اور پیر ذلیل سے ذلیل، گنہگار سے گنہگار آدمیوں کے ہاتھوں جانوروں کی طرح مار کھاتے ہیں، ذلیل ہوتے ہیں اور گھر سے باہر کر دیئے جاتے ہیں۔ بڑی نماز یہ ہے کہ انسان ایماندار ہو اگر وہ ایماندار ہے تو وہ سچا نمازی بھی ہے اور سچا روزہ دار بھی۔ اگر اس میں ایمان نہیں تو وہ انسانوں کی دنیا میں ایک ذلیل چور کا دل لے کر ارکان اسلام کی آڑ میں چھپا ہوا ہے جو موقع پاتے ہی نیک دل، معصوم بھائی بہنوں کو شکار کرتا ہے اور اللہ کا قانون ایک زبردست سپاہی کی طرح اس کو گھیر اڈال دیتا ہے۔ ایک دن وہ دین یا دنیا میں اپنے مجرم کی سزا ضرور پائے گا۔ (حسینؔ وارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۹۸

''ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضور تعزیہ داری وغیرہ تو ممنوع ہے نہ کرنا چاہئے۔ تیور بدل کر ایک پر جوش لہجہ میں ارشاد ہوا کہ سنا سنا لوگ چاہتے ہیں کہ فاتحہ درود بند ہو جائے مگر نہ یہ بند ہوا ہے اور نہ کبھی بند ہوگا۔'' (وارث پاک)

گو سکوں ممکن نہیں عالم میں اختر کے لیے
فاتحہ خوانی کو یہ ٹھہرا ہے دم بھر کے لیے

(اقبالؔ)

ہمارے بہت سے مسلمان ہر زمانہ میں یہ آواز بلند کرتے ہیں کہ تعزیہ داری بند کر دو، فاتحہ درود بند کر دو۔ ہر قوم کی ایک اپنی عادت ہوتی ہے اور وہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر ایک نہ ایک دن پوری نسل کو برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ جیسے عیسائیوں کی عادت ہوگئی ہے کہ اپنی عام خوبیوں کے ساتھ بے شرمی اور بے حیائی سے پرہیز نہیں کرتے۔ آج صرف اس بے شرمی کی لعنت نے ساری قوم کو بلندی سے اٹھا کر پستی کی ذلت میں لا پھینکا ہے۔ ان لوگوں نے بے شرمی کی ایسی ایسی مثال قائم کی ہے کہ دنیا کے ابتدائی دور میں جبکہ آدمی انسان نہ بنا تھا تو ایسے ایسے گناہ اور وہ بھی اتنے فخر کے ساتھ کبھی نہ ہوئے تھے جتنا کہ آج اور اب ہو رہے ہیں بالکل یہی حالت ہمارے مسلمانوں کی ہے کہ جب کبھی کوئی گروہ اپنی تنظیم کی کوشش کرتا ہے تو کوئی تعزیہ داری کا جھگڑا کھڑا کر دیتا ہے اور کوئی فاتحہ درود کو لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ فی زمانہ عام مسلمانوں کا کام رہ بھی کیا گیا ہے۔ اکثریت ارکان اسلام سے دور ہوگئی ہے۔ کوئی اپنی اسکیم کرنا نہیں چاہتا کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ وہ سو فیصدی مسلمان ہو جائے۔ ہمیشہ دوسروں پر نکتہ چینی کی جو بری عادت مسلمانوں میں پڑ گئی ہے، اس کی وجہ سے ان کی تنظیم کسی صورت میں مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔ جو لوگ خود ذلیل سے ذلیل کام کرتے ہیں وہی لوگ پھر دوسروں پر نکتہ چینی اور بے جا

اعتراض کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ نواز وارثؔ پاک انتہائی جلال کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''سنا سنا لوگ چاہتے ہیں کہ فاتحہ درود' تعزیہ داری بند ہو جائے نہ یہ بند ہوا ہے اور نہ کبھی بند ہوگا۔ پہلے آپ اپنی تنظیم کریں تنظیم اسلام کی روح ہے۔ روح آتے ہی مردے جسم میں جان اور حرکت آ جائے گی۔ اسلام کی خزاں میں پھر سے بہار آ جائیگی اور باغ اسلام کے ہر درخت' ہر شاخ' ہر پتہ' ہر پھول اور ہر پھل سرسبز اور شاداب ہو جائینگے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۹۹

''کسی کا حق مارنا بہت برا ہے انسان کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔'' (وارثؔ پاک)

میں تو اس بارِ امانت کو اُٹھاتا سرِ دوش
کامِ درویش میں ہر تلخ ہے مانندِ نبات

(اقبالؔ)

جس طرح نیکی کے ان گنت راستے ہیں بالکل اسی طرح گناہ کے بھی ان گنت راستے ہیں۔ ایک گناہ ذاتی ہوتا ہے جس کی سزا خود کرنے والے پر آتی ہے، وہ خود اس آگ میں جل جاتا ہے مگر دوسروں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا جیسے کوئی اپنی کمائی ہوئی دولت سے جوا کھیلے۔ ایک دن وہ شخص اپنی ساری دولت کو جوئے میں ہار کر گداگر ہو جائے۔ مگر ایک گناہ یہ ہے کہ کسی کے ہرے بھرے گھر کو برباد کر دینا یا اپنی شیطانی حرکت سے خراب کروا دینا یا کسی نیک لڑکے یا لڑکی کو اس کی ترقی کے راستہ سے الگ کر کے بربادی کے راستے پر ڈال دینا یا کسی کی کامیابی کو ناکامی سے بدلنے کی کوشش کرنا، امانت میں خیانت کرنا، احسان کا بدلہ تکلیف دے کر پورا کرنا، کسی کا حق مارنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب مثالیں ان گناہوں کی ہیں جن کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔ اسی لئے بابا بندہ نواز وارثؔ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ ''کسی کا حق مارنا بہت برا ہے۔ انسان کو اس کا خیال رکھنا چاہئے'' بظاہر یہ اشارہ اور ارشاد دنیا دار کی طرف مبذول ہے مگر روحانیت کے پرواتے بھی اس سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ جب پروردگار عالم انصاف کی کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوگا تو شاید زانی گنہگار کو وہ اپنے رحمت والے ہاتھ سے معاف بھی کر دے مگر جو کسی کا حق مارتے ہیں ان کا انجام اور سزا قابل عبرت ہوگی۔

کسی کا حق مار دینا ایک منٹ کا کام ہے اور ایک معمولی کوشش کا نتیجہ ہے مگر جس کا حق مارا جاتا ہے اس کی زندگی برباد، اس کی اولاد کی زندگی پر بجلی اور قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اس کی بیوی کی زندگی پر مردنی اور مایوسی کے بادل امنڈ امنڈ کر ان کے بے گناہ جیون کو برباد کرتے رہتے ہیں۔

توبہ کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو' کسی کا حق نہ مارو۔ جس کا حق مارا جاتا ہے اس کے دل سے آہ نکلتی ہے اور دل کی آہ ایک دن ضرور خدا کی بجلی بن کر تمہارے بال بچوں پر بھی برسے گی۔ جس طرح آج تم کسی کو مجبور بنا کر اس کی مجبوری اور بے

کسی پر برس رہے ہو اسی طرح قدرت کی بے آواز لاٹھی ایک دن تمہاری بھی آل و اولاد پر برسے گی اور قدرت قہقہہ لگائے گی۔ مظلوم کا ساتھ تو خدا کے ساتھ ساتھ نیک اور رحمدل انسان بھی دیتے ہیں مگر اللہ کے مجرم سے شیطان بھی کوسوں دور رہتا ہے اس کی آل و اولاد کی زندگی سے لیکر موت اور قبر تک لعنت اور عبرت ہی برستی رہتی ہے۔ ہر چور اور بدمعاش جرم کرتے وقت خدا اور خدا کے انصاف اور اس کے آنے والے قہر کا یا تو مذاق اڑاتا ہے یا اس زندہ حقیقت پر اس کو یقین نہیں آتا مگر جس وقت قہر خدا شروع ہو جاتا ہے تو شداد، فرعون، ہامان اور نمرود جیسی زبردست طاقت بھی المدد، الاماں، الحفیظ کرتی ہی رہ گئی۔ مگر ان کو نہ مدد ملی، نہ امان اور نہ حفاظت۔ اللہ کے قہر سے ڈرو اور کسی کا حق نہ مارو۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۰۰

''عبادت صرف نماز ہی نہیں ہے۔ اپنی خانہ داری میں ضروریات کی چیزیں لا دینا، بیوی کی کفالت، بچوں کی دلداری، غلام ولونڈی کی پرورش، حوائج ضروری سے فارغ ہونا، کھانا اور کھلانا سب عبادت ہے۔'' (وارث پاک)

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

(اقبالؔ)

ہمارے بہت سے مسلمان نماز، روزہ، حج ادا کرنے کے بعد اپنے آپ کو ہر طرح سے فارغ البال خیال کرتے ہیں اور عام ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو بری الذمہ تصور کرتے ہیں مگر جہاں ان کے سامنے زکوۃ اور خیرات کا سوال پیدا ہوا نہیں کہ بغل جھانکنے لگتے ہیں۔ ہر جگہ سوداگری ہر جگہ سیاست بازی چل رہی ہے۔ نماز اور رسول ﷺ سے کسے پیار ہے۔ نماز اس لئے ادا کر دی جاتی ہے کہ کوئی خرچ نہیں اور نام ہوتا ہے۔ نماز کا حوالہ دیکر بہت سا دنیا داری کا کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ روزہ اول تو بہت ہی کم لوگ رکھتے ہیں اور پھر جو رکھتے بھی ہیں تو زیادہ تر نام و نمود کی خاطر، حج ہمیشہ نیک کمائی پر قبول ہوتا ہے۔ چوری، بے ایمانی، حق تلفی، دھوکے سے کمائی کی دولت کا حج کیسا۔ صرف ایک سیاحی ہوئی مگر حج بھی اس لئے ادا کر لیا جاتا ہے کہ نام کے ساتھ الحاج یا حاجی صاحب لکھ دیا جائے لوگ نام سے کم یاد کریں۔ حاجی صاحب زیادہ کہا کریں۔ یہ سب کام دکھاوا اور نام و نمود کی خاطر ہے۔ اصلیت اور عبادت کی اور ہی بات ہے۔ یہ دنیا بہروپیوں کا ایک میلہ ہو گئی ہے۔ ایسا ایسا بھیس اور ایسی ایسی شکلیں بنا کر ایسا ایسا بھیانک اور ذلیل کام کر رہے ہیں کہ شیطان بھی شرمندہ اور ششدر ہے۔ ابلیس اپنی اس کامیابی پر فخر محسوس کر رہا ہے اور قہقہہ لگا رہا ہے۔ پروردگار عالم مسلمانوں کی اس پستی اور فریب بازی کو دیکھ کر حیرت و افسوس ظاہر کر رہا ہے جہنم کی آگ جوش سے بھڑک بھڑک کر اپنے نامی گرامی بھائی اور بہنوں کا انتظار کر رہی ہے۔

عبادت وہ ہے جو حضور قلب سے ہو اس میں نام و نمود کا دور سے بھی واسطہ نہ ہو۔ نفس کا کوئی لگاؤ نہ ہو۔ آقا کے حکم کی بجا آوری دل کی گہرائی سے ہونی چاہئے۔ اس نظریہ سے جو بھی کام کیا جائے وہ سب عبادت ہے بقول بابا حضور بندہ نواز وارث پاک عبادت صرف نماز ہی نہیں ہے۔ اپنی خانہ داری میں ضروریات کی چیزیں لا دینا، بیوی کی کفالت، بچوں کی دلداری، غلام ولونڈی کی پرورش، حوائج ضروری سے فارغ ہونا، کھانا اور کھلانا سب عبادت ہے۔'' سبحان اللہ اس سے زیادہ اور کیا چراغ راہ چاہتے ہو۔ خوب دل سے عبادت کرو۔ خوش رہو اور اللہ کی جنت کے حقدار ہو جاؤ۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۰۱

''صحابہؓ کے متعلق فرمایا چاروں صحابہ کو درجہ بدرجہ اپنے درجہ پر مانے۔'' (وارثؔ پاک)

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے

جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

(اقبالؔ)

محمد ﷺ۔ فاطمہؓ۔ حسنؓ۔ حسینؓ۔ علیؓ۔ عثمانؓ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ...... اسلام اور اسلام کی چودھری ان ہی لوگوں سے قائم ہے اور ان سے ہی قیامت تک جگمگاتی رہے گی۔ جس طرح دنیا میں رہ کر، آسمان، زمین، چاند، سورج سے انسان الگ نہیں رہ سکتا اور غیر ممکن ہے کہ یہ چاروں چیزیں دنیا کی کسی بھی چیز پر اپنا اثر نہ رکھتی ہوں۔ بالکل یہی حالت چاروں صحابہ کی ہے۔ اسلام کی حکمت میں ان حکیموں کو کسی بھی درجہ پر نظر انداز کیا ہی نہیں جا سکتا اور کوئی ان برگزیدہ ہستیوں کو کسی موقع پر فراموش نہیں کر سکتا ہے۔

اکثر دنیا دار، مطلب پرست، تنگ نظر اور تنگ دل ان اصحابؓ کیلئے لڑتے اور فساد کرتے ہیں یہ بہت بڑی بھول ہے۔ ان جلیل القدر اور مایہ ناز ہستیوں کے بارے میں کوئی پسند اور ناپسند کا سوال پیدا کر کے بلاوجہ رنجش کے طوفان میں پرواز کرنا انتہائی بدنصیبی اور بے وقوفی کا کام ہے۔ اس سے کوئی حاصل نہیں۔ سوائے نقصان کے، اسی لئے بندہ نواز وارث پاک ایسے ہی گمراہ بھائی اور بہنوں کو چراغ راہ دکھلا رہے ہیں اور بالاعلان ارشاد فرما رہے ہیں کہ ''چاروں صحابہ کو درجہ بدرجہ اپنے درجہ پر مانو'' حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ کتنی آسان منزل ہے اور کتنا بڑا اور صحیح فیصلہ ہے کہ کسی سے بھی بیزاری کا اظہار نہ کرو۔ کسی کی بزرگی کو کم خیال نہ کرو۔ تم مسلمان ہو اور وہ چاروں صحابہؓ تمہارے لئے بہت ہی قابل قدر اور قابل فخر ہستیاں ہیں۔ ان کی روحیں ہر وقت تم پر اپنی محبت سلامتی اور رحمت کی دعا برساتی رہتی ہیں...... خبردار کبھی کسی صحابہ کو نہ فراموش کرو اور نہ ہی ان کی ذات بابرکت کے متعلق کوئی نہ کہنے والی بات کہو۔ ہر انسان کو

اپنی اوقات میں ہی رہنا چاہئے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات نہ ہونا چاہئے۔

حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہٗ کو ہم لوگ صرف حد ادب احترام اور سلام بھیج سکتے ہیں۔ یہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے براہ راست مشورہ لینے اور حضور سرکار مدینہ کی شمع نبوت پر بار بار قربان ہونے کا فخر رکھتی ہیں۔ ان چاروں صحابہ کو سرور کائنات حد درجہ پیار کرتے تھے اور انہیں بزرگوں نے نبی کریمؐ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے میں پلک تک نہ جھپکائی۔

خبردار! چاروں صحابہ کو درجہ بدرجہ احترام کرو۔ اس میں کسی ایک کے خلاف نہ بولو۔ ورنہ خدا کے قہر کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ اللہ توبہ ہے۔ سخت حد ادب کی جا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۰۲

''کل نبی آدمؑ کا شمار اُمت محمدیؐ میں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ پر نبوت کا اور قرآن پاک پر صحائف آسمانی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اب نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کتاب نازل ہوگی۔ پس اگلی پچھلی سب امتوں کا شمار اسی امت میں ہے۔ بجا آوری حکم سب پر یکساں ہے۔ جو پیرو ہیں وہ راہ پر ہیں۔ بقیہ منکر گمراہ' لیکن امت کی حیثیت سے سب ایک ہیں۔ باغی رعایا بھی اسی بادشاہ کی کہلائے گی جس کی وہ ہے۔'' (وارثؔ پاک)

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

(اقبالؔ)

سبحان اللہ۔ وارثؔ پاک کی بھی کیا عنایت ہے۔ اس ارشاد کو بار بار پڑھئے اور بندہ نوازی کی بندہ نوازی پر بجا طور سے فخر کیجئے اور ان کی روح مبارک پر لاکھوں اور کروڑوں سلام و درود بھیجئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کل بنی آدمؑ کا شمار امت محمدیؐ میں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ پر نبوت کا اور قرآن پاک پر صحائف آسمانی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اب نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کتاب نازل ہوگی۔ پس اگلی پچھلی سب امتوں کا شمار اسی امت میں ہے۔ بجا آوری حکم سب پر یکساں ہے جو پیرو ہیں وہ راہ پر ہیں بقیہ منکر گمراہ' لیکن امت کی حیثیت سے سب ایک ہیں۔ باغی رعایا بھی اسی بادشاہ کی کہلائے گی۔ جس کی وہ ہے۔ آفریں اور صد آفریں۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے فقراء۔ درویش' قطب اور ابدال ایک رحمت کا سمندر، محبت کا طوفان' بھائی چارگی اور رواداری کی چادر کو دراز اور وسیع کر کے تمام امت محمدی کے منکر اور کافر رعایا جن کو تم اپنا دشمن خیال کرتے ہو اور جن سے نفرت کرتے ہو۔ ان کو وہ لوگ اپنا پیارا بھائی۔ اپنی پیاری بہن اور لاڈلا بیٹا اور بیٹی مان کر ان کے اداس اور گھبرائے ہوئے دلوں میں اتر کر ان نفرت بھرے دلوں میں ہمدردی اور پیار کا پھول کھلا دیتے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ

نہ تو بادشاہوں نے کی اور نہ ہی مولوی اور ملاؤں نے۔ صحیح معنوں میں اگر اسلام کی تبلیغ ہوئی ہے تو فقراء نے۔ بادشاہوں نے خون کی ندی رواں کی اور مولویوں نے نفرت کا زہریلا بیج بویا ہے۔ اب فقیروں نے پھر اپنا کام سنبھال لیا ہے۔ ایک دن یہ ساری دنیا کو مسلمان کر کے ثابت کر دیں گے اور محبت اور پیار سے باغی گمراہ۔ منکر اور کافر رعایا بھی وفادار اور ایماندار ہو سکتی ہے۔ محبت میں ایمان ہے پیارے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۰۳

''من عمل صالحاً فلنفسہ و من اساء فعلیھا۔ کوئی اپنی زبان اور دل کو کسی دوسرے کے واسطے کیوں خراب کرے۔'' (وارثؔ پاک)

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اُونچا مقام ہے تیرا

(اقبالؔ)

زبان، دل اور نظروں سے ہی عبادت کی جاتی ہے اور یہی طالب کو مطلوب سے ملاتی ہے۔ راہ عشق میں اور راہ طلب میں زبان، دل اور نظریں بہت بڑا بڑا کام اور بہت بڑی بڑی جنگیں فتح کرتی ہیں۔ فقراہوں یا لائق اور نیک دنیادار، ان کو ہمیشہ اپنی زبان، اپنے دل اور اپنے دماغ اور اپنی نظروں پر بھرپور قابو رکھنا چاہئے۔ جس نے بھی ان طاقتوں کو اپنے تابع مان لیا، سمجھ لو کہ جس منزل پر بھی وہ ہوگا اپنا جواب نہیں رکھے گا۔ وہ کامیاب انسان ہے اور اس کی کامیابی کو خدا بھی مان لے گا کیونکہ خدا ان کو ہی پیار کرتا ہے اور نوازتا ہے جو اپنی زبان، اپنے دل، اپنی نظر اور اپنے دماغ کو اللہ کی راہ میں لگا رکھتے ہیں اور ان پر بھرپور قابو رکھتے ہیں۔ زبان اور دل انسان کے جسم میں سب سے زیادہ قیمتی شے ہے۔ اس کی قیمت دنیا کی کوئی دولت ادا نہیں کر سکتی اور پھر بالکل اس کا الٹ یہ ہے کہ زبان اور دل کو جس قدر تم گراؤ گے یہ گرتے ہی جائیں گے۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اس کی قیمت پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملتی۔ یہاں تک جھوٹی زبان والے گندے لوگ اور ذلیل دل والے نالائق آدمی یا عورت کو کوئی بھی نیک انسان اپنے قریب بیٹھنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ لوگ جانوروں کو بھی پیار سے بلا لیتے ہیں کیونکہ وہ بے زبان ہے اور زبان والے گندے لوگوں کو اکثر جانوروں جیسی بھی عزت نصیب نہیں ہوتی۔ اگر اپنے آپ کو بنانا چاہتے ہو تو اپنی زبان اور اپنے دل کو بناؤ۔ اگر چاہتے ہو کہ لوگ پیار و محبت سے تم سے ہمکلام ہوں تو زبان میں شیریں بیانی پیدا کرو۔ ہر دلعزیز بننا چاہتے ہو تو اپنے دل کو دلنواز بناؤ اور بابا حضور بندہ نواز وارثؔ پاک کے اس اشارہ کو اپنی زندگی کی ہر منزل پر چراغ راہ کا کام تو انشاء اللہ سفر زندگی کی ہر منزل تمہارا قدم چومے گی۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۰۴

''مجلس سماع میں'' حال قال'' کے متعلق لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا خدا کی رحمت ہے' بہت اچھا ہے بہت اچھا ہے۔ مگر حال لانا حرام اور حال لانے والا مردود'' (وارثؔ پاک)

ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی
اِسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

(اقبالؔ)

''حال'' ایک زندہ حقیقت ہے اور پھر ذکر رسول ﷺ اور ذکر خدا یا ذکر حسنؓ، حسینؓ، فاطمہؓ، علیؓ۔ ایسے ذکر تو مقدر والوں کو نصیب ہوتے ہیں اور پھر اس چودھویں صدی میں۔ اس شیطانی اور ابلیسی زمانہ میں واقعی وہ ماں' باپ' بھائی' بہن' بزرگ' فقیر درویش حد درجہ تقدیر والے ہیں جن کو اس فانی زندگی میں اس موجودہ گندی دنیا میں مجلس سماع میسر ہو جائے۔

مجلس سماع میں جہاں بڑے بڑے خوش گلو گویئے اور قوال دل کی انتہائی گہرائی سے نعت شریف کی لے لگاتے ہیں۔ راگ الاپتے ہیں تو انسان تو انسان چرند اور پرند بھی مست و بے خود ہو جاتے ہیں۔ پروانہ رسول ﷺ اور شیدائے نبیؐ، اللہ اور اللہ کے رفیق اور محبوب کی شان میں جو حمد یا نعت پڑھی جاتی ہے اور اس کی دلنواز اور دلکش لے کو سن کر مست و سرشار ہو جاتے ہیں اور اپنی زندگی سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ جسم کارواں' رواں جاگ اٹھتا ہے اور عشق رسول ﷺ پر فدا ہونے کیلئے تڑپنے لگتا ہے۔ اسی حالت بے قراری کو وجد یا'' حال وقال'' کہتے ہیں۔ یہ کیفیت بے اختیاری اور غیر ارادی ہوتی ہے اس میں اختیار اور ارادہ کو دخل نہیں۔

جب یہ کیفیت معصوم جانوروں پر طاری ہو جاتی ہے تو حضرت انسان کا کیا پوچھنا۔ جس کے دل میں خدا کا جلوہ ہو اس دل کا وجد میں آنا بالکل ممکنات کا درجہ رکھتا ہے اکثر مجلس سماع میں بیٹھ کر ان گنت غیر مسلموں نے جام اسلام کو فخریہ نوش فرمایا ہے۔

روحانیت کے طالب اور جانباز پروانوں کا کیا کہنا۔ جب عشق مجازی میں مجنوں کو صرف لیلیٰ کا نام ہی کیفیت کا دریا لا سکتا تھا تو طالب مولا اور طالب رسول ﷺ کیلئے کیفیت کا سمندر آ جانا بالکل امکان کے درجہ سے تعلق رکھتا ہے۔

بہت سے قوال، بہت سے گویئے' بہت سے نعت وحمد خواں حضرات کی جماعت میں بڑے بڑے فقیر اور بڑے بڑے ولی چھپے رہتے ہیں۔ ان میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبت والے گلے سے، درد بھری آواز سے اور سوز جگر سے جس کو چاہیں شمع روحانیت پر بے شمار پروانے کی طرح دیوانہ وار نچھاور ہو کر زندہ جاوید کر دیں۔ مجلس سماع کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ بہت سے پوشیدہ ولی اور فقیر بھی کبھی کبھی بے تاب اور بے قرار ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس نیک مجلس میں اگر کوئی بد بخت انسان نقلی'' حال قال'' لائے اور بہروپئے کا کام کرے تو بقول بندہ نواز وارثؔ پاک'' حال'' لانا حرام ہے اور

حال لانے والا مردود۔ وہ ایک قابل نفرت انسان ہے، ڈھونگی ہے۔ بھائیو اور بہنو خبردار اس بری عادت اور فعل بد سے پرہیز کرو، بناوٹ سے دور رہو اور حقیقت کو اپناؤ۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۰۵

''محنت و ریاض سے دوسرے قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مزدور کی مزدوری ضائع نہیں ہوتی۔ جو علم و عقل سے تعلق رکھتے ہیں۔ من تو شدم تو من شدی۔ یہ کام عشق کا ہے اور عشق پر کسی کا زور نہیں بلکہ عشق کا سب پر زور ہے تمام عالم میں عشق کی نمود ہے اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

بلبل و گل راہوائے دیگر است
من یمند انم کدامے دلبرست

(وارثؔ پاک)

میں انتہائے عشق ہوں، تُو انتہائے حُسن
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

(اقبالؔ)

دنیا کے اور شوق کے ساتھ ساتھ لوگوں کو روحانیت کی راہ پر چلنے کا بھی شوق پیدا ہو جاتا ہے اور کسی پیر، فقیر، کسی کتاب اور کسی رہبر کی تلاش شروع ہو جاتی ہے اور تھوڑے ہی دنوں کے اندر ان کو سب کچھ مل بھی جاتا ہے۔ داڑھی بھی بڑھ جاتی ہے، شب بیداری بھی شروع ہو جاتی ہے اور اللہ کی محبت اور اس کی جدائی میں آنسو بھی نکل پڑتے ہیں، بھوک، پیاس، دربدر کی خاک سب کام ایک خاص اہتمام اور ایک جوش اور محبت کے ساتھ شروع بھی ہو جاتا ہے۔ لوگوں میں یہ بات بھی پھیل جاتی ہے۔ خاندان کے لوگ اور قریبی رشتہ دار اور دلی دوست دشمن بھی بن جاتے ہیں۔ مگر یہ سب ڈھونگ، بناوٹ اور سجاوٹ، عیاری اور مکاری کتنے دنوں تکے؟ برس دو برس حد سے حد چار برس۔ اس کے بعد وہی فقیر، وہی سالک، وہی درویش یا تو کسی لڑکی کے عشق میں دیوانے ہو جاتے ہیں یا کسی زبردست گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ جن اور شیطان کو قابو کرنے والے خود ابلیس کے بیٹے ہو کر رہ جاتے ہیں یا نہیں تو ان میں جو فطرت کے نیک لوگ ہوتے ہیں وہ بد دل ہو کر خدا کو تلاش کرتے کرتے ہمت ہار کر گھر واپس چلے آتے ہیں اور پھر دنیا دار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس قسم کی عبادت سے لوگوں کو دنیا داری خوب اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے اور اللہ ایسے نیک اور بد دل انسان جو کہ گناہ کی منزل سے دور رہ کر دل چھوٹا کر کے گھر واپس چلے آتے ہیں ان کی مزدوری بھی ضرور دیدیتا ہے۔ رب العزت کی شان رحمانی و رحیمی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ مزدور کی مزدوری ضرور دیدے۔ کسی کی محنت و ریاض رائیگاں کیسے جاسکتی ہے مگر عشق ایک وہبی چیز ہے۔ اس کو کسب، ریاض و محبت سے دور کا واسطہ نہیں، یہ کی نہیں جاتی ہے بلکہ ہو جاتی ہے یا یوں سمجھ کہ یہ پروردگار زعالم کی ایک خاص

الخاص عنایت ہے۔ جس کو بخش دے۔ یہ ایک آتش جگر سوز ہے۔ تن من سب کو جلا کر رکھ دیتی ہے بقول وارثؔ پاک عشق پر کسی کا زور نہیں بلکہ عشق کا سب پر زور ہے تمام عالم میں عشق کی نمود ہے۔ من تو شدم تو من شدی۔ یہ کام عشق کا ہے۔ یہ درجہ فنانی الشیخ وفنانی اللہ والوں کا ہے۔ اس درجہ کے فقیر' درویش' قطب' ابدال اور ولی اللہ۔ چاند' تارے سے کسی طرح کم نہیں ان کی بلندی سب کی نظروں میں نہیں آسکتی ان بزرگوں کو جاننے اور پہچاننے کیلئے دل کی آنکھ کی ضرورت ہے فقیر کو پرکھنا بھی ایک فقیری ہے۔ یہ کام ہر کے بس کا نہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۰۶

''قیامت کے دن ہم اپنے مریدوں کو خدا کے روبرو پیش کردیں گے کہ تیرے اتنے بندوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں وہ رحیم وکریم ہے یقین ہے کہ ضرور رحم وکرم فرمائے گا۔'' (وارثؔ پاک)

کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے
جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

(اقبالؔ)

ہر جید فقیر و پیر اپنے مرید کو ہر حال میں ترقی کے راستہ پر دن دونی اور رات چوگنی ترقی کی منزل پر دیکھنا چاہتا ہے۔ پیر ساری زندگی وقف کردیتے ہیں، اپنے مریدوں کی حالت سدھارنے میں اور صحیح رہنمائی میں' ان کی عبادت' ان کی دعا ان کی نماز ساری کی ساری اپنے مریدوں کیلئے ہوا کرتی ہیں، ماں اپنے بچوں اور شیر خوار نونہالوں سے غفلت کرسکتی ہے مگر پیر کا سایہ عافیت اور نظر عنایت اپنے مریدوں سے کبھی اور کسی وقت دور ہو ہی نہیں سکتی۔ اکثر فقیر و پیر اپنے مریدوں کی خاطر اپنی جان تک نچھاور کردیتے ہیں۔ اپنے مرید کو خطرہ سے نکال کر خود اپنی جان دے دیتے ہیں۔ پیر پر بہت زیادہ ذمہ داریاں ہوا کرتی ہیں۔ اس راز کو مرید کسی بھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ مرید ہونا شوق کی بات ہے مگر پیر ہونا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ اب خود اپنی آنکھوں سے آپ پڑھ سکتے ہیں کہ بندہ نواز وارثؔ پاک ارشاد فرما رہے ہیں کہ قیامت کے دن ہم اپنے مریدوں کو خدا کے روبرو پیش کردیں گے کہ تیرے اتنے بندوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں وہ رحیم وکریم ہے یقین ہے کہ ضرور رحم وکرم فرمائے گا۔ اب ذرا سا وارثی بھائی اور بہنوں سے مخاطب ہوتا ہوں کہ کیا ہم سب اس لائق ہیں کہ اپنے پیر مرشد حضرت جناب بندہ نواز وارثؔ پاک دامن تھام کہ ہم لوگ پروردگار عالم کے روبرو کھڑے ہونے کے قابل بھی ہیں کہ نہیں۔ کیا ہمارے گناہ' ہماری ذلتیں اور توبہ شکنی ہمارے ساتھ ساتھ ہمارے رہبر' پیر مرشد وارثؔ پاک کو بھی شرمندہ نہ کردیگی۔ کیا پروردگار عالم کو تعجب نہ ہوگا کہ اتنے قابل رہبر اور اتنے زبردست' جید فقیر سید وارث علی شاہ کے مرید اور اس درجہ گنہگار' اس قدر رذلیل اور اس قدر نا کارے۔ میں اپنے بھائی اور بہنوں سے التجا کرتا

ہوں کہ پہلے وہ اپنے عمل کو ٹھیک کریں پھر پیر مرشد کا ہاتھ تھامنے کی لاج رکھیں۔ جب دامن ہی چاک چاک ہے تو رحمت کا پھول اٹھاؤ گے کس طرح۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۰۷

''انگریز یا یہودی کو مرید کرتے وقت فرماتے تھے دیکھو موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ، محمد رسول اللہؐ کسی کو برا نہ کہنا اور حرام نہ کھانا۔'' (وارثؔ پاک)

فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم

(اقبالؔ)

بندہ نواز وارثؔ پاک کے مرید مسلمان کم اور غیر مسلم زیادہ ہیں۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، بودھ یہاں تک کہ لا مذہب ناستک دہریہ بھی۔ جس نے بھی دل سے وارثؔ پاک سے محبت کی، وہ حلقہ مرید میں شامل ہے۔ یہاں مذہب اور ملت کی قید نہیں۔ یہاں جو کچھ ہے وہ محبت ہے اور محبت میں ایمان ہے اور ایمان میں خدا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لا مذہب، ناستک، دہریہ لوگ بھی وارثؔ پاک کی قربت میں اپنے بیمار دل کو پرسکون پاتے تھے اور آج بھی ان کے ارشادات ان کیلئے شمع ہدایت کا کام کرتے ہیں اور دل حزیں کو سکھ چین اور آرام پہنچاتے ہیں۔

انگریزوں اور یہودیوں کو مرید کرتے وقت آپ فرماتے تھے'' دیکھو موسیٰ، کلیم اللہ۔ عیسیٰ روح اللہ۔ محمد رسول اللہؐ کسی کو برا نہ کہنا اور حرام نہ کھانا۔ یہودی حضرت موسیٰ کو ماننے والے ہیں اور حضرت عیسیٰ اور محمد الرسول اللہ کے منکر ہیں۔ اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ روح اللہ کے ماننے والے ہیں۔ یہ لوگ حضرت موسیٰ کو پیغمبر مانتے ہیں مگر محمد الرسول کے منکر ہیں۔ برخلاف اس کے مسلمان تینوں پیغمبروں کو درجہ بدرجہ مانتے ہیں۔ ان تینوں مذہبوں کے ماننے والوں میں اسی بات کا جھگڑا ہے اور اس جھگڑے سے یہ دنیا دوزخ کا نمونہ بنتی چلی جا رہی ہے۔ ایسے موقع پر بندہ نواز وارثؔ پاک کی کس قدر قابل عزت صلح کن اور فائدہ مند ہدایت ہے اپنے ان مریدوں کیلئے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے ماننے والے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دیکھو ان تین پیغمبروں میں کسی کو برا نہ کہو۔ غور کیجئے آپ عیسائی کو یہ نہیں سکتے ہیں کہ تم حضرت محمد رسول ﷺ کو بھی مان اور نہ ہی یہودی مرید کو تلقین کرتے ہیں کہ تم حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول ﷺ کو بھی مان لو۔ آپ صرف یہ فرماتے ہیں کہ ان کو برا نہ کہو۔ جھگڑا برا کہنے میں ہے۔ برائی نفرت اور عداوت پیدا کرتی ہے۔ جو محبت کی منافی ہے اور آپ کا مسلک محبت ہے۔ اس لئے آپ اپنے مریدوں کو محبت کی تلقین کرتے ہیں۔ محبت آتے ہی نفرت دور ہو جائے گی اور نفرت کے دور ہوتے ہی جھگڑا ختم اور جھگڑا ختم ہوتے ہی یہ دنیا پھر جنت مکان بن جائے گی۔ یہ ہے شمع ہدایت بندہ نواز

وارث پاک کی۔ جس پر اگر مسلمان، عیسائی اور یہودی، ہندو، بودھ سب کے سب عمل کرنے لگیں تو صرف اس ایک شمع ہدایت سے اس ظلمت کدہ دنیا میں چار چاند لگ جائے گا۔ دنیائے بیمار کو آرام، سکھ اور چین نصیب ہو جائے گا۔ اسی طرح حرام نہ کھانے کا فلسفہ بھی ایسا تیر بہدف نسخہ ہے کہ اگر آج حرام کا نقصان اور حلال کا فائدہ معلوم ہو جائے تو شیطان کا سارا کاروبار ہی ٹھنڈا ہو جائے۔ تھوڑی تھوڑی ضد اور تھوڑی تھوڑی لالچ پر ساری دنیا کی بربادی اسی حرام سے ہو رہی ہے۔ فقیر روز اوّل ہی سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں اور قیامت تک کہتے رہیں گے کہ حرام نہ کھاؤ۔ حرام سارے فساد کی جڑ ہے۔ حرام کھانا جب تک نہ چھوڑ دگے، سکھ اور چین نصیب نہ ہوگا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کی بے ہوشی اور آتشیں لذتیں تمہیں جہنم کی آگ کی طرف لے جا رہی ہیں۔ ظاہری آنکھ بند کر دو اور دل کے پٹ کھولو۔ توبہ کرو اور حرام کھانے سے پرہیز کرو پیارے۔
(حسینؔ وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۰۸

پیشہ ور سے بیعت کے وقت فرماتے تھے کہ ''ہاتھ کے سچے رہنا ظلم نہ کرنا۔ درزی سے، کپڑا نہ چرانا۔ دکاندار سے پورا تولنا۔'' (وارثؔ پاک)

جانتا ہوں آہ، مَیں آلامِ انسانی کا راز
ہے نوائے شکوہ سے خالی مری فطرت کا ساز

(اقبالؔ)

مرید کرنا یا مرید ہونا کیا ہے یہی کہ پیر یعنی کامل بزرگ، ہمدرد اور دور اندیش، خدا رسیدہ رہبر کا حکم سننا اور اس پر ایمانداری سے عمل کرنا۔ تجارت پیشہ لوگوں کو مرید کرتے وقت بندہ نواز فرماتے تھے کہ ہاتھ کے سچے رہنا، ظلم نہ کرنا۔ بس اور تجارت کا بھید ہی کیا رہتا ہے جو کاروباری ہاتھ کا سچا رہے گا یعنی روپیہ کے لینے اور دینے میں ایماندار رہے گا تو اس کی تجارت ختم ہو ہی نہیں سکتی۔ جو لوگ صرف لینا جانتے ہیں روپیہ دینے سے ان کی جان نکلتی ہے بس سمجھ لو کہ یہ تاجر نہیں بلکہ چور ہے۔ جس کی زندگی دو یا چار سال سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔ ''ظلم نہ کرنا'' اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنے ملازمین کے ساتھ نیک سلوک اور انصاف نہیں کرتے۔ ان کے برے وقت میں بجائے ساتھ دینے کے اور بھی زیادہ ان کو پریشان کرتے ہیں۔ جس تجارت کا نوکر خوش نہیں سمجھ لو کہ راز کی بات راز رہ ہی نہیں رہ سکتی۔ نوکر ہی کاروبار کی عزت بھی ہے اور ذلت بھی۔ اس لئے حکم ہے کہ ظلم نہ کرو۔ یہ بھی ایک عجیب بیماری ہے کہ درزی بھی کاٹ کر بچا ہوا کپڑا خریدار کو واپس نہ کریگا۔ یہ عمل یوں تو بظاہر کوئی بھی اہمیت نہیں رکھتا مگر غور سے دیکھو گے تو کاریگر ہمیشہ ہی پریشان رہے گا۔ اچھے سے اچھا کاریگر ہمیشہ مالی حالت میں پریشان رہے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ دوسرے کی چوری یا دوسرے کے مال کو ضرورت سے

زیادہ لے کر خراب کریگا اور خدا کسی کے فعل و عمل سے غافل نہیں رہتا۔ ایک دن اس کی حلال کی کمائی بھی برکت سے خالی ہو جاتی ہے اور وہ تا زندگی اداس اور مصیبت میں پھنسا رہتا ہے۔ دکاندار خواہ سونے کا ہو۔ غلہ کا ہو یا ساگ بھاجی کا۔ اگر اس کے ہاتھ میں ترازو ہے تو وہ کم ہی تولنے کی کوشش کریگا۔ کبھی قیمت کے لحاظ سے مال پورا دینے کی ہمت نہ کریگا اور یہی لالچ اس کی دین و دنیا برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ جو لوگ خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ایمانداری سے قدم اٹھاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ترقی اور شہرت کے مالک ہو جاتے ہیں۔ ہر جگہ انسان کو خدا سے طلب کرنا چاہئے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۲۰۹

''مرید کو کامل یقین کرنا چاہئے۔ مرید ہونا چاہئے۔ مرید ہو تو خاک کے ڈھیر سے حاصل کر سکتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوحُ الامیں پیدا

(اقبالؔ)

انسان کی طاقت اور خدائے پاک کی رحمت لاحساب ہے۔ جس طرح اللہ پاک کی محبت پھول سے لے کر کانٹوں تک چھپی ہوئی ہے۔ باغ سے لے کر صحرا تک اپنی اپنی بلندی پر ناز کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت انسان بھی خدا کی طاقت کا ایک اجاگر مظہر ہے۔ حضرت انسان میں اس قدر طاقت، اس قدر خوبیاں چھپی ہوئی ہیں کہ انسان تو انسان فرشتوں تک کو انسانی عبادت کی رسائی پر تعجب ہوتا ہے۔

بڑے سے بڑے جن، بڑے سے بڑے فرشتوں کے گروہ کے گروہ ایک مست ملنگ، ایک فقیر، ایک مجذوب کی عبادت پر حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں۔

اللہ پاک نے حضرت انسان اور خصوصاً توحید پرست لوگوں کی رسائی لامحدود رکھی ہے۔ جس دن آدمی کو خود اس کی قیمت کا اور اس کی طاقت کا صحیح انداز ہو جائے گا۔ اس دن یہ دنیا واقعی جنت نشان کا نمونہ ہو جائے گی۔ جہاں انسانوں کے مغرور دلوں سے ''میں'' اور ''تو'' کا جھگڑا ختم ہوا نہیں کر دنیا اور جنت میں کوئی فرق باقی نہ رہے گا اور اس شیطانی دنیا کو ایک دن خدا پرست لوگوں کا دور اپنی ہی زندگی میں دیکھ کر فنا ہونا پڑے گا۔ یہ دنیا ہمیشہ شیطانوں ہی کی حکومت میں نہیں رہے گی۔ بلکہ اس پر ایک روز انسانوں کی بھی حکمرانی ہوگی۔ اسی لئے وارثؔ پاک پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ ''مرید کو کامل یقین کرنا چاہئے مرید ہونا چاہئے۔ مرید ہو تو خاک کے ڈھیر سے بھی حاصل کر سکتا ہے۔ شرط صرف طلب کی ہے۔ مرید بھی طالب ہوتا ہے اگر سچا طالب یعنی عاشق ہے تو روحانیت تو روحانیت، وہ مٹی کے ڈھیر سے بھی حاصل کر سکتا ہے اگر یقین

نہیں تو خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتیؒ کی قبر پر جا کر دیکھ لو کہ حاصل کرنے والے مٹی کے ڈھیر سے اپنا اپنا دامن بھر رہے ہیں کہ نہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۰

''ہر جگہ ایک ہی شان دیکھیے۔ جگہ جگہ بیعت ہونا مریدوں کا کام نہیں ہے۔ جگہ جگہ بیعت ہونا مردوں کا کام نہیں ہے۔ ہرجائی عورتوں کا شیوا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملّت ہے

یہی قوّت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ مِلّت ہے

(اقبالؔ)

جلد باز اور یقین کا کھوٹا انسان دنیا میں کچھ نہیں کر سکتا۔ جس کو یقین نہیں اس کو ایمان نہیں اور جس کو ایمان نہیں اس کو پھر کچھ بھی نصیب نہیں۔ ایمان ہی پر سب کا دارومدار ہے ایمان ایک سچا موتی ہے جو ہر رنگ میں اپنی ایک نمایاں شان رکھتا ہے اس پر بہار و خزاں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح مریدی ہے۔ سب سے پہلی تو بات تو یہ ہے کہ مرید کہتے کس کو ہیں اور پیر کا کیا مقصد ہے۔ مرید ہونا ایک اقرار ہے، ایک فیصلہ ہے، ایک اٹل منزل ہے کہ میں فلاں حضرت کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ زندگی ان کی ہی ہدایت پر گزاروں گا۔

پیر ایک اٹل قانون، ایک زندہ حقیقت، ایک شمع ہدایت ہے جو مرید کی تاریک سے تاریک زندگی کی منزلوں میں کسی نہ کسی طرح اپنی روشنی والی شمع کو لے کر پہنچ ہی جاتا ہے۔ مگر بہت سے نالائق لوگ بجائے اپنی تاریکیوں اور کمزوریوں کو دور کرنے کے، اپنے پیر مرشد میں ہی کمی دیکھنے لگتے ہیں اور بے یقینی کے گھوڑے پر سوار ہو کر زندگی بھر جگہ جگہ بیعت ہوتے رہتے ہیں در در کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ انگنت بزرگوں کا ہاتھ چومتے رہتے ہیں مگر ان کو کسی پر بھی یقین نہیں ہوتا۔ وہ کسی کو بھی سچا اور کامل پیر خیال نہیں کرتے۔ سب کے اندر ان کو کھوٹ دکھائی دیتا ہے کیوں کہ ان کا یقین کمزور، ان کا دل بیمار اور بے ایمان ہو چکا ہے جب دل ذلیل ہو جاتا ہے تو وہ نہ گھر کا ہوتا ہے اور نہ ہی مذہب کا۔ سراپا ہرجائی ہو کر رہ جاتا ہے یقین کے اندر خدا ہے اگر یقین نہیں تو مریدی بے کار۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۱

''یہاں دوئی کا گزر نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

میں باغباں ہوں، محبت بہار ہے اس کی
بنا مثالِ ابد پائدار ہے اس کی

(اقبالؔ)

ایک خدا' ایک رسول' ایک قرآن' ایک طالب' ایک مطلوب' ہر جگہ ایک ہی ایک ہے، ایک سب کے ساتھ ہے اور سب ایک ہی کے ساتھ رہتے ہیں۔ عاشق ایک' معشوق ایک' راز ایک' نیاز ایک' دنیا ایک' دین ایک' جنت ایک' جہنم ایک' زندگی ایک' موت ایک' خوشی ایک' غم ایک' آرزو ایک' تمنا ایک۔ جہاں ایک پر تکیہ ہے وہاں سارا کام ایک زبردست راز و نیاز کے ساتھ کامیابی کی منزل بہت ہی خاموشی اور بہت ہی ہنر کے ساتھ طے کر رہا ہے۔

جب تک طالب لاشریک کو لاشریک ہی مان کر راہ مولا میں مست متوالے کی طرح جھوم جھوم کے تلاش حق کو جاری رکھتا ہے تو راہ بھی ملتی ہے اور کامیابی بھی اور جہاں لاشریک کے سامنے کسی کو شریک قائم کیا گیا یا قائم کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی بس اس منزل پر فساد شروع ہو گیا۔ راز' بھید' یکائی سب کی سب ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ واحد کو وحدانیت ہی کی راہ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ واحد ہمیشہ الگ رہتا ہے۔ اس کو کسی بھی شریک یا سلسلہ کی ضرورت نہیں۔ سارے سلسلے اور سارے راستے صرف ایک ہی سے بنتے ہیں۔ مگر وہ ایک پھر بھی الگ کا الگ ہی رہا، یہاں تک کہ بندہ نواز وارثؔ پاک آج بھی فرما رہے ہیں اور یہ آواز آپ کی قیامت تک گونجتی رہے گی کہ طلب مولا میں دوئی کا گزر نہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۲

''وہ مرید کیا جو پیر کو جانچ کر مرید نہ ہو، وہ پیر کیا جو وقت پر کام نہ آئے، وہ پیر مثل اس درد کے ہے جو تکلیف دہ ہوتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

یہ محبت کی حرارت، یہ تمنّا، یہ نمود
فصلِ گُل میں پھول رہ سکتے نہیں زیرِ حجاب

(اقبالؔ)

دل کا سودا کسی طرح بھی جانچ کی ترازو پر نہیں چڑھ سکتا۔ یارا اور حساب سے کوئی واسطہ نہیں۔ عشق تجارت نہیں جہاں نفع اور نقصان دیکھا جائے۔ عشق کا سودا کبھی کبھی نقصان کی ہی منزل پر نفع کی برسات کر کے رکھ دیتا ہے۔ دل کا کھیل قبل از وقت کسی طرح بھی جانچ نہیں جا سکتا۔ دل والے ہمیشہ وقت پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی لئے وارثؔ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ مرید کیا جو پیر کو جانچ کر مرید نہ ہو۔ پیر باپ ہوتا ہے۔ پیر مرید کو جانچ سکتا ہے کیونکہ اس نے منزل طے کی

ہے مگر مرید جو مثل ایک بچہ کے ہے اپنے پیر کو کس طرح پرکھ سکتا ہے۔ اب رہ جاتا ہے سوال پیر کے اپنے فرض کا اور اس کی منزل کا تو پیر کو ہر منزل پر فطرت کا حکیم حاذق ہونا لازمی ہے تاکہ مرید کو ہر حال میں اس کی ذات بابرکت سے فائدہ ہی فائدہ پہنچتا رہے۔ زندگی کی ہر منزل پر خواہ وہ مادیت کی ہو یا روحانیت کی۔ پیر ایک زبردست دوست اور باپ کی طرح اپنے مرید کا بازو تھام کر منزل مقصود کی جانب بڑھاتا ہی چلا جائے۔ مرید کے بھٹکتے ہوئے قدموں اپنی طاقت سے روک دے، مرید کے ہر آڑے وقت میں کام آئے۔ شمع ہدایت اور چراغ راہ کا کام دے۔ ورنہ پیر خود ایک فریب ہے۔ ایک زندہ دھوکا ہے۔ جو برسوں برس سے اپنے مرید سے ایک سود خور کی طرح پیسہ وصول کر کے اپنی ضرورت زندگی کو پورا کرتا رہا ہے۔ وہ ایک چھوت کا بیمار ہے جو اپنے مرید کو گھیرے ہوئے ہے مگر مرید کو اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ پیر خدا نہیں ہے جو خدا کے کام میں حصہ لے بلکہ پیر ایک رہبر ہے، ایک شمع ہدایت ہے، ایک چراغ راہ ہے، ایک صلاح کار ہے، صرف تمہیں منزل کا راستہ بتائے گا، باقی کام پروردگار عالم کا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۳

''مریدی دل سے ہوتی ہے اور دل مسلمان ہوتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

جلا سکتی ہے شمعِ کُشتہ کو موجِ نفَس ان کی
الٰہی! کیا چُھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

(اقبالؔ)

بہت سے لوگ کسی کو دیکھ کر یا کسی کو کامیاب اور فیضیاب ہوتے دیکھ کر لالچ، طمع اور حرص کی بنا پر مرید ہو جاتے ہیں یا پھر مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر کسی پیر کا دامن تھامنا چاہتے ہیں۔ یہ سب حرکتیں وقتی ہوا کرتی ہیں۔ وقت، تقدیر، زمانہ کے نشیب و فراز سے تنگ آ کر آدمی طرح طرح کی ہونی اور ان ہونی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ حقیقت کو اس سے ذرہ برابر کا سروکار نہیں۔ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بقول بندہ نواز وارثؔ پاک یہ سب دھوکا ہے، بھول ہے، نادانی ہے، غلط فہمی ہے۔ مریدی دل سے ہوتی ہے اور دل مسلمان ہوتا ہے۔ پیر کی نظر میں امیر، غریب، بچہ، بوڑھا، جاہل، عالم کا سوال نہیں ہوتا۔ یہاں سوال صرف دل کا ہے وہ دل جو مسلمان کا دل ہو۔ مسلمان کے دل سے مراد مسلم قوم نہیں بلکہ وہ دل جو ہر حالت میں سچا اور نیک ہو، وہ دل جس میں سوائے مالک کون و مکان کے اور کسی کا گزر نہیں، وہ دل جو سوائے اللہ پاک کے اور کسی سہارے کا محتاج نہ ہو، بس وہی دل اصلی مرید بھی ہے اور اصلی طالب بھی۔ ایسے ہی دل میں خدا رہتا ہے۔ اس دل کو ہی سچا مرید ماننا پڑتا ہے۔ وہی دل طالب بھی ہے اور اسی دل کو دیدار یار بھی نصیب ہوگا۔ باقی دل روحانیت اور نیکی کے راستہ پر مزدوری کر رہے ہیں۔ ان کی مزدوری مل جائے گی اور اپنا اپنا راستہ لیکر الگ ہٹ جائیں گے مگر مسلمان دل دنیا سے لے کر

آخری تک، قبر سے لے کر قیامت اور حشر تک مرید ہی مرید رہتا ہے۔ قطرہ نور، سمندر نور میں پیوست ہو جاتا ہے۔ (حسینؔ وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۱۴

''نقشیات اور عملیات کے متعلق فرمایا کہ سب واہیات خرافات ہیں میرے یہاں تو محبت ہی محبت ہے اور محبت کی تعریف یہ ہے کہ ''حب الشی و یعمی و یصمہ۔ جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ (وارثؔ پاک)

یقیں مُحکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مَردوں کی شمشیریں

(اقبالؔ)

نقشیات اور عملیات، گنڈا، تعویز، گھر باندھنا، دکان باندھنا، کسی پر جادو چلانا، کسی سے لڑائی کروانا، بچہ پیدا کرانے کی دعا، شادی توڑنے یا شادی کروانے کی دعا، غرض جس قدر بھی شیطان کے ذلیل گھر ہیں وہ سب کا سب ہمارے نقیر، مولوی، درویش کے پاس ملے گا کس قدر شرمناک اور قابل ندامت ہیں وہ لوگ جو بڑی بڑی داڑھی بڑھا کر طرح طرح کا ڈھونگ رچا کر، پریشان لوگوں کو اور زیادہ پریشان کرتے ہیں۔ جہاں جاؤ بس ایک ہی قسم کے بہروپئے نظر آتے ہیں جیسے غیب کی باتوں کے بتانے اور قدرت کے کاموں کے کرنے کا نعوذ باللہ ان لوگوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ ان ہی احمقوں اور شیطانی فطرت لوگوں کی وجہ سے ایسی ایسی برائی، ایسی ایسی بدنامی، ایسی ایسی گنہگار تصویریں دیکھنے اور سننے میں آتی ہیں کہ روح بے قرار ہو جاتی ہے۔ دنیا میں شرابی، جواری اور زانی اگر برا کرتے ہیں یا گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اس کی خرابی اور ذمہ داری ان کی اپنی جان پر پڑتی ہے۔ یہاں بھی وہ ذلیل ورسوا اور تکلیف میں رہتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی ان کا حشر پراگندہ ہی رہے گا...... مگر افسوس صد افسوس ہے ان ظاہردار بزرگ ہستیوں پر جن کے ظاہری لباس کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، مسجد، محراب، قرآن اور حدیث سے جڑے اور سجے ہوئے ہیں۔ مگر لباس باطن نقشیات، عملیات، گنڈا، تعویز جیسے واہیات، خرافات چیزوں سے مزین ہیں جن کی عبادت اور تقویٰ کا مقصد صرف تجارت، فریب اور جھوٹ ہے۔ سیدھے سادھے لوگوں کو دام فریب میں پھنسانا اور ان سے روپیہ اینٹھنا، نہ دل میں خوف خدا ہے اور نہ نور ایمان۔ نہ دل میں محبت خدا ہے اور نہ ہی محبت رسول ﷺ۔ جو کچھ ہے وہ نفس پرستی ہے۔ بھولے بھالے انسانوں کے سہارے پیٹ بھرنے کا نہایت ہی ذلیل پیشہ ہے۔ ایسے لوگوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی منحوس صورت غور سے دیکھ لینی چاہئے یا تو توبہ استغفار کر کے محنت مزدوری کر کے اپنی روزی خود کمانے کا انتظام کریں یا نہیں تو کہیں ڈوب کر مر جانا چاہئے۔ زندگی بھر دوسرے کی کمائی کھا کر گناہ کرنے سے بہتر ہے کہ حرام موت ہی مر کر زمین کا بوجھ ہلکا کر دیں۔

روحانیت کوئی جادو یا فریب نہیں۔ یہاں چھومنتری کی بجائے خون جگر کا ایک ایک قطرہ حق اللہ حق اللہ کی آواز پر خشک کرنا پڑتا ہے یہاں جو کچھ ہے وہ محبت ہے، عشق ہے، طلب صادق ہے یہ سب کام سب کے بس کا نہیں۔ یہاں دوری نہیں بلکہ قربت ہے جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ جب قطرہ سمندر سے مل جاتا ہے تو کوئی اسے قطرہ نہیں کہتا یہ ہے رازِ حقیقت پیارے۔ (حسینؔ وارثی)



چراغِ راہ نمبر ۲۱۵

''ذکر اسدی مفید ضرور ہے مگر جس کا نام اسدی ہے وہ دشوار ہے۔ اس لئے کہ ذاکر کو لازم ہے کہ جب ذکر اسدی کرے تو جناب شیر خدا کی برزخ کا تصور کرے، اور تکمیل اس کی یہ ہے کہ ذاکر ذکر اسد اللہ الغالب میں ایسا فنا ہو جائے کہ ذکر کرتے وقت ذاکر کے ہر عضو بدن سے شیر الٰہی کی شان نمودار ہو۔'' (وارثؔ پاک)

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوّتِ حیدری

(اقبالؔ)

ذکر اسد زبانی بہت آسان ہے۔ بہت سے فقیر، مجذوب، دن رات یا علی یا مشکل کشا، یا شیر خدا یا مولا علی کی رٹ لگاتے ہیں یا علی کا نعرہ اتنے زور سے مارتے ہیں کہ سننے والوں کا دل دہل جاتا ہے۔ لوگ کانپ اٹھتے ہیں۔ بقول بندہ نواز وارثؔ پاک، ذکر اسدی مفید ضرور ہے مگر جس کا نام اسدی ہے وہ دشوار ہے۔ سچا ذاکر میدان کربلا اور میدان جہاد میں نظر آتا ہے۔ جب کفر کی طاقت زمین سے آسمان کو چھو رہی ہو اس وقت ذاکر میدان جنگ میں اپنی تلوار کو 'یا علی' کے نعرہ کے ساتھ ہوا میں چمکاتا ہے۔ اس وقت اس کی مجاہد اور فرشتہ جیسی نیک اور چمکیلی نظروں کی روشنی میں حضرت علیؑ شیر خدا کا برزخ سامنے آتا ہے اور مجاہد کے ہر ہر روئیں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان نمودار ہو کر چمکنے لگتی ہے۔ نہ صرف جسم کے ہر عضو سے بلکہ سانس کی نفس اور دل کی ہر دھڑکن میں شیر خدا، مشکل کشا، مولا علی کی شان دکھائی دینے لگتی ہے اس شان شیر خدا کو دیکھ کر کفر کی طاقت زائل ہونے لگتی ہے اس نورانی برزخ کو دیکھ کر کفر و ظلمت کا اندھیرا بھاگنے لگتا ہے اور اسلام کی سچی روشنی پھیلتے پھیلتے سارے عالم کو منور کر کے رکھ دیتی ہے۔

این کرامات زور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

چراغ راہ نمبر ۲۱۶

''ایک دفعہ فرمایا کہ جب کوئی مصیبت ہو تو ہمارے برزخ کا تصور کیا کرو۔'' (وارثؔ پاک)

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کُشا، کارساز

(اقبالؔ)

برزخ کے معنی تصویر ہے مگر وارثؔ پاک اس ارشاد سے کیا سبق دینا چاہتے ہیں یہ ایک اہم بات ہے۔ ہمارے بہت سے وارثی بھائی اور بہنیں یوں تو ہر حال میں اپنے پیر اور مرشد کی تعریف سے خوش ہوتے ہیں اور دوسروں کو لمبی لمبی تقریریں بھی کیا کرتے ہیں کہ ایسے رہو ویسے رہو۔ بڑے سے بڑے مصیبت کے پہاڑ کو بھی ہمارے پیرو مرشد رائی کر کے رکھ دینگے۔ دوسروں کو سمجھانا اور دوسروں کی کمزوری پر مسکرا دینا بہت ہی آسان کام ہے مگر جب خود اپنے آپ پر امتحان کا وقت آتا ہے تو پہاڑ تو پہاڑ رائی برابر بھی تکلیف اگر آتی ہے تو تصدیق اور یقین کے بڑے بڑے شاندار درخت، گھاس، پھوس اور سوکھے ہوئے پتے کی طرح اڑ کر جگہ سے بے جگہ ہو جاتے ہیں۔ وہی لوگ جو دوسروں کی مصیبت کے پہاڑ کو رائی سے تشبیہ دیا کرتے تھے، اپنی رائی جیسی مصیبت کو ہٹا نہیں سکتے۔ گھبراہٹ میں پیر مرشد پر ان کو یقین نہیں رہتا۔ زندگی بھر کے غلام تھوڑی سی سختی کے درد میں نمک حرام، بدتمیزی، بددل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کوئی کوئی تو اتنا نالائق ہو جاتا ہے کہ ناامیدی کی مار کھا کر نہ صرف اپنا ایمان خراب کرتا ہے بلکہ گھر گھر جا کر اپنے پیر مرشد کو بدنام کرنے کی کوشش بھی کرنے لگتا ہے۔

گناہ یا غلطی خود اس کی اور سزا کا مستحق بھی خود وہی، مگر سکون نہ ملنے پر وہ سارا نقصان اور ہرجانہ اپنے پیرومرشد کو بدنام کر کے پورا کرنا چاہتا ہے۔ کبھی کبھی بلند اور جلیل القدر ہستیاں بھی مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر ایسی ایسی بغاوت کر جاتی ہے کہ ان کی دنیا و دنیا دونوں غارت ہو جاتی ہیں۔ ان کی اس بدبختی اور بدنصیبی پر نہ صرف ان کے پیر بلکہ آسمان روحانیت کا ہر ستارہ ششدر اور حیران ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی لئے وارثؔ پاک اپنے مریدوں کو تلقین کرتے ہیں کہ جب مصیبت کے بھنور میں گھر جاؤ تو ہمارے برزخ کا تصور کیا کرو صرف تصور کا نہیں بلکہ آپ کے عمل کا، آپ کی زندگی کے حالات کا بھی، مرید وہی ہے جو اپنے پیر کے نقش قدم پر چلے۔ (وارثؔ پاک)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۷

''تصور کا قاعدہ یہ فرمایا کہ پہلے تصور کرے جب صورت قائم ہو جائے تو معہ اس صورت کے دل صنوبری کی جانب متوجہ ہو اور دل کی آنکھ سے دیکھے۔'' (وارثؔ پاک)

سامنے مہر کے دل چیر کے رکھ دیتی ہے
کس قدر سینہ شگافی کے مزے لیتی ہے

(اقبالؔ)

تصور کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے اس خوشی میں کہ زندگی نے اتنی وفا کی کہ وہ آج وارثؔ پاک کا تصور کرنے چلا ہے اس کے بعد اللہ وارث کی تسبیح پڑھے چار بار۔ اس کے بعد درود شریف پڑھنا شروع کردے اور دنیا و مافیہا کو بھول کر اپنے پیر کے برزخ کا تصور پر تصور قائم کرتا جائے۔ خیالوں کے ساتھ ساتھ سانس کو بھی تصور میں گم کردے۔ جب طبیعت بالکل مائل دیدار ہو جائے گی تو فوراً اس کو اپنے پیر کا دیدار نصیب ہوگا۔ اگر دل کا مضبوط اور عمل کا پورا انسان ہے تو اس کو سوال اور جواب کی بھی عزت نصیب ہوگی۔ جب کامیابی مد مقابل ہو جائے تو بالکل اپنی ہستی کو لاپتہ رکھے اور دل کی آنکھوں سے کام لینا چاہئے۔ ھوالباطن ھوالظاہر ہو کر سب کچھ آشکار ہو جائے گا۔ جب منظر دکھائی دینے لگے اور سوالوں کا جواب بھی ملنے لگے تو اس راز کو ساری زندگی کسی کو بھی نہ کہے۔ یہ عنایت ہے۔ یہ خدا کی سب سے بڑی مہربانی ہے۔ دوسروں کو کہنے سے اثر کم ہوتا ہے اور راز افشاں ہوتا ہے۔ خدا کبھی ایسے دل و دماغ والے فقیر پر بھروسہ نہیں کرتا جو فقراء راز داری کا خیال نہیں کرتے ان کو یا تو ایک دن پاگل یا مجذوب ہونا پڑتا ہے یا ذلیل و رسوا ہو کر اپنا سب کچھ گنوا ڈالتے ہیں۔ خبردار سر کٹ جائے مگر بھید نہ کھلے جب تم کسی کام کے ہو جاؤ گے تو شیطان تم کو کرامات دکھانے پر بہت زیادہ زور دے گا اور جس نے شیطان ابلیس کی بات مانی برباد ہوا۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۸

''تصور کے متعلق یہ بھی ارشاد ہے کہ آنکھ بند کر کے کیا دیکھتے ہو آنکھیں کھول کر دیکھو آنکھوں کے ہوتے نابینا ہو جانا خدا کی ناشکری ہے۔'' (وارثؔ پاک)

کوئی دل ایسا نظر نہ آیا نہ جس میں خوابیدہ ہو تمنا
الٰہی تیرا جہان کیا ہے، نگار خانہ ہے آرزو کا

(اقبالؔ)

بہت سے فقیر آنکھیں بند کر کے تصور کرتے ہیں۔ عبادت کرنے کی یہ عادت اچھی نہیں۔ وہ عبادت ہی کیا جو ایک ذرا سی کھٹ پٹ پر ختم ہو جائے اور آنکھوں کی روشنی غائب ہو جائے۔ وہ عشق ہی کس کام کا کہ دوسری صورت کو دیکھ کر دوسرے کا ہو جائے۔ ایسے عاشق یا تو جھوٹے ہیں یا ناکام یا بوالہوس، جو کسی لالچ پر عشق کرے۔ عشق تو مجنوں کا چاہئے کہ

جنگل میں بھی مجنوں کو ہر درخت لیلیٰ، ہر شاخ لیلیٰ، یہاں تک کہ پتہ پتہ، ذرہ ذرہ لیلیٰ ہی لیلیٰ نظر آرہا تھا۔ اگر مجنوں آنکھیں بند کر کے رکھتا تو وہ عشق مجازی کا بھی لطف نہیں اٹھا سکتا تھا اور یہاں تو عشق حقیقی ہے۔ یہاں آنکھیں بند کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیلیٰ تو محفل یا محمل میں رہتی تھی۔ جب لیلیٰ مجنوں کے دل میں جاسکتی ہے اور آنکھوں کے ذریعہ وہ مجنوں کیلئے ہر حالت میں حاضر ہوسکتی ہے تو کیا پروردگار عالم جو ذرہ ذرہ میں مسکرا رہا ہے، اپنے سچے عاشق کو دکھائی نہیں دیگا۔ ضرور نظر آئے گا۔ صرف دل کی نظر کی ضرورت ہے۔

آنکھیں بند کرنے سے شیطان کے پریشان کرنے کا بہت زیادہ احتمال ہے اکثر وہ فرضی تصور بنا بنا کر طالب کو بہلاوے میں رکھتا ہے۔ زندگی ختم ہوجاتی ہے مگر طالب واصل نور کا دیدار نہیں ہوتا۔ اس لئے لازم ہے کہ جب ظاہر آنکھیں کام کر رہی ہوں تو پھر اندھے ہو کر ٹھوکر نہ کھانا چاہیئے۔ عبادت میں جلد بازی اور شک کو دخل نہیں۔ تصدیق یقین اور اطمینان کی ضرورت ہے اور بس۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۹

''جو نفس کشی کو کہتے ہیں اور نفس کشی لازمی ہے، چنانچہ قرآن میں اس کی تعلیم ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون ط۔ یعنی جس سے زیادہ محبت کرتے ہو اس کو ترک کردو۔ تو بتاؤ کہ محبوب تر کیا شے ہے۔ عرض کیا گیا کہ جان بہت عزیز ہے ارشاد ہوا کہ بعض اوقات انسان جان دینا بھی آسانی سے گوارا کر لیتا ہے اس لئے مما تحبون سے انسان کی عافیت مراد ہے جو کسی وقت ناپسند نہیں ہوتی۔ بس فقیر کو چاہیئے کہ سامان عافیت کو ترک کرے اور خیال عافیت کو دل سے نکالے اور خدا کی محبت میں خوشی سے تکلیف اٹھائے۔'' (وارثؔ پاک)

احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا

سوز و تب و تاب اوّل، سوز و تب و تاب آخر

(اقبالؔ)

نفس کشی ایک زبردست اور دشوار گزار عبادت ہے۔ نفس کشی بغیر فقیری ناممکن ہے اور نفس کشی سے پہلے فقیر ہونا بھی غیر ممکن بات ہے۔ دنیا کی جتنی بھی قربانی ہے، انسان کبھی آسانی سے دینے کو تیار ہوجاتا ہے، دھن، دولت، طاقت، اختیار، وعدہ، حق، غصہ سب کو آسانی سے قربان کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جان کی بازی لگانے کو بھی تیار ہوجاتا ہے اور جان تک دے دیتا ہے۔ مگر ہزار ہزار سلام جناب وارثؔ پاک کی ذات بابرکت کو پہنچے جنہوں نے نفس کشی کا اصلی راز ایک ہلکے اشارہ سے تفصیل کے ساتھ بتا دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اصل نفس کشی آرام و عافیت ترک کرنے سے شروع ہوتی ہے اور آرام کا ترک کرنا فی الحقیقت دشوار ترین امر ہے۔ کوئی بھی کسی قیمت پر رات کی نیند اور دن کا آرام، سکھ اور چین قربان کرنا

نہیں چاہتا۔ ہر حال میں انسان اپنے فانی جسم کو آرام ہی پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ سب سودا کرنے کو گوارہ کرسکتا ہے مگر آرام کو فروخت کرنا ہرگز ہرگز گوارہ نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ لوگ قبر میں مردہ بھی لٹاتے ہیں تو اس طرح کہ اس کو آرام پہنچے۔ اصل نفس کشی آرام ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے جو سوائے فقیروں اور درویشوں کے اور کوئی دوسرا اس راز کو نہیں جانتا اور نہ ہی اس پر متحمل ہوسکتا ہے۔ دنیا کی خوراک، پوشاک اور رہائش و آرام ہے اور فقیر کی خوراک، پوشاک اور رہائش ترک آرام اور ترک عافیت ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۰

''تسلیم ورضا اہل بیت کے گھر کی چیز ہے ہر شخص کا حصہ نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

یہ معاملے ہیں نازک، جو تری رضا ہو تُو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی

(اقبالؔ)

تسلیم ورضا زبان سے کہہ دینا جتنا آسان ہے مگر اس سمندر کو دل کے کوزہ میں بھرنا اتنا ہی دشوار اور کٹھن ہے یہ کسب یا عادت سے نہیں ہوتا، یہ وہبی چیز ہے۔ یہ اللہ کی خاص عنایت ہے۔ جس کو بخش دے۔ یہ فیض اہل بیت کو اللہ نے بخشا ہے، اس میں کسی اور کا حصہ نہیں۔ اہل بیت سے مراد حضرت علی شیر خدا مشکل کشاؓ، حضرت بی بی فاطمہؓ، حضرت بی بی عائشہؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ جیسی بابرکت اور جلیل القدر ہستیاں ہیں اور ان کی نیک آل اولاد تک اس کی زنجیر کا سلسلہ آتا ہے۔ جنہوں نے تسلیم ورضا پر زندگی شروع کی اور تسلیم ورضا پر ہی چراغ زندگی کو گل کیا۔ کوئی ان میں امام اولیاء، کوئی ام الفقرا، کوئی ان میں امام الشہدا کے القاب بابرکت سے نوازے گئے، تسلیم ورضا کی منزل کا جو امتحان پروردگار عالم نے لیا اور جس حسن وخوبی سے اہل بیت نے اس منزل کا امتحان دیا۔ قلم میں یہ طاقت نہیں کہ اس کے شمہ برابر حصہ کو بھی قلمبند کرسکے۔ سچ ہے امام الانبیاء، رحمت اللعالمین محبوب خدا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اہل بیت اگر امام الاولیا یا ام الفقرا امام الشہدا نہ ہوتے تو اور کون ہوسکتے تھے۔ اتنا بڑا ظرف اور اتنی بڑی عزت اور کسے نصیب ہوسکتی تھی، کہنے کو تو سب ہی تیار ہیں مگر قربانی پیش کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ سلسلہ بتانے سے قبل اپنے فعل اور عمل کو بھی دیکھو۔ تسلیم ورضا وہ دشوار گزار منزل ہے جہاں بڑے بڑے فقیر، ولی، قطب، ابدال، غوث پارہ کی طرح تھرتھراتے ہیں، جہاں ایک چوٹ دل پر پڑی نہیں کہ ان کی تصدیق کا پہاڑ رائی بن کر اڑ جاتا ہے۔ کبھی بلندی کبھی پستی۔ جوان اولاد کو دفنانے کے وقت عورتوں کی طرح چلا چلا کر رونا شروع کردیتے ہیں اور پھر راہ حق میں سر کٹانا اور پھر اپنے ہی جسم کے ایک ایک قطرہ سے تسلیم ورضا کا امتحان دینا بہت بڑی منزل ہے۔ ہزار بار، لاکھ بار بلکہ کروڑوں کروڑ بار سچ ہے کہ یہ صرف اہل بیت ہی کا حق ہے اور حصہ

ہے۔ چونکہ فقیری اہل بیت کے یہاں سے ہی شروع ہوتی ہے۔ کروڑوں میں ایک تقدیر والا ایسا فقیر ہوتا ہے جو تسلیم ورضا کی دولت بے پناہ سے سرفراز ہوتا ہے مگر حقیقت کی دنیا میں سب فقیر اس بات کی تمنا اور دلی آرزو رکھتے ہیں کہ وہ روحانیت کے چراغ پر مثل پروانہ نثار ہو جائیں۔ مگر دس ہزار میں نو ہزار نو سو ننانوے فقیر پروانہ کی جگہ بھونرے بن جاتے ہیں۔ جن کا ظاہر بھی کالا اور باطن بھی کالا ہی ہوتا ہے۔ لالچی بھونرا اور کسی فقیر میں کوئی فرق نہیں، جس طرح کالا بھونرا باغ باغ، پھول پھول، ڈال ڈال مارا چلتا ہے پھر بھی اس کا لالچ ختم نہیں ہوتا۔ اسی طرح کسی فقیر شہر شہر، محلّہ محلّہ، گھر گھر، دولت عزت اور بھات روٹی کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں اور ساری زندگی طرح طرح کا جھوٹ بولتے بولتے مرجاتے ہیں مگر بامراد نہیں ہوتے۔ فقیری بے تسلیم ورضا ایک پھول ہے، جس میں خوشبو نہیں۔ ایک لال ہے جس میں چمک، دمک اور رنگ نہیں ایک موتی ہے جس میں آب نہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۲۲۱

"عشق جس کو ملا ہے حضرت پنجتن سے ملا ہے۔" (وارثؔ پاک)

ہے میرے دل میں فروزاں داغ عشق اہل بیت
ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلِ دامن حیدر مجھے

(اقبالؔ)

پنجتن سے مراد حضرت نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت بی بی فاطمہؓ، حضرت علی شیر خداؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ ہیں۔ عشق کی بظاہر جتنی سختیاں اور جتنی دشواریاں ہیں سب کی سب پنجتن پاک حضرات پر ختم ہو چکی ہیں۔ اسی طرح بباطن اس کی جتنی رحمتیں اور عنایتیں ہیں وہ بھی آنحضراتؑ ہی پر ختم ہو چکی ہیں۔

پیارے نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی کی دشواریوں کفار مکہ کی جہالتوں اور اہل عرب کی ظلمتوں کو ذرا نظر غور سے دیکھو، کون سی تکلیف تھی جو آپ کو نہ دی گئی ہو۔ وہ کون سا جہالت اور ضلالت کا لفظ تھا جو آپ کی ذات مبارک کے خلاف استعمال نہ کیا گیا ہو۔ وہ کون سا الزام اور بہتان تھا جو آپ کی شان بابرکت پر عائد نہ کیا گیا ہو۔ مگر ان تمام باتوں کا جواب آنحضرت ﷺ نے پروردگار عالم کے حضور دعائے خیر سے دیا۔ دعا یہ کہ نادان ہیں، جاہل ہیں، ان کو بخش دے۔ ہدایت دے، روشن دل بنا دے، جہالت کا پردہ ان کی آنکھوں پر سے ہٹا دے، گمراہی اور ضلالت کی مہران کے دل پر سے توڑ دے، اپنی رحمت معرفت سے سبھوں کو مالا مال کر دے۔ آپ کی ذات بابرکت سراپا رحمت تھی۔ اس لئے رحمت ہی رحمت کی بارش برساتے رہے۔ چنانچہ فقیروں کو رحمت حضرت محبوب خدا کی طرف سے ملی ہے۔ حضرت بی بی فاطمہؓ رحمت اللعالمین کی دختر نیک اختر تھیں۔ حضرت علیؓ کی شریک حیات تھیں اور حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی والدہ محترمہ تھیں۔

رضا و تسلیم کی مثال جو آپ کی ذات بابرکت نے قائم کی ہے، وہ صفحۂ ہستی پر نظر نہیں آتی اور نہ قیامت تک نظر آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب ام الفقراء قرار پایا۔ عورت کی شاندار عظمت، ایمان کی پختگی، اطیع اللہ واطیع الرسول کی ایک زندہ مجسمہ تھیں۔ فقیروں کی ہر جلن اور کٹھن گھڑی میں آپ ممتا اور پیار کا پیالہ لئے کھڑی رہتی ہیں۔ آپ کی زندگی کے سنہرے نشان فقیروں کیلئے شمع ہدایت ہے، چراغ راہ ہیں، جام کوثر ہے۔ عورتوں کو روحانیت کا سبق خصوصیت کے ساتھ حضرت بی بی فاطمہؓ سے ہی ملتا ہے۔ حضرت علی شیر خدا' مجاہدوں' شہیدوں اور فنا فی اللہ ہونے والے فقراء کیلئے اپنی طرف سے ہمت اور کامیابی کا سمندر موجزن کر دیتے ہیں' آپ کا برزخ آتے ہی شکست فتح سے بدل جاتی ہے، تاریکی دور ہو جاتی ہے اور روشنی ساری فضا میں پھیل جاتی ہے۔ فقیر کی ہر منزل پہ جب کہ اس کی ہمت اور حوصلہ جواب دے رہا ہو حضرت علیؓ اس کی دستگیری فرماتے ہیں۔ آپ مولا مشکل کشا ہیں۔ اسی طرح فقیروں کو امتحان کی ساری تلخیاں حضرت امام حسنؓ سے ملی ہیں آپ نے زہر کا پیالہ جس خوشی و شادمانی سے اللہ کے نام پر پی کر آرام فرمایا، اس کی مثال اس دنیا میں نہیں ملتی ہے۔ آپ کی زندگی بامراد کا یہ نقش قدم فقیروں کیلئے شاہراہ کا کام کر رہا ہے۔ آپ کا برزخ فقیروں کیلئے باعث سکون اور راحت ہے۔

حضرت حسینؓ جو شہیدوں کے سردار اور امام ہیں، ان کی شان بابرکت کا کیا پوچھنا

سرداد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اس سے بڑی شان اور کیا ہو سکتی ہے شہیدوں' مجاہدوں اور فقیروں کیلئے آپ کی شہادت ایک شمع ہدایت ہے' فقیر جب کبھی اس منزل پر ڈگمگاتا نظر آتا ہے، آپ کا برزخ آتے ہی اس کے قدم فولاد کے ہو جاتے ہیں۔

غرض فقیر کسی راستہ اور منزل پہ کیوں نہ ہو، اسے کامیابی پنجتن پاک کے ہاتھوں ہی سے نصیب ہوگی۔ فقیری کی چوحدی یہی ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۲

''ہندو حلقہ بگوش کو تاکید فرمایا ہے کہ برہم پہچانو اور پتھر کو نہ پوجو اور جھٹکے کا گوشت نہ کھاؤ۔'' (وارثؔ پاک)

نورِ فطرت ظلمتِ پیکر کا زِندانی نہیں
تنگ ایسا حلقۂ افکارِ انسانی نہیں

(اقبالؔ)

ہندو حلقہ بگوش کو وارثؔ پاک فرماتے ہیں کہ برہم پہچانو، بھاگوت گیتا میں شری کرشن بھگوان نے عبادت کا سب سے اچھا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اکار سے اچھا' نراکار کی طرف رجوع ہونا ہے۔ اکار وہ عبادت ہوتی ہے جو مورتی یا

جانوروں سے کی جاتی ہے اور نراکار وہ جس کو وحدانیت کہا جاتا ہے۔ اس میں اللہ پاک کی، صرف ایک ہستی کی، صرف طاقت کی، صرف نور کی، صرف مالک کی عبادت ہوتی ہے۔ یہاں انسان اور اس کی عبادت کے سامنے کوئی مورتی، کوئی شکل، کوئی پتھر نہیں رہتا۔ نراکاری کی راہ پر بڑے بڑے سادھو، سنیاسی، سنت چلا کرتے ہیں۔ مورتی پوجا تصور کو قائم کرنے کیلئے ہے۔ خیال پختہ ہوتے ہی اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ عبادت زمانہ طفلی کا ہے۔ بچپن کا زمانہ ختم ہوتے ہی اسے بھی ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر انسان کی بدقسمتی اور پنڈتوں کی خود غرضی اور شکم پرستی کی بنا پر یہی طریقہ عبادت انسانی زندگی کے بڑھاپے کے زمانہ کیلئے رائج ہو گیا۔ روح انسانی کی جگہ جسم انسانی اور نور کی جگہ نار نے لے لی ہے۔ اسی لئے بندہ نواز وارثؔ پاک اپنے ہندو حلقہ بگوش کو تاکید فرماتے ہیں کہ ''برہم پہچانو اور پتھر کو نہ پوجو اور جھٹکے کا گوشت نہ کھاؤ'، رب اور رام میں کوئی فرق نہیں چاہے اللہ کہو یا ایشور بات ایک ہی ہے۔ عبادت دل سے ہوتی ہے، نام سے نہیں۔ جو سچا ہے خدا اس کے ساتھ ہے کیونکہ خدا رب اللعامین ہے۔ وہ سب کا خدا ہے۔ ہر شے میں اسی کا جلوہ ہے۔ اسی کا نور ہے۔ اسی کی روح ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکار کو چھوڑ دو اور نراکار کو پکڑو۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۳

''خدا نے ہر کام کیلئے وقت مقرر کیا ہے اور بعد کو یہ حدیث پڑھا کرتے تھے۔ کل امر مرھون باوقاتہا۔''
(وارثؔ پاک)

وقت کے افسوں سے تھمتا نالۂ ماتم نہیں
وقت زخمِ تیغِ فُرقت کا کوئی مرہم نہیں

(اقبالؔ)

دنیا وقت پر بنائی گئی۔ قیامت بھی وقت پر ہی آئے گی۔ انسان کا جنم بھی وقت پر ہوتا ہے اور موت بھی وقت پر آتی ہے، نہ ایک منٹ قبل اور نہ ایک منٹ بعد۔ یہی تو کارخانہ قدرت کی خوبی ہے کہ اس کا سارا کام بالکل وقت معین پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ پروردگار اپنا سارا جلوہ، نیک ساعت اور خوب وقت دیکھ کر اپنے چاہنے والے متوالوں اور جانثاروں کو دکھاتا ہے۔ اس کے برعکس حضرت انسان کی فطرت ہے۔ ان کا کوئی وقت معین نہیں۔ یہ ابھی پیدا ہوئے اور ابھی بوڑھا بھی ہو جانا چاہتے ہیں۔ فقیری کی ابھی پہلی منزل بھی طے نہیں کی مگر خواہشمند ہیں کہ آخری منزل پہ آپ جلوہ افروز ہوں۔ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے۔ اسی لئے پروردگار عالم نے نہایت پیارا اور محبت کے انداز اور لہجہ میں انسان کو جو اس کی خلقت کا سب سے بڑا شاہکار ہے ظلوماً جہولا کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ جلد باز اور نادان۔ واقعی آدمی ہر بات میں جلد بازی کرتا ہے مگر یہ فطرت اس کی صرف عیب ہی نہیں ہے بلکہ ہنر بھی ہے۔ انسان کبھی کبھی اپنی جلد بازی سے ایسی کامیابی کی

منزل چھو لیتا ہے کہ قدرت کے کارخانہ میں ہلچل مچ جاتی ہے جیسے معراج کا واقعہ' محبوب خدا نے کتنی جلد حسن اور عشق کی دوری کو ایک کر دیا۔ یہاں فرشتوں کے پر جل رہے ہیں وہ اپنی آگ کو ہی بجھانے کی فکر کر رہے ہیں کہ اتنے میں دید شنید بھی ہو گئی۔ سبحان اللہ کتنی مبارک اور کتنی قابل فخر جلد بازی تھی ۔ایں سعادت بزور بازو نیست' تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔ اتنا ضرور ہے کہ خدا نے ہر کام کیلئے وقت مقرر کیا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی ایک منزل قائم کرے خواہ وہ منزل دنیاداری کی ہو یا روحانیت کی' ایسی منزل کو مضبوط پکڑ کر عمل کرتا جائے۔ محنت' سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ کامیابی ضرور نصیب ہوگی۔ دیر یا سویر مگر مزدوری ضرور ملے گی اس پر اسے تصدیق ہونی چاہئے۔ کسی کی محنت یا نیکی رائیگاں نہیں جاتی، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۴

''اگر دبدھا نہ رہے تو مسجد و مندر میں ایک دکھائی دے۔'' (وارثؔ پاک)

سروَری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بُتانِ آزری

(اقبالؔ)

مسجد' مندر' گرجا' شیوالے یہ سب گھر مالک کی عبادت کیلئے ہیں۔ گھر ایک ہے مگر نام جدا جدا۔ انسان ایک ہے مگر نام علیحدہ علیحدہ۔ عبادت ایک ہے مگر طریقہ جدا جدا۔ مالک ایک ہے مگر نام علیحدہ علیحدہ ہے۔ ذات ایک ہے مگر صفات جدا جدا۔ سب کا راستہ ایک ہے۔ سب ایک ہی مالک کو پکارتے ہیں۔ صرف آواز بدلی ہوئی ہوتی ہے مگر دل سب کا اسی ذات واحد ہی کا طالب ہوتا ہے جس کو آپ اور ہم مانتے ہیں۔ اسی کو سب مانتے ہیں اور ایک ہی مالک کے ہم سب بندے ہیں پھر سوال یہ ہے کہ اس کے بعد جنگ کیوں' لڑائی کیوں' نفرت کیوں' بیگانگی کیوں، ایک قوم کے لوگ دوسرے قوم کے کمزور لوگوں کی جان لیکر خوش کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا واحد سبب بقول وارث اک دبدھا ہے۔ دنیا کا سارا فساد دبدھا ہے یعنی شک وشبہ۔ اس کی بنیاد میں نفرت اور غلط فہمی پوشیدہ ہوتی ہے۔ سارے عبادت خانے دبدھا و غلط فہمی کا شکار ہو کر مالک کی دنیا میں مالک کے بندوں پر مالک ہی کی زمین پر ایک دوسرے کو ذبح کر رہے ہیں۔ ایک ہی مالک کو الگ الگ رنگ میں الگ الگ شکل میں الگ الگ صورتیں اس طرح بیان کر رہے ہیں جیسے وہ ایک نہیں بلکہ ان گنت ہیں۔ اسی لئے بندہ نواز وارثؔ پاک اپنے حلقہ بگوش مریدوں کو جس میں ہر مذہب وملت کے لوگ شامل ہیں خصوصاً اور کل بنی نوع انسان کو عموماً ہدایت فرماتے ہیں کہ ''اگر دبدھا نہ رہے تو مسجد و مندر میں ایک دکھائی دے۔'' مذہب وملت کا مقصد پیار و محبت ہے نہ کہ نفرت اور عداوت' سب کہتے ہیں کہ ہم اونچے ہیں اور فقیر کہتا ہے سب اونچے ہو۔ کوئی نیچا نہیں کیونکہ مالک سب کا ایک

ہے اور وہ سب سے اونچا ہے۔ دل پیدا کرو۔ عبادت خانے بڑھانے سے کچھ حاصل نہیں۔ خدا کو عبادت چاہئے عبادت خانے نہیں۔ دل والے چاہئیں زبان والے نہیں۔ حضورِ قلب چاہئے، مغرور سر اور دماغ نہیں۔ انسانیت چاہئے انسان نما حیوان نہیں۔ آدمیت چاہئے آدمی نما درندے نہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۵

''توحید سے واقف ہونا دشوار ہے۔'' (وارثؔ پاک)

خودی سے اس طلسمِ رنگ و بُو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تُو سمجھا نہ مَیں سمجھا

(اقبالؔ)

مذہب اور توحید میں بہت فرق ہے۔ مذہب رسم و رواج کی چہار دیواری میں بند ہے۔ اس کی ایک حد ہے۔ اس کی ایک بندش ہے مگر توحید نہ تو چہار دیواری میں ہی بند ہے اور نہ اس کی کوئی حد ہے نہ کوئی بندش ہے۔ یہ ایک لامحدود ہے، تمام بندشوں سے مبرا ہے، ہر جگہ ہے اور ہر شے میں ہے۔ دماغ انسانی یا مذہب انسانی جو ایک محدود شے ہے، ایک لامحدود شے یعنی توحید سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک قطرہ، ایک سمندر بیکراں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک محدود شے ایک لامحدود ذات کا پتہ کس طرح لگا سکتی ہے۔ یہ بالکل ناممکن امر ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں مذہب یا ملت کے نام پر جتنے بھی فساد برپا ہوئے ہیں یا ہونے والے ہیں اس کی ساری ذمہ داری انسانی عقل و دماغ پر ہے۔ جس پر ابلیس اور شیطان کی حکومت ہے۔ اسی لئے بندہ نواز وارثؔ پاک بالاعلان ارشاد فرما رہے ہیں کہ ''توحید سے واقف ہونا دشوار ہے۔'' دشوار ہے ان کیلئے جو توحید کو عقل و دماغ کے حدود میں بند کر دینا چاہتے ہیں، دشوار ہے ان کیلئے جو مذہب، قوم، ملت اور گروہ کو چہار دیواریوں میں قید کر دینا چاہتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں سب کچھ ہے اور دوسرے کے مذہب میں کچھ نہیں۔ ان کو توحید کا پتہ قیامت تک نہیں مل سکتا۔

توحید کا سراغ اس کو ہوگا جو دل سے مولا کا عاشق ہو۔ جس کی دل کی آنکھیں مندر، مسجد، گرجا، شیوالے یہاں تک کہ روئے زمین کے ذرہ ذرہ میں ذات واحد کی نورانی شکل دیکھنے لگیں۔ تنگ دل، تنگ نظر اور تنگ دماغ توحید کے بھید کو نہیں پا سکتے یہ کام کسی اور کا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۶

''رام اور رب ایک چیز ہے۔'' (وارثؔ پاک)

محفلِ کون و مکاں میں سَحر و شام پھرے
مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے

(اقبالؔ)

ملک، مذہب، دیش، بدیش، گروہ، انسان کا دل ودماغ، آب وہوا اور اپنے ماحول میں ہی زیادہ تر لگا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان جس چیز کے رنگ میں رہتا ہے ساری زندگی اس کو اسی رنگینیوں سے فرصت نہیں ملتی۔ تقریباً پندرہ کوس پر ہی زبان بدلتی رہتی ہے ایک ملک یا ایک صوبہ میں ہی کتنی طرح کی زبان لوگ بولتے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ چاہے زبان چینی ہو یا جاپانی، ہندوستانی ہو یا روسی، انگریزی ہو یا عربی۔ چاہے زبان کتنی ہی بدلتی رہے۔ مگر انسان ایک سمان ہوتے ہیں ان کی زبان بھی ایک ہوتی ہے مگر آواز الگ الگ انداز سے اور جگہ جگہ کے لحاظ سے بولی جاتی ہے۔ چاہے کوئی کیسی ہی دقیق زبان کیوں نہ بولے مگر مقصد زندگی سب کا ایک ہی ہوتا ہے، سب کا چاند ایک، سورج ایک، زمین ایک، آسمان ایک، بھوک ایک، پیاس ایک، نیند ایک، موت ایک، زندگی ایک، بچپن ایک، جوانی ایک، بوڑھاپا ایک۔ غرض زندگی کی جتنی بھی منزلیں ہیں اس میں کیا مرد کیا عورت، ضرورت کے لحاظ سے ایک ہی فطرت رکھتے ہیں۔ خدا کی وحدانیت نے کثرت کو پیدا کیا اور تمام کثرت یہاں تک کہ ذرہ ذرہ میں وحدانیت پوری شان کے ساتھ جلوہ گر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس چراغ راہ میں بندہ نواز وارثؔ پاک نے صاف صاف سورج کی کرن کی طرح ظاہر کر کے رکھ دیا ہے کہ ''رام اور رب ایک چیز ہے'' رام سے مراد راجہ رام ہرگز نہیں بلکہ وہ رام جس نے راجہ رام کو بھی پیدا کیا۔ یعنی ایشور، بھگوان، یا خدا، صبح سے لے کر شام تک، پیدائش سے لے کر موت تک ہر وقت خدا اپنی بندوں کو صاف صاف کہہ رہا ہے کہ ہماری نظر میں نہ کوئی بڑا ہے اور نہ ہی چھوٹا، میرا پیار سب کو حاصل ہے۔ یہ انسان کا ''ہم'' ہے جو غرور کی شکل میں جگہ جگہ زہریلے پھل کی طرح نقصان وہ درخت میں لگا ہوا ہے۔ پنڈت اور مولوی کی نظر الگ الگ مگر فقیر کی نظر ٹھیک خدا کی آواز پر لگی رہتی ہے۔ فقیری میں نہ رام الگ ہے اور نہ ہی رب، نہ ہندو الگ ہے اور نہ ہی مسلم، نہ مندر الگ ہے اور نہ ہی مسجد وہ جہاں رہتا ہے صرف شان خدا کو دیکھتا رہتا ہے۔ دنیا کا سکون اس وقت قائم رہ سکتا ہے جب پنڈت اور مولوی رام اور رب میں فرق قائم کرنا چھوڑ دیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۷

''عاشق ہر چیز میں معشوق کا جلوہ دیکھتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

حریمِ ذات ہے اس کا نشیمنِ ابدی
نہ تیرہ خاکِ لحد ہے، نہ جلوہ گاہِ صفات

(اقبالؔ)

عاشق وہی ہوتا ہے کبھی نہیں۔ زیادہ تر کبھی عاشق بہروپیے ہوا کرتے ہیں جو داڑھی بڑھا کر' گروا کپڑا پہن کر ویرانوں میں ایک تنہائی کی جگہ بیٹھ کر سب سے پہلے اپنے رب کو دھوکا دیتے ہیں اور جب ان کی جھوٹی شہرت اور بزرگی اوروں کو معلوم ہوتی ہے تو سادہ دل لوگ' معصوم' ماں' بہن' بیٹیاں' بھائی اور لڑکے اس کی فریبی باتوں کے چکر میں آجاتے ہیں۔ کچھ دن تک وہ دنیا کو لوٹتا رہتا ہے پھر قدرت کی طرف سے انصاف کی اندھی لاٹھی سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جاتا ہے۔ شیر کی کھال پہنے ہوئے بھیڑیا لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور اپنے کیے کی سزا اٹھا کر فنا ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں عاشق سے مراد فنافی اللہ سے ہے جو طالب کو فنافی اللہ کے راستے پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ وہ جانباز مجاہد اور سچے سپاہی اپنے دھن میں دن رات آگے بڑھتے ہی جاتے ہیں اور ایک وقت وہ اپنی عبادت کی سچائی کا جلوہ بھی دیکھنے لگتے ہیں۔ پھر ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہاں تو سب ہی اپنے ہیں کوئی غیر نہیں' کوئی دشمن نہیں' کوئی شیطان نہیں' کوئی ابلیس نہیں' کوئی مردود نہیں' جو کچھ ہے سب اپنا ہی دل، اپنا ہی دماغ' اپنی ہی غلط آرزو ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ذرہ ذرہ میں توحید مسکرا رہی ہے۔ نہ ہندو ہے نہ مسلمان' نہ کافر نہ مومن' اگر ہے تو صرف اللہ اور اس کے جلوے۔ باقی سب نظر' دل اور دماغ کا دھوکا۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۲۸

''عاشق کا کام رونا ہے۔'' (وارث پاک)

رُلاتی ہے مجھے راتوں کو خاموشی ستاروں کی
نرالا عشق ہے میرا، نرالے میرے نالے ہیں

(اقبال)

عشق ایک فریاد ہے اور جب تک عاشق کی فریاد قبول بارگاہ نہ ہو اس کی جستجو' اس کی مانگ' اس کی کوشش اور اس کا آنسو ختم نہ ہو۔ اگر عاشق کا آنسو خشک ہو گیا یعنی اس کی نظر ٹھنڈی ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب دل عشق کی تپش سے خالی ہو گیا ہے۔ اب طالب کے دل میں آرزو کا طوفان تھم گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عاشق تاجر نہیں' عشق دام نہیں اور معشوق چیز نہیں کہ دام دے کر خرید و فروخت کی جائے۔ عاشق حاکم نہیں جو معشوق کو حکم دے اور معشوق مان جائے۔ عاشق آقا نہیں اور معشوق غلام نہیں جو آقا کی دلی خواہش کو پورا کرنا اپنا فرض اولین تصور کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ عاشق مکمل سوال ہے اور معشوق سراپا جواب' عاشق صرف سوال کر سکتا ہے اور معشوق اپنی مرضی کا مختار ہے۔ چاہے تو جواب دے یا خاموشی کو راہ دے۔ سارا جھگڑا سوال و جواب کا ہے اگر معشوق میں خاموشی اور فراموشی کی طاقت ہے تو عاشق میں بھی سوال پر سوال کی طاقت ہے۔ یہاں تک کہ سوالوں کے طوفان سے وہ ایک نیا آسمان اور نئی زمین بھی کھڑی کر سکتا ہے۔ دیکھا یہی گیا ہے کہ

عاشق ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے اور سخت سے سخت معشوق کو اپنے عاشق کا احترام کرنا ہی ہوتا ہے۔ اللہ سب سے سخت معشوق ہے اور ایک دن وہ اپنے عاشق کی پریت سے خوش ہو ہی جاتا ہے۔ صرف خالص آنسوؤں کے سمندر کی ضرورت ہے اور بس۔ بقول بندہ نواز وارثؔ پاک، عاشق کا کام رونا ہے اور اسی آنسوؤں کے قطرے ایک دن کامیابی کے موتی ہو کر برسنے لگتے ہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۹

''عاشق کو لازم ہے کہ سر کٹ جائے مگر شکایت نہ کرے کیونکہ قاتل بھی غیر نہیں۔'' (وارثؔ پاک)

ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم ناآشنا محبوب کی

(اقبالؔ)

یہ اشارہ ان خوش نصیبوں کیلئے ہے جن کو اللہ پاک اپنی خاص محبت کی نظر اور اپنے پیار والے ہاتھ سے جام شہادت دینے والا ہے۔ اس اشارہ کو وہی خوش نصیب سمجھ بھی سکے گا جو شہید ہو کر زندہ جاوید ہو جانے والا ہے۔ جیسا کہ حضرت منصورؒ نے سر کٹا دیا مگر اپنی راہ سے الگ نہیں ہوئے۔ سرمدؒ نے سر دیدیا مگر اپنے عشق کو مدہم ہونے نہ دیا۔ حضرت سیدنا حسینؓ نے سر دیدیا مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔ یہاں تک کہ شہیدان کربلا نے مسکراتے مسکراتے اپنے اپنے سروں کو کٹوا دیا مگر اُف تک نہ کی۔ شہدائے اسلام کا سر اسی طرح تن سے جدا ہوتا آیا ہے اور قیامت تک جدا ہوتا ہی رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا مقصد صرف پروردگار کی خوشنودی ہے۔ حکم بھی پروردگار کا۔ جسم بھی پروردگار کا۔ سر بھی پروردگار کا۔ قاتل بھی پروردگار کا۔ مقتول بھی پروردگار کا پھر دشمن کون اور غیر کون، صرف نظر کا دھوکا ہے۔ یہ تو وصل کا ایک بہانہ ہے۔ عارضی زندگی کو جاوید زندگی بنانے کا عاشق کو سنہرا موقع ہے اور بے بہا عطیہ ہے۔ سر کٹتے ہی زندگی اور موت دونوں گلے مل جاتی ہے۔ نہ زندگی ختم ہوتی ہے اور نہ ہی موت، عاشق کی ہی نظر میں خدا کی تصویر دکھائی دیتی ہے۔ عاشق وہ جو موت کی بازی لگا کر بھی مسکرائے۔ یہاں شکایت کی گنجائش نہیں۔ حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳۰

''معشوق کی عطا ہو یا جفا عاشق کیلئے راز ہے۔'' (وارثؔ پاک)

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دم بہ دم

(اقبالؔ)

معشوق سے مطلب بندہ نواز وارثؔ پاک کا ہمیشہ پروردگار کون و مکان کی طرف ہوتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ معشوق کی طرف سے کبھی جفا ہوتی ہی نہیں ہے۔ یہاں ھوالظاہرالباطن کا پردہ سامنے آ جاتا ہے۔

ناممکن ہے کہ معشوق کسی بھی درجہ پر اپنے سچے عاشق کو جفا کی منزل پر لانا تو درکنار اس کو جفا کی منزل پر دیکھنا بھی گوارا کرے۔ انتہا تو یہ ہے کہ ایسے احساس جس سے اس کے جانباز عاشق کے جسم کے ایک باریک روئیں کے ٹوٹ جانے کا احتمال ہو، خواب و خیال میں بھی گوارا ہو ہی نہیں سکتا۔ عاشق کی ظاہر خستہ حالی ہی تو اس کے پاک' بے غرض اور قابل فخر عشق کی سجاوٹ ہے۔ یہی تو ایک ضد ہے کہ ''تو ہی تو'' کے سوا یہاں دوسرے کی رسائی نہیں۔ یہاں تک کہ خدا کی سچی محبت ہی فقیر کی غذا بن جاتی ہے۔ وہی چاہت کھانا' وہی محبت پانی اور وہی لگن ہوا بن کر سانس کی بے پر نغمہ بار بن کر ایک ایسا دلنواز سنگیت چھیڑ دیتی ہے، جس کی مست دھن میں عاشق ایک بے تاب پتنگے اور جان نچھاور کرنے والے پروانوں کی طرح بس ایک ہی پرواز میں اپنی شمع الٰہی کے قدم چوم کر شہید ہو جانا چاہتا ہے۔ مگر واہ رے نظام قدرت۔! شمع الٰہی کے روشن ہوتے ہی ان گنت پروانے اور لاحساب پتنگے ظاہر اور باطن' خودی اور خدا کا راز' فطرت کی آواز میں سمجھانے جتانے اور ثبوت پیش کرنے کی انوکھی ترکیب شروع کر دیتے ہیں۔ اب دنیادار بے تصدیقے' بہروپئے' آنکھ کے روشن' دل کے اندھے، دماغ کے فقیر، دل کے ڈھونگی' بوالہوس' فریبی' ظاہر پر ایمان رکھنے والے، باطن کی تصدیق سے محروم اور نامراد فقیر راز حقیقت کی پیچیدگیوں تک پہنچنے سے قبل ہی اپنی عبادت' اپنی فقیری کی آبرو کھو بیٹھتے ہیں۔ یہی تو وہ کسوٹی ہے جہاں بڑے بڑے جغادری کی جبین ایک ناامیدی کا جال بن کر ان کو ہی ناکامی کے پھندے میں پھنسا کر رکھ دیتی ہے۔ جن سروں پر یہ جنم لیتی ہے ان ہی نادانوں کو گرفتار کر کے قیامت تک کیلئے مجرم بنا کر رکھ دیتی ہے۔ اسے شمع الٰہی کے قدموں کا بوسہ لینے والے پروانو۔! دل کھول کر یاد کر لو کہ ''معشوق کی عطا ہو یا جفا عاشق کیلئے راز ہے اور وہ راز ہے صرف چاہت' پیار اور کامیابی۔ (حسینؔ وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۳۱

''عاشق نہ تعریف سے خوش ہوتا ہے نہ ملامت سے رنجیدہ۔'' (وارثؔ پاک)

میں انتہائے عشق ہوں، تُو انتہائے حُسن
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

(اقبالؔ)

یہ بات تو اکثر عشق مجازی میں بھی دیکھی گئی ہے کہ اگر کسی سے کسی کو لگاؤ ہو جاتا ہے تو وہ محلّہ' خاندان' خویش اقارب' دوست واحباب' سب کے طعنے سنتے رہتے ہیں مگر اپنے عشق کو کبھی شرمندہ ہونے نہیں دیتے۔ عاشق تعریف اور

ملامت کی کبھی پرواہ نہیں کرتا کیوں کہ اس کی دنیا میں یہ بات مہمل قرار دی جاتی ہے۔ عشق کے معنی نشہ کے ہیں اور نشہ میں ہوش ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی نشہ چھایا نہیں ہے۔ عاشق اپنے من اور طبیعت پسند منزل کا بہادر راہی ہوتا ہے۔ دنیا کی تمام رکاوٹوں کو وہ اپنے راستہ کی اینٹ اور پتھر خیال کر کے کبھی ٹھکرا دیتا ہے اور کبھی راستہ کاٹ کر اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ بالکل یہی حالت راہ طالب اور دیدار حق کی تلاش کرنے والے راہیوں کی ہوا کرتی ہے۔ ان کی نظر میں دو راستے ہیں، ایک راہ حیات دوسرا راہ مولا۔ عاشق خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ ان کے دونوں ہاتھوں میں کامیابی ہے اگر راہ مولا طے ہوگئی تو دیدار ہو کر ہی رہے گا اور اگر راہ حیات ختم ہوگئی تو خدا کے ساتھ ساتھ محبوب خدا خود مریض عشق کو سکون اور کامیابی والی چادر اپنے ہاتھوں سے اڑھا دیں گے۔ بھلا اس حقیقت کے سامنے عاشق کہاں دوسری جانب بڑھنے والا ہے۔ وہ تن، من، دھن' سب کی بازی لگا دیتا ہے۔ عشق کی لہر میں سرتاپا بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اسے نہ تو تعریف کی فکر رہتی ہے اور نہ رنجیدہ ہونے کا خیال۔ یہی وہ راز ہے جس کو بندہ نواز وارثؔ پاک اپنی خاص الخاص عنایت سے اہل دل' اہل نظر اور فقرا کیلئے اجاگر کر رہے ہیں کہ عاشق نہ تعریف سے خوش ہوتا ہے اور نہ ہی ملامت سے رنجیدہ۔'' تعریف اور ملامت سے وہ فقیر اثر زدہ ہوتے ہیں جو اس راز حقیقت سے غافل ہوتے ہیں۔ راہ مولا میں غافل اور نادان لوگوں کی کسی بھی بات پر فقیر دھیان نہیں دیتے۔ فقیر آسمان روحانیت کے سورج' چاند اور ستارے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف معشوق کی رضا و تسلیم ہوتی ہے اور بس۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳۲

''عاشق جب سب کو چھوڑتا ہے تب یار سے ملتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

شانِ کرم پہ ہے مدار عشقِ گرہ کشائے کا
دَیر و حرم کی قید کیا! جس کو وہ بے نیاز دے

(اقبالؔ)

عشق کی منزل شروع ہوتی ہے اس وقت' جب دل میں صرف معشوق کی صورت گھر کر لے۔ بوالہوس صرف نقال ہوتا ہے جو ہر سانس میں عشق کی نقل کرتا رہتا ہے اور اپنے ذلیل دل کو صبح و شام دھوکا دیتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ساری زندگی ایک پاگل کی طرح زندگی گزار کر ابلیس کی شکل لے کر قبر میں اتار دیا جاتا ہے اور پھر بہروپے پن کی سزا کا آغاز قبر کی پہلی شب سے لے کر حشر تک اس کے ناپاک جسم پر خدا کی لعنت اور سزا کے کوڑے پڑتے ہی رہتے ہیں۔ اس وقت سوائے نفسی نفسی کے اور کچھ چارہ نہیں ہوتا۔ انجام یہ کہ اللہ کے انصاف کے بعد جہنم کی دہکتی ہوئی آگ اور لہراتے ہوئے آگ کے شعلے کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ وہ دنیا دار جو ترقی کرنے والے لڑکے یا لڑکیوں کو اپنی طاقت یا اپنے فریب کے طریقے

برباد کر دیتے ہیں، ان کی ہی اولاد ایک دن بربادی کے راستہ پر آ کر ان کی ساری زندگی کی کمائی کو جوا' شراب اور بدفعلی میں ختم کر دیتے ہیں۔ حلال کی کمائی اگر بدچلن اولاد کو بھی ملے تو وہ نیک بخت ہو جائے گا اور حرام کی کمائی اگر نیک سے نیک انسان کو بھی ملے گی تو وہ بدراہ اور بدچلن ضرور ہو جائے گا۔ کیونکہ جیسی دولت ویسا خرچ کا راستہ' یہ بات بہت مشہور ہے۔

اب بندہ نواز وارثؔ پاک کے اس اشارے کو غور سے پڑھیے۔ ''عاشق جب سب کو چھوڑتا ہے تب یار سے ملتا ہے۔'' یہ حقیقت جس طرح روحانیت کی دنیا کیلئے آفتاب کی طرح روشن ہے، اسی طرح مادیت والی دنیا کیلئے بھی ہے۔ دنیا کے جس بڑے انسان کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے تو یہی معلوم ہوگا کہ وہ اپنے عمل میں اپنے فعل میں اپنے کارنامے میں عاشق جگر سوز تھا۔ دنیا کے تمام دیگر معاملات سے بالکل علیحدہ، بے سروکار اور مستغنی ہو کر مثل فرہاد جوئے شیر نکالنے کی دھن میں لگا ہوا تھا۔ ٹھیک اسی طرح طالب حقیقی جب تک دنیا کے تمام ناتے اور رشتے کو نہیں چھوڑتا ہے، تب تک دیدار یا نصیب نہیں ہوتا ہے۔ دنیادار ہو یا فقیر' سب کے سب خدا کے عاشق بن سکتے ہیں۔ واسطہ صرف خدا سے رہنا چاہئے۔ دنیا بھر کی آس اور امیدوں کو قربان کر کے اللہ کے فیصلے پر کاروان زندگی کو رواں رکھو سب طاقتوں کو چھوڑ کر اللہ کی طاقت پر بھروسہ رکھو۔ جہاں شیطان ہٹا نہیں کہ اللہ کا جلوہ سامنے آیا۔ جو لوگ خدا کو چھوڑ کر اپنی عقل کو چراغ راہ بناتے ہیں، اپنا سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں۔ بہت سے ایسے بھی دنیادار ہوتے ہیں کہ جو علم وعقل کے مالک ہوتے ہوئے بھی شمع الٰہی کو چراغ راہ بنا کر کاروان زندگی منزل کو بے در پے طے کرتے جاتے ہیں اور دین ودنیا دونوں میں سرخروئی حاصل کرتے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی منزل بڑے سے بڑے فقیر کی منزل سے بھی زیادہ بلند درجہ رکھتی ہے۔ اللہ کہتا ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا......اور جو اللہ کا ہوا اس کا سب کچھ ہو گیا۔ اس کی نجات دنیا ہی میں ہوگی۔ جنتی دنیادار بڑے بڑے فقیروں سے بھی بلند' اونچا درجہ رکھتا ہے۔ دنیا کے سارے کاروبار میں پھنسنے کے بعد بھی اگر کوئی جنتی ہے تو وہ قابل مبارکباد ہے۔ سب کچھ چھوڑ کے تصور کرنا آسان ہے مگر ساری دنیا کے جھمیلے میں پھنس کر بھی ایماندار ہونا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ کٹھن ہے پیارے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳۳

''ایک زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ عاشق ہجر کی شکایت کرتا ہے نہ وصل کی طلب۔'' (وارثؔ پاک)

توڑ دیتا ہے بُتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق
ہوش کا دارُو ہے گویا مستیِ تسلیمِ عشق

(اقبالؔ)

روحانیت کا دور شوق سے شروع ہوتا ہے۔ مگر جب راہ طلب پر مسافر روانہ ہوتا ہے تو پھر دکھ' درد' پریشانی' بدنامی' بھوک' پیاس کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ پہننے کیلئے ایک لنگوٹی بھی پاس نہیں رہتی۔ ایسی ایسی

تکلیف کہ آدمی تو آدمی پتھر بھی اپنی جگہ پانی بن کر بہہ جائے۔ لوہے کی دیوار بھی سوکھے ہوئے پتے کی طرح ہوا میں اُڑ جائے مگر راہ حق کی تلاش کرنے والے اپنے دلوں پہ زمین و آسمان کی تمام دشواریوں کو ایک ہی وحشت، ایک ہی جنون، ایک ہی ضد کی طاقت سے سہتے رہتے ہیں۔ جہنم کی تکلیف اور فقیر کے امتحان میں صرف اتنا فرق ہے کہ گنہگار کی سزا دردناک اور عبرتناک ہوتی ہے اور فقیر کی سختی اور بے چینی کا انجام سکون اور پر بہار اس وقت بن کر روح میں اتر جاتی ہے جو موت اور زندگی کی حد بندیوں سے کہیں آگے بڑھ جاتی ہے۔ نہ یہاں موت ہے اور نہ ہی زندگی۔ زندگی سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر حشر تک فقیر اپنی لافانی زندگی میں ایک ہی پر بہار انداز سے قائم رہتا ہے جب ہی تو بندہ نواز وارثؐ پاک اس نقطہ راز کو کھول کر پوری فقیری دنیا کیلئے چراغ راہ کا کام کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ عاشق ہجر کی شکایت کرتا ہے اور نہ ہی وصل کی طلب۔ فقیر کا عشق جب پروان چڑھ جاتا ہے تو عاشق کو سکون کی منزل مل جاتی ہے۔ یہاں وہ غنی ہو جاتا ہے۔ تمام سوال و جواب لفظ مہمل کی طرح فقیر یا عاشق کے دل سے کا نور بن کر نکل جاتا ہے سوال، جواب، کامیابی اور ناکامیابی، راحت و رنج، یہ سب عشق کا کچا پن ہے۔ جب عشق پختہ ہو جاتا ہے تو سارے سوال و جواب تسلیم و رضا کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ تسلیم و رضا کی منزل آتے ہی عشق مکمل ہو جاتا ہے۔ تکمیل عشق ہوتے ہی اللہ کی طاقت سامنے آ جاتی ہے اور اللہ کی طاقت میں کمی اور زیادتی کو گنجائش نہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳۴

''عشق میں کوئی غیر بھی نہیں اور بجز یار کے کسی سے سروکار بھی نہیں رہتا۔'' (وارثؐ پاک)

حُسن سے عشق کی فطرت کو ہے تحریکِ کمال
تجھ سے سرسبز ہوئے میری اُمیدوں کے نہال

(اقبالؔ)

عشق میں کوئی غیر نہیں۔ اللہ نے کل کائنات کو ذرہ ہو یا پہاڑ، قطرہ ہو یا سمندر، چیونٹی ہو یا ہاتھی۔ غرض تمام شے کو بہت ہی توجہ اور پیار سے بنایا ہے۔ خاص کر حضرت انسان کو تو بہت ہی رحم و کرم اور انتہائی بخشش والے ہاتھ سے بنایا ہے اس مٹی کے پتلے کیلئے فرشتوں کے جذبات کو بھی ٹھیس لگی مگر مالک کون و مکاں نے کسی بھی چیز کی پرواہ کئے بغیر از حد پیارے انسان کو اپنا شاہکار قرار دیا۔ آدمی ہی کو اشرف المخلوقات کا خطاب بھی میسر ہوا۔ انسان کی بہت سی عادات میں پروردگار عالم کی خوبو بھی دکھائی دیتی ہے۔ اب ذرا غور سے سوچو کہ عشق میں غیر کون ہو سکتا ہے۔ اللہ کی بارگاہ عزت میں ہر مذہب، ہر ملت، ہر قوم، ہر ملک کے لوگ بالکل برابر ہیں۔ اس کے پیار کے سمندر میں امیر، غریب، بوڑھا، بچہ، مرد، عورت، تندرست بیمار، سب کے سب بالکل برابر درجہ رکھتے ہیں۔ اب انسان کو چاہئے کہ بجز یار کے کسی سے سروکار بھی نہیں رکھے۔ خدا نے

سارے سنسار کے آدمیوں کو پیدا کیا تو اس حساب سے بھی ساری دنیا کے آدمیوں کو خدا سے پیار کرنا چاہئے۔ ایک نے سب کو بنایا۔ سب مل کر ایک کو ماننے لگیں تو حساب صاف ہو جائے۔ کس قدر صاف گوئی سے بندہ نواز وارثؔ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ "عشق میں کوئی غیر بھی نہیں اور بجز یار کے کسی سے سروکار بھی نہیں رہتا۔" اس دو جہان کی ساری نعمتیں ایک ہی مالک بے نیاز کی امانت ہیں۔ سب کے سب ایک ہی کاریگر کے ہنر کی لاثانی دستکاری کی انمول دلیل ہیں۔ یہاں فقیروں کو خاص کر ہدایت ہے کہ بجز یار کے کسی سے سروکار نہیں ہونا چاہئے جس پیر کا بھی دامن تھام لیا ہے، اسے مضبوط پکڑ رکھو۔ دربدر کی ٹھوکر کھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ سب پیر برابر ہیں۔ سب کی منزل ایک ہے سب کو درجہ بدرجہ مانو۔ عزت اور احترام کرو۔ ہر جگہ بیعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک کے ہاتھ پر بیعت کے معنی کل کے ہیں۔ اس لئے کہ کثرت وحدت میں جذب ہے اور جو کوئی نادان بجز اللہ کے اپنا سر یا جبین نیاز کسی بھی دنیاوی چیز، طاقت اور مادے کے سامنے جھکاتے ہیں ان کا سجدہ اللہ کے سوا غیر اللہ کو ہے۔ غیر اللہ کو سجدہ ابلیس کی پرستش کے برابر ہے۔ مشہور مثل ہے، اپنے تو یہاں سب ہیں، بیگانہ کون ہے، بیگانہ صرف شیطان ہے، ابلیس ہے۔ وارثی بھائی اور بہنوں کو روحانیت کی راہ میں ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے ہوا کا رخ پہچاننا چاہئے ایسا نہ ہو کہ بجز وارثؔ پاک کے کسی اور سے ناتہ یا رشتہ یا سروکار قائم کر لیں۔ (حسینؔ وارثی)



چراغِ راہ نمبر ۲۳۵

"کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عاشق شکایت کرتا ہے اور معشوق سنتا ہے۔" (وارثؔ پاکؒ)

عشق کی گرمی سے شُعلے بن گئے چھالے مرے
کھیلتے ہیں بجلیوں کے ساتھ اب نالے مرے

(اقبالؔ)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق شکایت کرتا ہے اور معشوق پیار اور محبت سے سنتا رہتا ہے۔ مگر افسوس کہ نادان فقیر یا پاگل بندے شکایت کرتے کرتے دفعتاً باغی ہو جاتے ہیں۔ اس یکا یک تبدیلی پر خدا پھر بھی موقع دیتا ہے کہ بغاوت کی آگ ذرا ٹھنڈی ہو جائے تو میں اپنے روٹھے ہوئے نادان بندے کو سمجھا بجھا کر منالوں۔ مگر بدبخت انسان بغاوت کی سرحد پار کر کے گستاخی اور بے ادبی کی منزل میں قدم رکھ دیتا ہے۔ یہاں پر خدا کی حیرت ختم ہوتے ہی قہاریت کی جلالی شان نمودار ہوتی ہے اور اپنی حد سے گزر جانے والے مجرم کے روم روم میں کوڑھ، زخم اور پیپ جیسی عبرتناک سزا ظاہر ہو جاتی ہے۔ راندہ درگاہ ہو کر بدنصیب اور بدبخت فقیر نہ دنیا کا رہتا ہے اور نہ دین کا۔ خدا نہ کرے کہ کوئی فقیر طالب مولا میں گستاخ اور بے ادب ہو کر راندہ درگاہ ہو جائے۔ گندے کتے کو ٹھکانہ مل سکتا ہے، خونخوار درندے اور زہریلے ناگ کی رکھوالی گوارہ ہو سکتی ہے مگر قہاریت کی آگ میں جلے ہوئے فقیر یا مادھو کو اتنی بڑی وسیع دنیا میں سر چھپانے کی جگہ اور پناہ

نصیب نہیں ہوسکتی۔ اللہ توبہ ہے۔ اسی لئے بندہ نواز وارثؔ پاک نے ارشاد کردیا ہے کہ ''کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عاشق شکایت کرتا ہے اور معشوق سنتا ہے۔''

فقیری میں، چاہت میں، پیار میں ایک ایسی بھی منزل آتی ہے جہاں شکایت ہی معشوق کو مرغوب ہو جاتی ہے۔ عاشق جتنی شکایت کرتا ہے معشوق اتنا ہی خوش ہوتا ہے۔ جس طرح محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں اسی طرح اسی طرح ایک منزل ایسی بھی آتی ہے جہاں شکایت خود عبادت کا درجہ لے لیتی ہے اور رحمانیت ایک خاص شفقت والی ادا سے شکایت کو عبادت کا درجہ دے کر سننے لگتی ہے۔ یاد رہے کہ جب خدا سے شکایت پیدا ہو جائے تو خوب اطمینان سے خدا کی شکایت خود خدا سے کرے۔ اب کون جانے کہ خدا کو یہی ادا پسند آ جائے اور خدا اپنے بندے کی اس ہمت پر مسکرا اٹھے اور پروردگار کی نظر انتخاب اپنے روٹھے ہوئے بندے ہی پر پڑ جائے عشق کی محفل میں کسی چیز پر پابندی نہیں۔ صرف موقع، محل کی نزاکت کا خیال رکھنا چاہیے۔ خدا سے شکایت کرنا منع نہیں بلکہ شکایت کی چادر میں بددل ہونا، باغی ہونا، گستاخی کی منزل پر آنا سخت گناہ ہے۔ سچا وارثی وہی ہے جو معشوق سے شکایت کرتے کرتے فنا ہو جائے مگر اس کی شکایت کا کوئی گواہ نہ ہو۔ اس بھید کو سوائے عاشق اور معشوق کے، بندہ اور آقا کے، اللہ اور فقیر کے دوسرا کوئی نہ جانے اور کسی کو بھی کانوں کان خبر نہ ہو۔ عشق میں رازداری ہی اصلی پونجی ہے بھائی۔ کہیں اسے برباد نہ کر دینا۔ عاشق اور معشوق کی نوک جھونک پر بھی تو عشق کی دیواریں کھڑی ہوتی ہیں پیارے۔ (حسینؔ وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۳۶

''جن کا عشق کامل ہے ان کا شوق و جوش، حیات و ممات، وصال و فراق میں یکساں رہتا ہے نہ اس کیلئے ترقی ہے نہ اس کیلئے منزل، بلکہ وہ از دیاد و نقصان سے منزہ ہوتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے
عشق سوزِ زندگی ہے، تا ابد پائندہ ہے

(اقبالؔ)

جو فقیر شیطان کے تمام جال کو توڑتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے اور اس کا عشق حقیقی کامل یعنی کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ فقیر ''میں اور تو'' کے جھگڑے سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس کیلئے سردی و گرمی، زندگی و موت، حاضری و غیر حاضری، دیدار یا فراق، کامیابی یا ناکامی، ان سب دیواروں کو روندتا اور پھاندتا ہوا سکون کی منزل پر آ جاتا ہے۔ نہ اس کیلئے گھاٹا ہے اور نہ ہی نفع ہے غرض۔ تمام تر دنیاوی بکھیڑوں سے دامن بچاتے بچاتے ایک دن قطرہ سمندر سے ملنے چلا جاتا ہے۔ عاشق کامل کی یہی پہچان ہے کہ دنیا جس قدر تکلیف دیتی ہے، فقیر مسکراتا ہے۔ اُسے ہر چیز اپنی اصلی خوبی کے ساتھ دکھائی دینے لگتی ہے۔ یہ فانی دنیا اپنے

سینہ پر ہر چیز فانی رکھتی ہے۔ چنانچہ فقیری بھی فانی ہے مگر وہ اپنی محبت اور سچی تصدیق کے طفیل اپنے آپ کو زندہ جاوید بنا کر مست بےغم ہر وقت مسکراتا رہتا ہے۔ وہ تو ایسا صدا بہار بنا ہوا ہے کہ اس کے باغ کو کبھی خزاں کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی پھلواری کی خزاں بھی اپنے سینہ میں بہار چھپائے ہوئے آتی ہے جو دل کی آنکھوں والے دور اندیشوں کو صاف صاف دکھائی دینے لگتی ہے۔ جن کا عاشق کامل ہے وہ دنیا میں بھی کامیاب اور دین میں بھی بامراد ہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳۷

''عاشق کو ایک صورت کے سوا دوسری صورت کا خیال حرام ہے۔'' (وارثؔ پاک)

ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

(اقبالؔ)

عاشق وہی بنتے ہیں جو ایک شکل کے دیوانے ہو جائیں۔ جیسے مجنوں کو لیلیٰ، فرہاد کو شیریں، ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لیلیٰ کے بدلے میں ہزاروں عورتوں کو پیش کیا گیا کہ لیلیٰ کے علاوہ ان میں سے کسی ایک کو لے لو۔ مگر مجنوں زندگی کی آخری سانس تک لیلیٰ ہی لیلیٰ کہہ کر فنا ہو گیا مگر اس نے دوسری صورت قبول نہ کی۔ اسی طرح فرہاد نے پہاڑ اور پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر جان دیدی مگر شیریں کے بدلے میں اس نے کسی بھی عورت یا لڑکی کو قبول نہ کیا۔ ان گنت عاشق اور وہ بھی عاشق مجازی اس روئے زمین پر آئے ختم ہوئے۔ دور حاضر میں زندہ بھی ہیں اور آنے والے زمانہ میں آتے ہی رہیں گے مگر وہ اسی طرح ایک ہی صورت کے دیوانے رہے ہیں اور رہیں گے۔

ہر صورت پر دل لٹانے والے کو ہرجائی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس کی نظر ایک کے سوا کئی پر ہوتی ہے اس کو بوالہوس یا بدمعاش کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عاشق وہی جو ایک کا دیوانہ ہو۔ بالکل یہی حالت معرفت اور روحانیت کی ہے۔ بہت سے دیوی اور دیوتا کے ماننے والوں کی تصدق ایک کے مقابلہ میں ہمیشہ خام رہتی ہے جس کی نظر ایک سے دور پر رہتی ہے اس کو خدا نہیں ملتا اور جو ایک ہی کا دیوانہ ہوتا ہے وہ دیوانہ پروانہ ہو کر اپنی ہی شمع کو چوم کر زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ اسی لئے وارثؔ پاک نے صاف صاف ہدایت کر دی ہے کہ عاشق کو ایک صورت کے سوا دوسری صورت کا خیال حرام ہے جب کوئی چیز حرام ہو گئی تو اس کا رہنا اور نہ رہنا فقیر کیلئے دونوں برابر ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳۸

''محبت کسی کو ہنساتی کسی کو رلاتی ہے۔'' (وارثؔ پاک)

احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
سوز و تب و تابِ اوّل، سوز و تب و تابِ آخر

(اقبالؔ)

محبت کے بغیر کارخانہ قدرت میں ایک قدم بھی چلنے کی گنجائش نہیں۔ دنیا دار ہو یا فقیر، ماں ہو یا باپ' خدا ہو یا بندہ' ہر جگہ محبت ضروری ہے۔ محبت کی چال تو ایک ہوتی ہے مگر رخ دو قائم ہوتے ہیں۔ ایک رخ ہنسی پر قائم ہے اور دوسرا آنسو پر۔ جس طرح ماں کا آنسو اور مسکراہٹ اپنے بچے کیلئے ہر لحاظ سے سچے پیار کی دلیل ہے، اسی طرح سب ماؤں کے خالق اور محبت کے خالق پروردگار عالم بھی اپنے نیک بندوں کی بے انتہا محبت کے بدلہ میں کسی کو آنسو بخش دیتے ہیں اور کسی کو مسکراہٹ' محبت ایک ہی ہے۔ اس کی چال بھی ایک مگر اس کے رخ صرف دو ہیں۔ مگر اس رخ کا اثر بھی آگے بڑھ کر ایک ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر فقیر کی آنکھوں میں سچے اور عقیدت سے بھرے ہوئے آنسو ہر وقت ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے ہی ملیں گے۔ زیادہ تر فقیر محبت میں اس طرح سرشار ہو جاتے ہیں کہ ہر آن ان کی آنکھوں میں آنسو خود بخود نمودار ہوتے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ خوشی کے موقع پر بھی ان کی آنکھوں سے مسکراہٹ کے بدلے آنسو ٹپک جاتے ہیں معصوم سے معصوم بچے کو گود میں لے کر پیار کرتے کرتے ان کی آنکھوں سے پیار کے آنسو اس طرح برسنے لگتے ہیں جیسے موتی برس گئے ہوں اور اسی کے برعکس بعض فقرا کو مسکراہٹ ملتی ہے۔ جوان سے جوان' عزیز سے عزیز ترکی موت پر ان کی شکل اس طرح مسکراتی رہتی ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ سات سات وقت کے فاقے پر بھی وہ اس درجہ شاداب مسکراہٹ پیش کرتے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ موت کی آخری ہچکی اپنا فرض ادا کر رہی ہے مگر فقیر کے چہرے پر مسکراہٹ ہنوز زندہ اور پائندہ ہے۔ انتہا یہ کہ قبر میں جب ان کے چہرے پر کفن سرکایا جاتا ہے تو وہی مسکراہٹ آخری سلام کا جواب دیتے ہوئے نظر آتی ہے۔ کیا خوب اشارہ ہے بندہ نواز وارثؔ پاک کا کہ ''محبت کسی کو ہنساتی ہے اور کسی کو رلاتی ہے۔'' (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳۹

''محبت میں رقابت ضرور ہوتی ہے۔'' (وارثؔ پاک)

رقابت علم و عرفاں میں غلط بینی ہے منبر کی
کہ وہ حلاّج کی سُولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

(اقبالؔ)

محبت میں رقابت ضرور ہوتی ہے۔ اس لفظ پر دھیان دیجئے اگر کسی کو صحیح معنوں میں خدا سے محبت ہو جائے تو پھر

دیکھیے کہ اس خوش نصیب انسان کے کتنے بدنصیب دشمن ہو جاتے ہیں۔ خدا سے محبت کرنا کوئی جرم نہیں اور محبت تو نرم فطرت رکھتی ہے جس سے کسی کو کسی طرح بھی نقصان پہنچ نہیں سکتا مگر جہاں کہیں خدا سے سچی محبت کرنے والا بندہ پیدا ہوا نہیں کہ شیطان کی ابلیسیت میں قہر آ جاتا ہے۔ وہاں زلزلہ نمودار ہو جاتا ہے۔ شیطان کو خدا کی محبت والا کوڑہ بہت زور سے لگتا ہے۔ وہ بیتاب ہو کر جھنجھلا اٹھتا ہے اور معصوم و نیک طالب بندے کو پھر طرح طرح کے شیطانی جال میں پھنسانے کیلئے دھاگے بننے لگتا ہے۔ بھائی بہن، ماں، باپ، دوست احباب، رشتہ دار، ذات پات، محلہ ٹولہ، گاؤں، بستی، شہر در شہر جانے کہاں کہاں سے طرح طرح کی آوازیں طرح طرح کی تہمتیں اور ذلتوں کی بوچھاریں نو آموز طالب کے سر پر پڑنی شروع ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ جانی، مالی، عزت، آرام، گھر، دروازہ، حق، حقوق، سب سے محروم ہو جانا پڑتا ہے۔ مگر اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی شیطان آرام کا سانس نہیں لیتا بلکہ طرح طرح کی بیماریوں کی بارش شروع کر دیتا ہے۔ کیوں کہ شیطان کا یہی آخری حملہ ہوتا ہے اور سچے اور بہادر فقیران تمام منزلوں کو خدا کی محبت پر قربان کر کے خود کو بھی قربان کر دیتے ہیں اور جنت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ شیطان کف افسوس ملتا ہی رہ جاتا ہے۔ ''محبت میں رقابت ضرور ہوتی ہے۔'' بالکل سچ ہے پیارے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۴۰

''بام حقیقت کی کمند محبت صادق ہے۔'' (وارثؔ پاک)

پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
مدّتوں آوارہ جو حکمت کے صحراؤں میں تھی

(اقبالؔ)

بام حقیقت کیا، صرف خدا۔ وہی ایک زندہ حقیقت ہے باقی فسانہ اور انسان تو ایک ایسا غلط فہم معمہ ہے جس کا نہ وجود اور نہ ہی ٹھکانہ۔ آج یہاں اور کل خدا جانے کہاں ہو۔ پتھر کا ٹکڑا کل اپنی جگہ پر مل سکتا ہے مگر آدمی ایک سانس کے ہیر پھیر میں کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے کسی کو کچھ نہیں معلوم۔ کیونکہ جانے والے جاتے تو ہیں مگر پلٹ کر آج تک واپس نہیں آئے۔ بس یہی وجہ ہے کہ بندہ نواز وارثؔ پاک فرماتے ہیں کہ ''بام حقیقت کی کمند محبت صادق ہے۔'' یہی دیکھا گیا ہے کہ جس نے بھی خدا کو پایا ہے۔ محبت صادق ہی کے ذریعہ پایا ہے جس کو دیکھو محبت صادق ہی کی سیڑھی پر سوار ہو کر اپنی طاقت اور اپنے ظرف کے مطابق قدم اوپر بڑھاتا رہتا ہے۔ خدا اس دل میں خود آ کر بیٹھ رہتا ہے جس میں محبت صادق کا سمندر لہرا رہا ہو۔ سچے عاشق کی دعا جب عشق مجازی میں اپنی مثال آپ رکھتی ہے تو بھلا عشق حقیقی کی روشن راہ پر بیٹھے ہوئے قابل احترام عاشق کی دعا اور بددعا میں بجلی کا اثر کیوں نہ ہو۔ اگر چمکی تو سارے راستے اجاگر اور روشن ہو گئے اور اگر بددعا کی شکل

میں گری تو سب کچھ جل بھن کر راکھ ہو جاتا ہے۔ دین و دنیا میں نجات چاہتے ہو تو بام حقیقت کو پانے کیلئے محبت صادق کی سیڑھی استعمال میں لاؤ۔ یہی راہ نجات کا واحد ذریعہ ہے پیارے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۴۱

''منصورؒ کی بیتابی نے منصورؒ کو دار پر چڑھایا ہے۔'' (وارث پاک)

منصور کو ہُوا لبِ گویا پیامِ موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کرے کوئی

(اقبالؒ)

غور کرنے کی جگہ ہے کہ کامیاب اور بامراد منصورؒ کو بھی بیتابی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی حد سے آگے بڑھنا پڑا اور روحانیت کی دنیا میں ایک ایسا زلزلہ برپا ہو گیا کہ آج تک روحانیت کے پروانے حیران ہیں کہ منصور کی بیتابی کو سراہا جائے یا اس عمل سے رنجش کا اظہار کیا جائے۔ نہ یہاں سراہنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی رنجش کے اظہار کی جگہ ہے۔ بلکہ وارث پاک بندہ نواز کے قول کو غور سے پڑھو۔ نقطہ خود بخود کھل جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''منصور کی بیتابی نے منصور کو دار پر چڑھایا'' بس کس نے دار پر چڑھایا، بیتابی نے۔ ہمارے بہت سے بھائی اور بہنیں طلب مولا میں ہر وقت بیتاب رہتے ہیں۔ عبادت کم اور معجزہ کی فکر زیادہ۔ تصدیق برائے نام اور دعا، بددعا' گنڈا' تعویز بہت زیادہ۔ اسی طرح عمل سے خالی مگر کرامات دکھانے کی جستجو ہر وقت کرتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں۔ نت نئے نئے ہوائی قلعے بناتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی رحمتہ اللعالمین کی زندگی اور ان کی پیروی کا خیال نہیں کرتے۔ کبھی شیر خدا کے برزخ کو تصور کے عالم میں پیش لانا نہیں چاہتے بس ہر وقت مرید بڑھانے اور ان کی طرح طرح سے خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کامیاب اور بامراد منصور کی بیتابی نے تو ان کو دار پر چڑھا دیا۔ خبردار' ہوشیار کہیں تمہاری بیتابی اور بے قراری تمہیں جہنم کا رزق بنا کر نہ رکھ دے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۴۲

''فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے اور انسان کو محبت کامل دی گئی ہے۔'' (وارث پاک)

فرشتہ موت کا چُھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دُور رہتا ہے!

(اقبالؒ)

جب آتشیں فرشتوں کو اپنی عبادت کا بھرپور یقین ہو گیا اور اپنی فرمانبرداری پر نازاں ہونے لگے تو پروردگار عالم نے آگ کے مقابلہ میں مٹی کا ایک پتلا بنایا اور حکم فرمادیا کہ اے نیک فرشتو۔! اس پتلہ خاکی کو سجدہ کرو۔ یعنی اس کی اہمیت کے قائل ہو جاؤ۔ اس میں بڑی طاقت ہے۔ اسے میں نے اپنی صورت پر بنایا ہے۔ بڑی چاہت اور پیار سے بنایا ہے۔ یہ ہماری شکل میں ایک ہماری ہی مصوری ہے۔ اس میں ہماری روح ہے۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس کو یقین نہ ہوا اور اس نے اپنا سر تسلیم خم نہیں کیا۔ خدا کو ابلیس کی نادانی اور کھلی بغاوت پر بہت رنج ہوا۔ ابلیس راندہ درگاہ ہوا اور انسان کا ازلی دشمن جان بنا۔ یہ ابلیس ہی کی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہ السلام کو دنیا میں آنا پڑا۔ خدا کے پیار سے ہٹایا ہوا ابلیس بھی دنیا میں پہنچ گیا۔ وہ اس لئے دنیا میں آیا کہ خدا کے بندوں کو راہ راست سے بھٹکائے اور جہنم کو ان سے بھر دے۔ مگر خدا کا مقصد ہی کچھ اور تھا جس کو شیطان بھی نہ سمجھ سکا۔ یہ اشارہ وارثؔ پاک کا اسی فلسفہ کی طرف ہے۔ طالب مولا اور روحانیت کے متوالوں کو خوب غور سے بالخصوص اس اشارہ کو پڑھنا چاہئے اور ٹھنڈے دل سے وارثؔ پاک کی محبت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اب انسان پے در پے دنیا میں آنے لگے۔ ابلیس اپنی ذلیل حرکتوں کے ذریعہ گروہ انسانی کو گمراہ کرتا گیا۔ آقا اور بندے کے رشتے کو توڑتا گیا۔ وقتاً فوقتاً انسان کی اصلاح اور چراغ راہ کیلئے پیغمبر آتے گئے۔ مگر ابلیس اپنی پوری طاقت سے اپنی ذلیل طریقوں کے ذریعہ فاتح ہوتا گیا۔ اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر روئے زمین پر نازل کئے اور ابلیس نے تمام پیغمبروں کو جی بھر کر پریشان کیا۔ آخر کار تمام پیغمبروں نے انسان کی بدبختی اور بدنصیبی کے سبب بددعا کی۔ ابلیس اپنی فتح پر پھولا نہ سماتا تھا کہ پروردگار عالم نے اعلان کر دیا کہ اب میں اپنے آخری پیغمبر اور اپنے محبوب کو دنیا میں بھیج رہا ہوں۔ اس کے بعد قیامت تک میں کسی بھی رسول ﷺ کو نہیں بھیجوں گا۔ شیطان اپنے نصیبہ پر ناز کر رہا تھا۔ اتنے میں خاتم النبین رحمت اللعالمین ﷺ تشریف لے آئے۔ روز اوّل دل ہی سے محبت شروع ہو گئی۔ قرآن پاک نازل ہوا۔ ابلیس کے پر کٹ گئے۔ آسمانی فرشتوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ انسان اور اس قدر کامل محبت کس طرح ادا کر سکتا ہے۔ معراج کی رات آئی فرشتوں کی حیرت ختم ہوئی۔ جبرائیلؑ کے پر جلنے لگے مگر محبت کامل کی حد ختم نہیں ہوئی۔ آخر کار حسن اور عشق ایک ہو گیا۔ راز و نیاز ایک ہو گیا۔ فرشتے سب قائل ہو گئے کہ فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے اور انسان کو محبت کامل دی گئی ہے۔" انسان سے مراد یہاں صرف رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ سے ہے۔ بھائیو اور بہنو جب اس چراغ راہ کو پڑھو تو محبوب خدا پر درود بھیجو۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۴۳

"محبت کی حقیقت تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی۔" (وارثؔ پاک)

غوّاصِ محبت کا اللہ نگہباں ہو
ہر قطرۂ دریا میں دریا کی ہے گہرائی

(اقبالؔ)

محبت کی حقیقت تحریر وتقریر میں نہیں آسکتی۔ بیشک بھلا کس کو تاب ہے کہ وہ محبت کی حقیقت کو قلم یا زبان سے افشا کر سکے۔ ارے نادان، خدا کی تعریف تو محبت کی زبان سے شروع ہوتی ہے۔ اب بھلا خدا کی تعریف کون کر سکتا ہے۔ جب کہ حضرت انسان کو خود نہیں معلوم کر اللہ کی مہربانیاں خود ان کے اوپر کس قدر ہیں۔ جتنی مہربانیوں کا انسان کو علم ہے، اگر ان ہی کرم فرمائیوں کی تعریف کرنے وہ بیٹھ جائے تو انسان خدا کی ایک تعریف کو بھی وضاحت کے ساتھ مکمل طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ پھر بھلا لاحساب تعریف جس کو انسان کی عقل خود نہیں جان سکتی کیونکر اس کی تعریف کر سکتی ہے۔ اس پر اتنی قدرت والے پروردگار کی مکمل تعریف انسان کی محدود عقل سے بہت زیادہ بالاتر ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اس پر بھلا تحریر کی کیا بساط، قلم بھی شطرنج کے گھروں کی طرح اپنے ہجے اور معنی کے دو گھروں کے اندر ہی الجھا پڑا ہے۔ بھلا وہ دین و دنیا کے مالک کی حمد کو کیا قلمبند کر سکتا ہے۔ نہ ہی زبان میں یہ طاقت کہ وہ خدائے لامکان کا مکمل ذکر کر سکے۔ قلم اور زبان خدا کی تعریف کرنے کے ہرگز ہرگز قابل نہیں۔ ایک محدود شے، لامحدود کا سراغ کیسے لگا سکتی ہے۔ ایک قطرہ حقیر ایک سمندر بیکراں کو اپنے اندر کیسے سما سکتا ہے۔ یہ کام کسی اور کا ہے یہی وجہ ہے کہ بندہ نواز وارثؔ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''محبت کی حقیقت تحریر وتقریر میں نہیں آسکتی۔'' یہاں صرف دل کی گہرائی میں فقیر اپنے مالک کی تصویر دیکھ دیکھ کر خود سراپا حیرت کا پتلا بن کر رہ جاتا ہے۔ اس منزل پر نہ تحریر کی ضرورت ہے اور نہ ہی تقریر کی۔ یہاں تو صرف تصدیق کی حکومت ہے اور خاموشی کی ضرورت ہے۔ منزل روحانیت راز میں شروع ہوتی ہے، راز میں پروان چڑھتی ہے اور راز میں ہی کفن اوڑھ کر پیوند خاک ہوجاتی ہے۔ یہاں نہ تحریر کی ضرورت ہے نہ تقریر کی۔ جب روز حشر آئے گا تو اللہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی خود الگ کر کے دکھا دے گا۔ اہل قلم و اہل زبان جب نفسی نفسی کرتے ہوں گے، فقیر مست و بے پرواہ سیر کرتے نظر آئیں گے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۴۴

''جن کو محبت صادق ہے وہ خاموش رہتے ہیں۔'' (وارثؔ پاک)

عزّت ہے محبت کی قائم اے قیس! حجابِ محمل سے
محمل جو گیا عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی، لیلا بھی گئی

(اقبالؔ)

سبحان اللہ کیا خوب جناب جنت مکانی بندہ نواز وارث پاکؒ کی کرم فرمائیاں ہیں۔ کس قدر پیار کے انداز سے فقرا کو سبق روحانیت دے رہے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جن کو محبت صادق ہے وہ خاموش رہتے ہیں''۔ محبت صادق سے مراد ہے اپنے آپ کو بلا شک وشبہ پروردگار عالم کی مرضی کے حوالے کر دینا۔ بس اس منزل پر نہ ضرب لگانے کی ضرورت ہے نہ ہی جنگلوں اور پہاڑوں میں بھٹکنے کی ضرورت ہے۔ انسان دنیا میں رہے، تجارت کرے یا نوکری کرے مزدوری کرے یا ہوائی جہاز چلائے۔ فاقہ کرے یا کارخانہ اور مل چلائے۔ کروڑ پتی ہو یا پدم پتی، فقیر ہو یا سادھو اپنے سارے معاملے کو اللہ کے حوالے کر دے۔ انشاء اللہ بیڑا پار ہے۔ جن کو محبت صادق ہے وہ خاموش رہتے ہیں۔ ان کو پریشان ہونے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ جو قطرہ سمندر سے ملا وہ خود سمندر ہو گیا۔ یہاں صرف تصدیق کامل کی ضرورت ہے۔ ذرّے ذرّے کا بنانے والا اور ان کا حساب رکھنے والا بھلا ایسے قابل، محبت بھرے دل کو کیوں کر فراموش کر سکتا ہے جو اپنا سب کچھ خدا کی محبّت کے حوالے کر کے ایک معصوم بچے کی طرح اپنی بھولی بھالی آنکھوں سے اپنے خدا کے ہر فیصلہ کو خوشنما رنگین کھلونے کی طرح منظور کر لیتا ہے اور راضی رہتا ہے۔ اب مالک چاہے خوش رکھے یا رنجیدہ۔ جن کو محبت صادق ہے وہ خاموش ہی رہتے ہیں۔ بولے وہ فریاد کرے وہ جو اپنے آپ کو خدا سے الگ خیال کرتا ہے اور جو خدا کی محبت میں نچھاور ہوتا ہے وہ فریاد اور شکایت کی منزل سے الگ ہو جاتا ہے۔ محبت بھرا دل خود بادشاہ ہوتا ہے۔ دل کی بادشاہت سب سے بڑی دولت سب سے بڑا سکون ہے پیارے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۴۵

''محبت بھی ایک خدا کا راز ہے۔'' (وارثؔ پاک)

اُس کی نفرت بھی عمیق، اُس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اُس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق

(اقبالؔ)

محبت ہمیشہ دل کی نرمی سے شروع ہوتی ہے اور جب تک دل گداز ہوتا ہے، محبت اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ شیشہ دل میں مسکراتی رہتی ہے۔ جس طرح خدا کو اپنے رسولؐ سے محبت تھی۔ اسی طرح رسول کو اپنے خدا سے محبت تھی۔ محبت کا سلسلہ بی بی آمنہؓ، بی بی فاطمہؓ، بی بی عائشہؓ سے گزرتا ہوا شیر خدا سے آباد ہوتا ہوا سیدنا حضرت حسنؓ اور حسینؓ سے ہو کر شہدائے کربلا سے لے کر فقیر، قطب، ابدال، غوث، مخدوم، زاہد، عابد، مولوی، حافظ، مفتی، موذن، نمازی، متقی، تہجد گزار، فنا فی اللہ سے لیکر فنا فی الرسول تک یکساں آیا ہے۔ فلسفی، موحد، مجذوب جس کے دل کی گہرائی میں دیکھو گے سب کے اندر اللہ اور اللہ کی محبت کے راز والے فلسفہ کو کسی نہ کسی عنوان اور انداز سے کھولتے ہوئے ہی دیکھو گے۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ نواز

وارثؔ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ "محبت بھی ایک خدا کا راز ہے"۔ جہاں یہ راز افشا ہوا نہیں کہ ساری منزلیں طے۔ ساری بے چینی ختم، سارا طوفان خاموش، سارے سوال اپنے آپ جواب کے سمندر میں پگھل پگھل کر روپوش ہو جائیں گے۔

دنیاداری ہو یا روحانیت ہر منزل پر محبت آفتاب کی طرح چمک چمک کر راہ کی تاریکی اور دشواریوں کو محبت کی روشنی میں پیار کی لطافت میں ایک خوشگوار اور وفادار ساتھی بنا کر دنیادار یا روحانیت کے انجان مسافر کو اس کی منزل تک بغیر کسی دشواری کے پہنچا دیتا ہے اور جہاں پیار نہیں وہاں ایمان نہیں۔ جہاں ایمان نہیں، وہاں خدا نہیں اور جہاں خدا الگ ہو جاتا ہے، اس جگہ شیطان کی منزل اجاگر ہو جاتی ہے۔ اس شیطان کی جو خود بھی راندۂ درگاہ ہے اور وہ اپنے ساتھی کو بھی راندہ درگاہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ بھائیو اور بہنو محبتِ خدا کو دل میں جگہ دو تا کہ شیطان تم سے دور رہے۔ (حسینؔ وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۴۶

"رنج پہنچے تو صبر، راحت پہنچے تو شکر کرو۔ کیوں کہ سب خدا کی جانب سے ہے اسباب دنیا کا بہانہ ہے۔" (وارثؔ پاک)

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثلِ نکہتِ گل
ہُوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو

(اقبالؔ)

زندگی کا سفر اول سانس سے لے کر آخری سانس تک بغیر رکے بس چلتا ہی رہتا ہے اور جس دن آخری سانس ختم ہو گئی، انسان اسی جگہ مٹی کا ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ زندگی ایک ایسا خواب ہے جس کو روحانیت والوں کے سوا دوسرا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ یوں تو انگنت جاندار یا جانور پیدا ہو کر زمین، پانی اور ہوا میں سانس لے رہے ہیں مگر حضرت انسان سب جانداروں میں ایک انوکھی فطرت رکھتے ہیں۔ پیدا ہوتے دیر نہیں، طفلی اور نادانی کی دنیا سے عقل کی نگری میں آئے نہیں کہ بس یہ زمین، آسمان، سمندر، پہاڑ، غرض ذرہ سے لے کر پروردگار عالم تک ہر فلسفہ کو منٹوں میں سمجھ لینا اور پھر ان سب طاقتوں پر اپنی کرامت تک دکھا دینا ہی نہیں چاہتے بلکہ اس کام کو اپنی مٹھی میں بند کر لینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت آدمؑ سے بھول جو قائم ہے وہ ہنوز ختم نہیں ہوئی اور پھر ان کی پیدائش ایک قطرہ حقیر و نجس سے رونما ہوئی ہے اور ان کی فنا ایک مٹی کا ڈھیر ہے۔ یہ سب کچھ حقیقت کے رہتے ہوئے بھی حضرت انسان اپنی نادانی اور جلد بازی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے حالانکہ قریب قریب ساری دنیا کے جاندار اپنی حد بندی کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ صرف انسان ہی ایک ایسی جاندار ہستی ہے جو اس کا خیال بہت کم بلکہ بالکل نہیں کرتی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ شیطان اور ابلیس ان کا کٹر دشمن ہے۔ جس نے حد ادب سے گزر کر بغاوت کی اور انسان کی عظمت کو نہ مانا اور پروردگار عالم کے غصہ کا شکار ہوا اس پر بھی اس کی نفرت ختم نہ ہوئی اور قیامت تک کیلئے مہلت لے کر انسانوں کو برباد کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ وہ اپنی ذات اور

رسوائی کا بدلہ روزِ اول سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک کل بنی نوع انسان سے لے رہا ہے اور لیتا رہے گا۔ گنہگار مرد اور عورت گاجر مولی کی طرح اس کے دامِ فریب میں اپنا سب کچھ کھو رہے ہیں اور کھوتے ہی رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بندہ نواز وارث پاک نے فرمادیا ہے کہ ''رنج پہنچے تو صبر' راحت پہنچے تو شکر کرو۔ کیوں کہ سب خدا کی جانب سے ہے، اسباب دینا کا بہانہ ہے'' رنج میں جو لوگ غصہ سے کام لیتے ہیں ان کو ابلیس خدا سے باغی کر دیتا ہے اور کامیابی پر جو لوگ مغرور ہو جاتے ہیں، ان کو شیطان خدا سے غافل کر دیتا ہے۔ یہاں کی دنیا بھی نرالی ہے۔ رنج و راحت ناکامی و کامیابی سب راستے کی دھول اور گرد ہیں۔ مسافر کو صرف اپنی منزل سے غرض رکھنی چاہئے۔ دنیاوی کامیابی یا ناکامی سب بھلاوا ہے۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے سب اللہ واحد کی مرضی سے ہوتا ہے۔ سب خواب ہے سراب ہے۔ سویرا تو اس وقت ہوگا جب آنکھیں کھلیں گی اور ہوش تو اس وقت آئے گا جب حشر کے میدان میں خدا اور بندہ کا واسطہ ہوگا۔ اس وقت ، دودھ اور پانی کا حال معلوم ہوگا۔ آج سے توبہ کرو اور اپنا سارا کام مرضی مولا پر چھوڑ دو۔ تصدیق کے ساتھ اس پر بھروسہ رکھو انشاءاللہ بیڑا پار ہے ہر حال میں شکر ادا کرو۔ یہی فقیری ہے پیارے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۴۷

''خدا کا ملنا تہبند پر موقوف نہیں' طلب صادق ہو تو وہ ہر لباس میں ملتا ہے۔'' (وارث پاک)

نقطۂ پرکارِ حق، مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالَم تمام وہم و طلسم و مجاز

(اقبال)

خدا ہم کو نہیں چھوڑتا ہم ہی خدا کو چھوڑ دیتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ جب سورج کسی کی طرف سے اپنی روشنی کم نہیں کرتا۔ چاند کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ ہوا کوئی بھی جگہ ایسی نہیں جہاں سے اس کا گزر مسلسل جاری نہ ہو۔ غرض ہر چیز اپنی اپنی خدمت بلا امتیاز کرتی جا رہی ہے (سوائے حضرت انسان کے) تو پھر پروردگار عالم کس طرح اپنے بندے سے غافل ہو سکتا ہے انسان تو انسان خدا ذرہ ذرہ کی پکار بالکل قریب سے سنتا بھی ہے اور ذروں کے دلوں میں خود چھپا بیٹھا بھی رہتا ہے خدا کا کھلم کھلا اعلان ہے کہ آگ' پانی اور ہوا کی وسعت بہت بڑی ہے۔ مگر وہ بھی اپنی محدود حد میں قید رہتی ہے۔ آگ پانی میں نہیں رہ سکتی ہے اور پانی آگ کے سینہ میں نہیں آسکتا۔ مگر خدا سب کے دلوں میں بیٹھا سب کی باتیں سنتا رہتا ہے اور جو کوئی جس زبان میں اس پاک بے نیاز سے باتیں کرتا ہے وہ اس کو اسی زبان میں اس کے سوال کا جواب پورا پورا دیدیتا ہے۔ اور اس کی عقل اور طاقت کے مطابق اس کو ہدایت بھی کرتا رہتا ہے۔ اب عمل یا غفلت یا بے

خبری انسان کے اختیار میں ہے۔ذات باری نسان کو صرف اس کے کئے کی سزا دیتا ہے اور صراط مستقیم پر چلنے والوں کو انعام بھی خود ہی عنایت فرماتا ہے۔وہ منصف ہے اس کا کام انصاف ہے۔کیا خوب بندہ نواز وارث پاک فرماتے ہیں کہ ''خدا کا ملنا تہبند پر موقوف نہیں۔'' جتنا ہی خدا انسان کو پیار کرتا ہے اتنا ہی انسان گمراہ ہوتا رہتا ہے۔کبھی بن کر بگڑتا ہے اور کبھی بگڑ کر بنتا ہے۔نتیجہ تقریباً صفر ہی تک ہو جاتا ہے۔وہ تو خیر ہوئی کہ فقیروں کی ہی تعداد ایسی ہے جو برائی کے مقابلہ میں نیکی اور عبادت کا پلہ بھاری کر دیتے ہیں ورنہ دنیا کو غرق آب ہونے میں پل بھر کی مہلت کافی تھی۔فقیری دل سے ہے،لباس سے نہیں۔عمل نیک سے ہے شیریں زبان سے نہیں،طالب صادق سے ہے خرقہ توشی سے نہیں،حضور قلب سے ہے نشان جبیں سے نہیں۔اسی لئے بندہ نواز وارث پاک فرماتے ہیں کہ جو جس طرح نیکی کے راستے خدا کو پانا چاہتا ہے پاسکتا ہے۔وہ ہر لباس میں ملتا ہے اور ہر جگہ ملتا ہے۔ضرورت صرف طلب صادق کی ہے یہاں مذہب وملت کی قید نہیں۔خدا اور بندہ کا رشتہ بندگی سے ہے۔رنگ،روپ اور لباس پر موقوف نہیں۔بھائی اور بہنوں' لباس ظاہر کو چھوڑو اور اپنے آپ کو لباس باطن سے آراستہ و پیراستہ کرو۔انشاءاللہ کامیاب اور بامراد ہوگے۔(حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۴۸

''اکثر تہبند مرحمت فرماتے وقت یہ بھی فرمایا کہ لو یہی لباس زندگی ہے اور یہی کفن ہے اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ فقیر مر جائے تو اسی تہبند میں لپیٹ کر دفن کردو۔یہی اس کا کفن ہے(اور اکثر اس حکم کو اور وضاحت سے فرمایا ہے) کہ فقیر کا جہاں انتقال ہو وہیں دفن کردے اور مجبوری سے دوسری جگہ دفن کرنا ہو تو پلنگ پر نہ لے جائے اور کفن میں تہبند دے کر دفن کر دے۔''(وارث پاک)

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری

(اقبال)

یہ سبق آسمان کو چھو دینے والے عالم باعمل تہبند پوش کی طرف خصوصیت کا درجہ رکھتا ہے۔ان قابل فخر وارثی بھائی اور بہنوں کیلئے جو سوائے اللہ کے تمام ماسوا کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے ہوں۔وہ جن کا رتبہ صحیح معنوں میں تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ جلوہ گر ہو چکا ہو ان خاص برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں یا ان کو از خود تہبند دیتے وقت حضور پاک ارشاد فرماتے تھے کہ ''لو یہی لباس زندگی ہے اور یہی کفن۔سبحان اللہ کیسی کیسی جلیل القادر ہستیاں ہوں گی جن کو بندہ نواز اپنی زبان مبارک سے فرماتے ہوں گے کہ لو یہی لباس زندگی ہے اور یہی کفن ہے۔ان کو معلوم تھا کہ یہ پروانے سچے عاشق اللہ ہیں۔

یہ وہی کریں گے۔ جس کا ان کو حکم ہو رہا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایسے نیک اور جید فقیر مر جائیں تو ان کو اسی تہبند میں لپیٹ کر دفن کر دو۔ یہ تہبند اس کا کفن ہے اور آپ نے یہ بھی فرما دیا کہ فقیر کا جہاں انتقال ہو جائے اس کو وہیں دفن کر دو۔ جس طرح عطر جہاں گر جائے اس کو معطر کر کے رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح جس جگہ پر فقیر بیٹھ کر اپنی فقیری کی سخت عبادت کو شروع سے لے کر آخر تک پورا کرتے ہیں۔ اس جگہ کو خدا خاص رتبہ بخش دیتا ہے۔ قیامت کے دن جگہ خود اپنی کامیابی پر جھلملاتی دکھائی دے گی اور اگر کسی طرح کی مجبوری آن پڑے تو مریدوں کو ضد سے کام نہ لینا چاہئے بحالت مجبوری بھی اگر فقیر کو اٹھانا پڑے تو پلنگ یا ڈولے کا کوئی خاص انتظام نہ کرے۔ خاکساری فقیر کا راز ہے۔ خاک سے پیدا ہو کے خاک کے پتلے بنے اور پھر خاک میں ہی پیوست ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں دھوم دھام بالکل نہیں کرنی چاہئے۔ زیادہ تر خدا کے برگزیدہ فقیروں کو چادر کے اوپر رکھ کر لے جاتے ہیں یا پھر کچے بانس کی چوکی بنا کر اس پر اٹھاتے ہیں اور کفن کے ساتھ تہبند دیکر دفن کر دیتے ہیں۔ فقیر وہی ہے جس کے روز اوّل اور روز آخر میں کوئی فرق نہ ہو۔ وارثی بن کے زندہ رہنا آسان ہے مگر موت کی آخری ہچکی تک وارثی رضا تقدیر والوں کو میسر ہوتا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۴۹

"(بکمال صراحت تہبند پوش سے مخاطب ہو کر فرمایا) کہ ٹوپی اور جوتا تو فقط آرام کیلئے پہنتے ہیں اور فقیر کو آرام و تکلیف برابر ہے (اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ) ٹوپی اور جوتا جس طرح دنیا دار کیلئے ضروری ہے اسی طرح فقیر کے واسطے جھگڑا ہے (اور یہ بھی فرمایا کہ) ادب یہ ہے کہ راہ طلب میں فقیر ننگے سر اور ننگے پاؤں۔ (اور اکثر ارشاد ہوا کہ) فقیر کو زینت سے کیا کام (اور یہ تو متواتر سرکار نے فرمایا کہ) ہم نے ٹوپی بھی دیدی اور جوتا بھی پھینک دیا۔" (وارثؔ پاک)

میں اُن کی محفلِ عشرت سے کانپ جاتا ہُوں
جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے

(اقبالؔ)

ٹوپی اور جوتا جس طرح دنیا دار کیلئے ضروری ہے، اسی طرح فقیر کیلئے جھگڑا ہے۔ ٹوپی' جوتا' ٹیکا' پگڑی سے ذات پات کا بھید بچار ظاہر ہوتا ہے۔ سچا فقیر اور کامل سادھو وہی ہے جو ذات پاک کی تنگ دلی میں نہ پھنسے۔ سارا مذہب' سارا دھرم اچھی باتیں بتاتا ہے۔ اچھے وہی لوگ ہیں جو اپنے دھرم پر قائم رہتے ہوئے بھی دوسرے مذہب' دوسری نسل کے لوگوں کے ساتھ بھائی چارہ کا سلوک اور دوستانے کا بے لوث ہاتھ بڑھائیں۔ ٹوپی جوتا' بناؤ سنگار سے فقیر کو کیا کام۔ مولا کی تلاش کرنے والے ہمیشہ دل و جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ بندہ نواز وارثؔ پاک فرماتے ہیں کہ راہ طلب میں فقیر ننگے

سر اور ننگے پاؤں ہو۔ فقیر کو زینت سے کیا کام۔'' یہی وجہ ہے کہ چاند کی روشنی ہو یا سورج کی چمک، مگر دن ورات بندہ نواز وارثؔ پاک کے چاہنے والے ہر آن بڑھتے جارہے ہیں۔ بندہ نواز کامل فقیر تھے اور عامل رہبر۔ جن کی رہبری قیامت تک وارثیوں کیلئے چراغ راہ بنی رہے گی۔ وارث علی شاہ قدس سرہٗ کی شان بابرکت کا یہ بھی ایک کھلا اعجاز ہے کہ چراغ وارث کے ان گنت پروانے بغیر امتیاز ذات و پات، مذہب وملت، رنگ وروپ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے بھی سچے وارثی کی حیثیت سے خدمت خلق انجام دے رہے ہیں۔ یہاں پر ٹوپی اور جوتے سے مراد ذات پات بھید، بچار کو ختم کر کے محبت کے پرچار پر قائم رہنے کی دلیل ہے۔

سچا طالب مولا وہی ہے جو اونچ ذات، نیچ ذات کے جھگڑے کو ختم کر کے محبت و پیار کا سبق پڑھائے۔ جس کا ثبوت ہمیں بندہ نواز کی زندگی کے سنہرے اوراق اور ان کی رہبری کے سنہرے نشان سے ملتا ہے۔ قابل احترام فقیر یا سادھو ہی ہیں جو ٹوپی جوتے کے قید سے نکل کر انسان تو انسان جانوروں کے دل میں بھی پیار اور محبت بن کر سما جائے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵۰

''ہم تکیہ کو پسند نہیں کرتے فقیر کو تکیہ کی ضرورت نہیں فقیر کا تکیہ اللہ پر ہو تو وہ فقیر ہے۔ ہم نے کبھی تکیہ نہیں رکھا۔''

(وارثؔ پاک)

خاک بازی وسعتِ دنیا کا ہے منظر اسے
داستاں ناکامیِ انساں کی ہے ازبر اسے

(اقبالؔ)

تکیہ کے معنی سہارا ہے۔ فقیر درحقیقت ایک طوفان ہے مگر وہ طوفان کس کام کا جو کسی بھی شے میں بند کر دیا جائے۔ مقید طوفان اور راستے کے دھول میں کیا فرق۔ دھول بغیر ٹھوکر یا بغیر ہوا کے اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی۔ ٹھیک اسی طرح مقید طوفان بھی جب تک کہ قید میں ہے وہ اپنی جگہ سے رواں نہیں ہو سکتا۔ ہمارے بہت سے احرام پوش بھائی بھی طرح طرح کا تکیہ اپنی فقیری کے درمیان رکھتے ہیں اور یہاں بندہ نواز نے صاف صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ ''فقیر کا تکیہ اللہ پر ہو تو وہ فقیر ہے۔ مگر ہمارے بہت سے وارثی بھائی احرام اور مرقع میں اس میں الجھ جاتے ہیں کہ ان کو تکیہ اور شرک میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا۔ بندہ نواز فرماتے ہیں کہ ہم تکیہ کو پسند نہیں کرتے۔ فقیر کو تکیہ کی ضرورت نہیں۔ فقیر کا تکیہ اللہ پر ہو تو وہ فقیر ہے۔ ہم نے کبھی تکیہ نہیں رکھا۔''

خصوصاً احرام پوش اور عموماً وارثی بھائی بہنوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ حضور بندہ نواز وارث علی شاہ

قدس سرہ' کا مرقع جہاں کہیں بھی رکھیں مرقع کے اوپر سنہرا وارثی رنگ کا بڑا سا غلاف ضرور چڑھا کر رکھیں یا ایک بڑے سے کپڑے کو مرقع میں باندھ دیں تا کہ کسی راہ گیر یا کسی بھی مرد عورت کی نظر نہ پڑتی رہے۔ وارثیوں کے مرقع رکھنے پر بہت سے مولویوں سے جنگ ہو چکی ہے اور مرقع رکھنے کی کیا وجہ ہے یہ ہر طرح ثابت کر دیا گیا ہے پھر بھی مرقع پر غلاف یا کپڑے کا ہونا از حد ضروری امر ہے۔ محبت اور شرک کا مکمل خیال رکھو اور خبر دار شرک مت کرنا، یہ گناہِ عظیم ہے۔ ہر حال میں فقیروں کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ جس کا سہارا یا تکیہ اللہ کے سوا دوسرے پر ہو تو وہ فقیر ہو ہی نہیں سکتا۔ احرام باندھنا آسان ہے مگر احرام کی اہمیت کی مانگ کو پورا کرنا، ہر احرام پوش کا کام نہیں۔ احرام باندھ لینے کے بعد اور بھی احکام شریعت کی پابندی مکمل طور سے لاگو ہو جاتی ہے۔ لازم ہے کہ ہر احرام پوش اپنے نیک عمل اور پابندی شریعت سے قابل احترام اور قابل تحسین ہستی ہو جائے۔ اگر احرام باندھنے کے بعد بھی احکام شریعت اور ارشادات وارثؔ پاک کا پورا پورا عامل اور پابند نہیں ہو سکتا تو اسے احرام نہ باندھنا چاہئے۔ خرقہ یا احرام اصل چیز نہیں ہے۔ یہ ظاہری لباس ہے۔ اصل چیز لباس دل ہے اور لباس دل کی زینت تکیہ اللہ ہے۔ اس کا زیور احکام شریعت کی پابندی ہے اور اس کی آرائش محبت اور پیار ہے۔ بس ہر فقیر اور احرام پوش اور ہر وارثی کو چاہئے کہ اس ارشاد کو از بر کر لیں۔ ''ہم تکیہ کو پسند نہیں کرتے۔ فقیر کو تکیہ کی ضرورت نہیں۔ فقیر کا تکیہ اللہ پر ہو تو وہ فقیر ہے ہم نے کبھی تکیہ نہیں رکھا۔'' (حسینؔ وارثی)



چراغِ راہ نمبر ۲۵۱

''فقیر اسی پر قناعت کرے جو بے طلب غیب سے اس کو پہنچے۔'' (وارثؔ پاک)

گراں ہے چشمِ بینا دیدہ وَر پر
جہاں بینی سے کیا گزری شرر پر!
نظر، درد و غم و سوز و تب و تاب
تُو اے ناداں، قناعت کر خبر پر

(اقبالؔ)

جس طرح ہر ذی روح کیلئے سانس لینا ضروری ہے اور ہر سانس کیلئے خدا نے ہوا کو اس کیلئے مستعد اور تیار رکھا ہے۔ سانس لینا ایک مقررہ وقت کے بعد ختم ہو جاتا ہے مگر ہوا روزِ اوّل سے لے کر روزِ اجل تک، یہاں تک کہ روزِ آخر تک ختم نہیں ہو سکتی۔ بالکل اسی طرح ہوا' پانی اور رزق ہر جاندار کیلئے خدا نے اس کی پیدائش سے پہلے بندوبست کر رکھا ہے۔ تا

ممکن ہے کہ انسان زندہ رہے اور اس کو ہوا پانی اور رزق نہ ملے۔ مگر مندرجہ ذیل اشارہ میں ایک بہت ہی باریک نقطہ کو بندہ نواز نے اجاگر کر کے رکھ دیا ہے۔ روحانیت کے پروانوں اور متوالوں کو بالخصوص بہت ہی غور وفکر اور ٹھنڈے دل سے اس اشارہ کو ذہن نشین کر لینا چاہئے اور اس پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اس میں فقیر کی ایک اہم منزل کا راز پوشیدہ ہے اور جو اس ارشاد کا پابند تصدیق کے ساتھ ہوگا۔ وہ طالب مولا میں اپنے آپ کو ایک سکون کی منزل پر پائے گا۔ بندہ نواز فرماتے ہیں کہ فقیر اس پر قناعت کرے جو بے طلب غیب سے اس کو پہنچے۔ خداوند کریم مانگ اور دین کا مقید نہیں۔ وہ تو صرف بخشا جانتا ہے اور ایک بھی انسان دنیا میں ایسا نہیں جو خدا کی دولت سے مالا مال نہ ہو۔ مگر کمال ہے شیطان اور ابلیس کا کہ جو جتنی صلاحیت اور خوبیوں کا مالک ہوگا، وہ اتنا ہی بدنصیب تقدیر کا ہٹیا اور پراگندہ حال ہوگا۔ با کمال انسان فاقہ مست راستے پر گھومتا ملے گا اور جن میں کوئی خوبی نہیں وہ زیادہ تر کامیابی کی منزل پر حکمرانی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ہنر مند ناکام راستے پر اور بے ہنر کامیابی کے تخت پر زیادہ تر دکھائی دیتے ہیں اس کی وجہ تم جانتے ہو کیا ہے اور اس اندھیرے سے صاف بچ نکلنے کا راستہ کہاں ہے؟ اس کا راستہ اسی راستے میں ہے کہ فقیر اسی پر قناعت کرے جو بے طالب غیب سے اس کو ملے۔ میں نے اپنی زندگی میں ان گنت ایسے ایسے انسان دیکھے ہیں کہ خدا نے ان کو ایسی ایسی خوبی غیب سے عطا کر رکھی ہے کہ اگر وہ اس سے کام لیتے تو ساری دنیا میں مشہور ہو جاتے۔ مگر میں نہ ہمیشہ ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ قدرت کی طرف سے بخشی ہوئی عنایت کو اس بری طرح پامال کرتے ہیں جیسے یہ خوبی بھی ان کو گوارا نہیں اور جو چیز کہ ان کے اندر نہیں ہے، وہ اسی لاحاصل منزل کی تلاش میں ساری زندگی اور پورے خاندان کو برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اچھے سے اچھا گویا' کاریگر' شاعر' ادیب' تاجر اور ملازم پیشہ' غرض دنیا میں جو بھی آدمی سانس لے رہا ہے، سب کے اندر خدا نے ایک خاص صفت دے رکھی ہے۔ اگر وہ بے طلب خدا کی دی ہوئی نعمت کو کام میں لائے اور حرص و ہوس کے دام فریب میں نہ آئے تو وہ ایک کامیاب اور بامراد انسان ہوگا۔ اس کی جگہ نکمے اور غلط لوگ کامیابی کی کرسی پر ہرگز ہرگز نظر نہ آئیں گے۔ کوشش کرنے سے کچھ نہیں ملتا۔ دنیا کی ہر چیز وہبی ہے۔ اس میں کسب کو دخل نہیں۔ ہر چیز اپنی فطرت کی طرف لوٹتی ہے۔ ہوا کے رخ کے خلاف اگر چلو گے تو ضرور گرو گے۔ پس ہوا کے رخ پر چلو۔ اپنی فطرت پر چلو' اپنی وہبی طاقت پر چلو' کامیابی تمہاری مٹھی میں ہے۔ پس لازم ہے کہ فقیر اسی پر قناعت کرے جو بے طلب غیب سے اس کو پہنچے۔ فقیر فطرت کا ایک حکیم ہے، ایک رہنما ہے۔ اگر رہنما اور حکیم ہی غلط ہو تو عوام کا ٹھکانہ کہاں؟ اس لئے فقیر کیلئے ضروری ہے کہ وہ وارث پاک کے اس ارشاد پر پوری طرح عمل کر کے عوام کیلئے چراغ راہ بنیں۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵۲

''کہیں رہو خدا ضرور رزق پہنچائے گا۔'' (وارث پاک)

کیا مَیں نے اُس خاک داں سے کنارا
جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ

(اقبالؔ)

یہ تمام اشارے فقیروں کیلئے خصوصیت کا درجہ رکھتے ہیں بڑی سے بڑی عبادت، گھور سے گھور تپسیہ کرنے کے بعد مونچھ داڑھی سفید ہو جانے کے بعد بھی، روزہ نماز کے پابند اور نیک عمل ہونے کے بعد بھی زر، زن، زمین کی چکردار بھنور کو شکست فاش دینے والے بہادر بھی، کھانے پینے کی فکر اور تردد میں اس درجہ گر جاتے ہیں کہ فرشتے اور جناتوں کے دل بھی ہل جاتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑتے ہیں۔ بہت سے فقیر تو ایسے جید اور فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں کہ جنات بھی ان کی امامت میں اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ وہ ایک پھونک کے ساتھ، ایک نظر کے اشارے سے کیا سے کیا کارنامہ رونما کر کے رکھ دیں، اس قسم کے فقیروں کے جسم میں فرشتوں جیسی ہستیاں پوشیدہ رہا کرتی ہیں۔ مگر فکرِ معاش اور فکر روزگار کے سنہرے جال میں پھنس کر اپنی ساری زندگی کی عبادت کو وہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے ایسے ذلیل اور ایسے ایسے بے ایمان انسانوں کے دسترخوان پر جا کر یہ لوگ اپنی بھوک بجھا لیتے ہیں کہ بھوک کے بجھنے کے ساتھ ساتھ ان کی روحانیت کی قیامت تک نہ بجھنے والی شمع بھی بجھ کر خاموش ہو جاتی ہے۔

یاد رہے کہ حق نمک اپنا بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔ بھوک کی شدت جب تیز ہوتی ہے تو جسم کے رواں رواں میں احساس پیدا ہو جاتا ہے اور جہاں پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا نہیں کہ روئیں روئیں سے دعا نکل پڑتی ہے۔ اس دعا میں دماغ کو کوئی دخل نہیں۔ یہ کام دل کی انتہائی سکون والی منزل سے خود بخود ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ گھر آئے ہوئے دشمن کو بھی دعوت دینی اور عزت کرنی چاہئے۔ چور، ڈاکو، ذلیل یا گداگر جو بھی کسی غیر جگہ اپنا پیٹ بھرے گا وہ ضرور اس گھر یا اس آدمی کا احسان مند ہو جائے گا۔ جو اس کو کھانا روٹی پیش کرے گا۔ یہ قدرتی امر ہے اس میں شک کی گنجائش نہیں اس لئے خاص طور پر سے فقیروں کو چاہئے کہ اپنا پیٹ بھرنے کیلئے اپنی محنت، مزدوری سے روٹی کمائے اور کبھی بغیر سمجھے نادانی سے کسی غیر کے یہاں روٹی نہ کھائے۔ اس بات کا یقین کر لے وہ جہاں بھی اور جس منزل پہ بھی رہے گا، اس کو کھانا ضرور ملے گا۔ صرف اپنی مزدوری اور محنت سے اس کو جائز کر کے کھائے۔ کبھی گداگر کی طرح سوال اور بھیک کی زندگی پر نہ چلے۔ یہی سب سے بڑی پیروی رسول ﷺ ہے۔ رسول ﷺ پاک نے ہمیشہ محنت کر کے اپنی روزی آپ کمائی ہے اور فقراء زیادہ تر دوسرے کی کمائی پر زندگی گزارنا چاہتے ہیں، ایسا نہ ہونا چاہئے یہ بدترین کمزوری ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵۳

''فقیر وہ جو کل کیلئے نہ رکھے۔'' (وارثؔ پاک)

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوّتِ حیدری

(اقبالؔ)

یہاں فقیر سے مراد انسان سے لی گئی ہے، صرف فقراء ہی نہیں۔ طاقت اور کمزوری دونوں قابل رحم منزل ہے ۔ بظاہر کمزوری پر آدمی گھبرا جاتا ہے مگر ظاہر کی کمزوری کوئی طاقت نہیں رکھتی۔ وہ خود بخود ختم ہو جاتی ہے اور آدمی کو محسوس تک نہیں ہوتا۔ دنیا میں سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ یکا یک کسی کے گھر میں آگ لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے باپ دادا کی رکھی اور رکھائی چیزیں جل کر خاک کا ڈھیر ہو جاتی ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ یہی نا کہ دو ایک روز رو دھو کر نقصان اٹھائے ہوئے مرد یا عورتیں جلے ہوئے کوئلے والے گھر کو پھر از سر نو آباد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ گھر اس طرح آباد ہو جاتا ہے کہ پرانی آتشزدگی کے بارے میں خود نقصان اٹھانے والا اس طرح ہنس ہنس کر بیان کرتا ہے جیسے آگ لگی نہیں ہو۔ بلکہ اہل خانہ کسی گزرے ہوئے دلچسپ مذاق کا تذکرہ کر رہے ہوں۔ موت اور زندگی کے بارے میں یہاں کوئی غرض نہیں کیونکہ جو چیز برحق ہے اور سب پر گزرنے والی ہے۔ وہ نقصان کے پہلو میں ہرگز نہیں لائی جاتی۔ یہاں اشارہ مالی نقصان کی طرف ہے۔ یہ نقصان خواہ کسی عنوان سے ہو۔ مگر انسان آہستہ آہستہ پھر اپنی کھوئی ہوئی منزل کو کسی نہ کسی عنوان سے حاصل کر ہی لیتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ جو آج مجبور ہے وہ کل مجبور ہے۔ مگر بندہ نواز وارثؔ پاک کا ارشاد ہے کہ ''فقیر وہ جو کل کیلئے نہ رکھے''۔ یہ وہ نسخہ کیمیا ہے کہ اس کی ایک مکمل توجہ پر اس موجودہ دنیا سے ہاہا کار، پریشانی، بے کاری، تباہی، ابتری مکمل طور سے نیست و نابود ہو کر رہ جائے گی۔ برخلاف اس کے فی زمانہ کیا ہو رہا ہے؟ بڑی سے بڑی حکومت یہی چاہتی ہے کہ ساری دنیا کی دولت اور خزانہ ہمارے پاس آ جائے پھر ہم اس کو قیامت تک کیلئے اپنے پاس قید کر لیں۔ بڑے سے بڑا بادشاہ یہی چاہتا ہے کہ میں ساری دنیا کا بادشاہ ہو جاؤں۔ بڑے سے بڑا تونگر یہی چاہتا ہے کہ سب گداگر ہو جائیں اور میں خوشحال رہوں۔ بڑے سے بڑا تاجر یہی چاہتا ہے کہ ساری دنیا کا سارا غلہ، کپڑے اور انسانی ضروریات زندگی کے سارے سامان میرے گودام میں بھر جائیں اور میں اس کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کروں۔ غرض دنیا کے حریص اور لالچی انسان کی یہی خواہش ہے کہ دنیا کی جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ سب کی سب ایسے ہی لوگ استعمال میں لائیں اور آرام حاصل کریں اور دوسرا کوئی اپنا حق بھی نہ مانگے۔ اس وحشیانہ پاگل پن کا نتیجہ یہی ہے کہ ساری دنیا میں انسانوں کے کام اور ضرورت کی چیزیں اور غذا پر قبضہ رکھنے والے اس کو رکھے رکھے سڑا دیتے ہیں یا رکھے رکھے جام کر دیتے ہیں مگر آدمی کو آدمی کی چیزیں نہیں ملتی۔ حالانکہ اگر وارثؔ پاک کے مشورے پر دنیا چلے تو روئے زمین پر ایک بھی آدمی ننگے جسم، خالی پیٹ اور سڑکوں اور درختوں کے نیچے سویا ہوا نہیں ملے گا۔ خدا نے انسان کو جنم دینے سے پہلے اس کے رہنے، کھانے پینے کی چیزیں

بھیج دیتا ہے۔ یہ حضرت انسان کا پاگل پن ہے کہ وہ صرف کل کے خوف سے اتنی نعمتوں کو رکھے رکھے خراب کر دیتا ہے کہ اگر ضرورت ہوئی تو کہیں ہمیں تکلیف نہ ہو جائے۔ صرف اس واہی خوف کی وجہ سے آج دنیا میں زیادہ تر انسان حیوان سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں اور امیر لوگ چوروں کی طرح نعمتوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔ نہ خود کھاتے ہیں اور نہ ہی کسی کو دیتے ہیں۔ اس پاگل پن کی وجہ سے ان گنت لوگ سسکتے ہوئے مر رہے ہیں۔ اس کا واحد علاج یہی ہے کہ اللہ پر بھروسہ رہے اور کل کی فکر چھوڑ کر اپنے لئے کچھ نہیں رکھے کیونکہ ہزار برس گزر سکتا ہے مگر کل ختم نہ ہوگا۔ زندگی کا ایک منٹ کا جب بھروسہ نہیں تو کل تو قیامت کے برابر ہے۔ اتنی بڑی تصدیق اور اتنا بڑا یقین کا پیدا کرنا یا ہو جانا آسان کام نہیں۔ یہ فقیر کا کام ہے کسی اور کا حصہ نہیں۔ اسی لئے بابا حضور وارثؔ پاک فرماتے ہیں کہ ''فقیر وہ جو کل کیلئے نہ رکھے۔'' (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵۴

''فقیر تصدیق کے بعد مستغنی ہو جاتا ہے۔'' (وارثؔ پاک)

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلّی میں
کہ پایا میں نے اِستغنا میں معراجِ مسلمانی

(اقبالؔ)

بندہ نواز کے نام پر صدقہ اور قربان ہو جانا چاہیئے، آپ پکار پکار کر جگا رہے ہیں کہ فقیر تصدیق کے بعد مستغنی ہو جاتا ہے۔ صرف تصدیق اور کامل یقین ہی فقیر کی سب سے بڑی عبادت ہے، سب سے بڑا چلّا ہے۔ نہ غار میں بیٹھنے کی ضرورت ہے، نہ ہی بھوکے پیاسے مارے مارے پھرنے کا کام۔ صرف مکمل تصدیق کر لو کہ جو بھی ہوگا وہ منجانب اللہ ہوگا اور اللہ کے کام میں اپیل کی گنجائش نہیں۔ یاد دہانی، غور اور بحث تو کمی اور کمزوری پر ہوتی ہے۔ اللہ اپنے کام میں مسلسل لگا ہوا ہے۔ اس کے سامنے ذرہ اور پہاڑ میں کوئی فرق نہیں۔ وہ کہنے اور سننے کی منزل سے بے پرواہ اور بے نیاز ہے۔ نہ کہنے سے اس کو اثر ہوتا ہے اور نہ ہی خاموش رہنے سے اس کے فیصلہ یا نظام قدرت میں کوئی فرق آتا ہے۔ اللہ نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ میرے فیصلہ پر فرشتے پَر نہیں مار سکتے تو انسان کی کیا بساط۔ میرا فیصلہ ٹھیک وقت پر ہوتا ہے۔ میرے فیصلہ میں مکمل انصاف ہے۔ یہاں تاخیر کی گنجائش نہیں۔ بس یہاں فقیروں کی آمین ثم آمین کے سوا اور کوئی عبادت نہیں۔ فقیر کا فرض صرف اتنا ہے کہ وہ خود نیک عمل رہے اور اپنے مریدوں کو بھی محنت مزدوری کر کے روٹی کھانے اور نیک چلن ہونے کی تلقین کرے۔ کلام پاک صرف زبانی یاد کرنے پڑھنے یا گلے بازو میں لٹکانے کیلئے خدا نے نہیں بھیجا ہے۔ یہ کتاب ہدایت سارے انسانوں کیلئے عمل چاہیے قول نہیں۔ فقیر خود بھی عمل کریں اور اپنے مریدوں کو بھی عمل کرنے کی ہدایت کریں پھر

دیکھیں کہ فقیر تصدیق کے بعد مستغنی کیسے نہیں ہوتا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵۵

''اہل تصدیق کسب نہیں کرتے۔'' (وارثؔ پاک)

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

(اقبالؔ)

کسب جھوٹ کو کہتے ہیں، فریب کو کہتے ہیں، بناوٹ کو کہتے ہیں۔ کسب زیادہ تر فقیروں کی مجلس میں ملے گا اور تجارت پیشہ پیروں کے یہاں روزی کا واحد سہارا یہی ہوتا ہے۔ ڈھونگی پیر اور ذلیل مُلّا نہ صرف خود ہی کسب سے کام لیتے ہیں بلکہ وہ بہت سے تنخواہ دار مریدوں کو شہر میں امیروں اور ضرورت مند انسانوں کے پاس روانہ کرتے ہیں اور وہ شیطان زادے تنخواہ دار مرید ایسے نیچ اور کمینے ہوتے ہیں کہ کسبی اور ڈھونگی فقیر کی ایسی ایسی بچی اور تلی ہوئی تعریف کا پل باندھتے ہیں، معجزت اور کرامات کی عینی شہادت پیش کرتے ہیں، مصیبت زدہ مرد اور عورتوں کی کمزوریوں پہ دہکتی ہوئی آگ کو اس عیاری اور مکاری سے اور بھی زیادہ بیتاب کرنے کیلئے ایسی ایسی تعریف بیان کرتے ہیں کہ ضرورت مند اور غرض کا مارا انسان دیوانوں کی طرح پیر کے جال میں پھنس جانے کو گھر سے چل کر ان کے جال فریب میں کود جاتے ہیں۔ اور پھر کسبی فقیر اور ملا غریب مرد اور عورت اور بوڑھوں کو اس طرح لوٹتے ہیں کہ کبھی کبھی شیطان بھی شرمندہ ہو کر اپنا منہ چھپا لیتا ہے۔ زیادہ تر کسبی فقیر کے دلال بالکل پیر کے اردگرد ہی مکان کے دروازے پر یا پیر کے محلّہ یا گلی میں ہی پھرتے ہیں اور پریشان حال لوگوں سے ان کی تکلیف معلوم کرنے کے بعد کسبی فقیر یا پیر کو لکھ کر یا زبانی پہلے سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس مصیبت زدہ انسان کو پیر کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ حجرے میں داخل ہوئے نہیں کہ شیطان بھی بڑے پیر غیب کی باتیں بتانا اور خود کو جبرئیل کا ساتھی ثابت کر ہی دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نیچ انسان زندگی، معصوم اور مصیبت زدہ ان گنت لوگوں کو دامے، درمے، سخنے ہر ہر قرینہ سے لوٹتا ہی رہتا ہے۔ ان لوگوں کی ذرا سی خودغرضی اور کمینہ پن سے سارا اسلام برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ بزرگوں نے اور اولیاء کرام نے جس سچائی کا محل اپنی زبردست عبادت اور پہاڑ جیسی نیکی اور قربانیوں کے سہارے بنایا تھا، ان کی جڑیں ان ہی ڈھونگی اور کسبی فقیر یا پیر کے ہاتھ ہل گئیں۔ بنا بنایا وقار اور شان بدنامی اور نفرت کے حوالے ہو گیا۔ ان مجرموں نے اسلام کے ساتھ ایسی غداری کی ہے کہ اس کی چمکتی ہوئی سچائی پر کسب کی ایسی بھیانک اور ناپاک چادر اوڑھانی چاہی ہے کہ الاماں، الحفیظ۔ یاد رہے کہ اسلام، قرآن، حدیث، رسول ﷺ اور خدا سے غداری، صرف

کسبی اور ڈھونگی فقیر، ملا اور مولویوں نے کی ہے۔ وہبی اور اہل تصدیق فقیر اور پیر کا دامن بالکل بے داغ بلکہ ہیرے اور لال کی طرح درخشاں ہے۔ اللہ اپنا قہر صرف ان ہی کسبی او ڈھونگی فقیروں اور پیروں پر نازل کرے گا۔ جسمانی اور اخلاقی مجرموں کی بخشش شاید ہو بھی جائے گی مگر ان کی بخشش غیر ممکن ہے۔ غیر ممکن ہے۔ غیر ممکن ہے۔ اگر فلاح اور نجات چاہتے ہو تو کسب چھوڑ دو۔ اہل تصدیق کسب نہیں کرتے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۲۵۶

''جو خدا کو پہچانتے ہیں وہ بندوں کی پرواہ نہیں کرتے۔'' (وارثؔ پاک)

بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے تُو نے اے واعظ!

خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے

(اقبالؔ)

اس اشارے کی اہمیت آپ کو اس وقت سمجھ میں آئے گی جب آپ اس ٹکڑے کو اور اس ارشاد وارثؔ پاک کو ذرا بدل کر پڑھئے گا۔ تب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جنت اور جہنم میں کیا فرق ہے۔ جنت میں کتنا سکون ہے اور جہنم کی آگ اور اس کی تپش میں کتنا بڑا خدا کا قہر ہے۔ بندہ نواز وارثؔ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو خدا کو پہچانتے ہیں وہ بندوں کی پرواہ نہیں کرتے'' اس ارشاد کو آپ یوں پڑھئے کہ جو بندے کو پہچانتے ہیں وہ خدا تک ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ آپ ان لوگوں کی طرف ہرگز ہرگز نہ دیکھئے جو گنہگار، بدچلن یا گندے ہیں۔ وہ تو کسی طرح بھی خدا کو پہچان ہی نہیں سکتے۔ اگر ان کو خدا کا خوف ہوتا ہے تو وہ کبھی شراب پی کر بدمست ہو کر خاندان کی ترقی پر اپنے ہاتھوں سے کلہاڑی نہیں مارتے۔ وہ دن رات، غنڈہ گردی اور آوارہ بن کر انسان کی انسانیت سے ہولی نہیں کھیلتے۔ دنیا میں چند ہی ایسے غنڈے اور بدمعاش ہوں گے جو کسی غریب، بے کس، کمزور اور تقدیر کے ستائے سفید پوش کی مدد دل و جان سے کرتے ہیں۔ غنڈے اور بدمعاش زیادہ تر شریف لوگ شریف ماں، بہنوں کی عزت سے اس طرح کھیلتے ہیں جیسے مجبور کے دکھے ہوئے دل میں ٹھوکر مارنے سے ان کو از حد لطف اور مزہ آتا ہے۔ اگر غلطی سے کوئی کسی غریب اور سفید پوش کے کام آ جائے تو ایسے واقعات ایک تقدیری امر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اگر صحیح معنوں میں غنڈے اور بدمعاش کمزور کا ساتھ دے کر طاقتور کو شکست دیدیں تو ان کی رسائی بہت سے تہجد گزار فقیروں کو اپنی گرد میں دفن کر کے رکھ دے۔ اگر غنڈے اور بدمعاش غریب اور معصوم عورتوں کی عزت کے محافظ ہو جائیں تو ان کا درجہ بڑے سے بڑے فقیروں سے بھی زیادہ بلند ہو جائے۔ کیونکہ ایسی ایسی خدمت خلق کا

موقع، جتنا ایسے لوگوں کو ملتا ہے وہ اوروں کو نصیب نہیں۔ اگر یہ اپنے اختیار کو کام میں لا کر غریب کے دل میں گھر کر لیں اور ان کے دل سے سچی دعا لے لیں تو ان کا درجہ بہت بلند اور قابل احترام ہو جائے۔ مگر ایسی نیکی سب کے بس کی بات نہیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب خدا اپنی معرفت کی رحمت اس کو بخش دے۔ زیادہ تر ایمانداروں کو دیکھا گیا ہے کہ ایمانداری میں وہ بھوکے مرتے ہیں۔ زندگی بھر کوڑی کوڑی کے محتاج رہا کرتے ہیں۔ ان کے جسم پر کبھی اچھا اور کبھی قیمتی کپڑا نظر نہیں آتا۔ زندہ رہتے ہوئے موت کی چبھن اور خلش ہمیشہ ان کو محسوس ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی ایمانداری کی نیکی سے کوئی بدکار فائدہ اٹھاتا ہے۔ ان کی نوکری کی مزدوری ان کا دنیاوی مالک لے جاتا ہے۔ ان کی سادگی سے کوئی چالباز فائدہ مند رہا کرتا ہے۔ غرض اکثر ساری دنیا میں نیک لوگ تکلیف اٹھاتے ہیں اور چور، بدمعاش، عیار، مکار اور ذلیل لوگ اس کا پھل خوب اطمینان سے کھایا کرتے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایسے لوگ بندے کی پرواہ پہلے کرتے ہیں۔ خدا کے علاوہ اور بھی کسی آدمی کی ہستی کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور جہاں نیکی اور عبادت میں شرک آیا۔ شریک فائدہ مند ہو جائے گا اور شرک کرنے والا تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اسی لئے وارث پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو خدا کو پہچانتے ہیں وہ بندے کی پرواہ نہیں کرتے۔" اگر عبادت خالص ہے، بے لوث ہے، لاشریک ہے تو یہ غیر ممکن ہے، غیر ممکن ہے، غیر ممکن ہے کہ کسی بھی بندے کا داؤ چل جائے۔ پہلے خدا کو پہچانو۔ اپنی عبادت اور نیکی کو پرکھو۔ بندوں کی پرواہ اللہ کے مقابلہ میں بالکل نہ کرو، چاہے جان کی بازی لگا دینی پڑے۔ دین اور دنیا دونوں تمہاری ہے پیارے۔ اس میں شمہ برابر شک کو گنجائش نہیں۔

(حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۵۷

"تصدیق ہی ایمان ہے۔ جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان کمزور ہے۔" (وارث پاک)

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

(اقبال)

تصدیق شمع ہے اور ایمان پروانہ۔ جب شمع ہی بجھ گئی یا روشن ہی نہیں ہوئی تو پروانوں کا کھیل شروع کہاں ہوتا ہے؟ اور جس شمع پر پروانے نہیں وہ شمع نہیں آگ کی بھٹی ہے، وہ جلی تو کیا، بجھی تو کیا۔ کامل تصدیق ہزاروں برس کے راستہ کو منٹوں میں طے کر کے رکھ دیتی ہے۔ یہ تصدیق ہی تو تھی جس نے خالق اور محبوب کو یکجا کر دیا۔ حسن اور عشق کا ملاپ ہو

گیا۔قطرہ سمندر میں پیوست ہوکر سمندر بن گیا۔جبرئیل کے پر جلنے لگےاوران کے کبھی نہ تھک جانے والے پر پرواز بھول کررک گئے اورآگے بڑھنے سے لرزنے لگے۔مگر کامل تصدیق کے گھوڑے پرسوار ہوکر محبوب خدا نے ظاہراور باطن کی منزلوں کوایک کرکے رکھ دیا۔بندہ نواز وارثؔ پاک کا یہ سبق خاص درجہ رکھتا ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ ''تصدیق میں ایمان ہے۔جس کوتصدیق نہیں اس کا ایمان کمزور ہے۔'' معراج کا اتنا بڑا کام منٹوں میں اپنی تمام برکتوں اوراپنی تمام خوبیوں کے ساتھ انجام پا گیا۔آسمانی فرشتے حیران وششدر ہوکراتنی بڑی فضا میں گم ہو گئے اورحسن وعشق عشق وحسن کے درجات ایک منزل پرآ کرقائم ودوائم ہو گئے۔اس روئے زمین پرجن کوتصدیق کامل تھی،وہ تو مان گئے کہ معراج میں آج خدا اوراس کے محبوب کوقربت ہوگئی اورجن کی تصدیق کمزورتھی وہ دروازہ کی زنجیر کے ہلنے ہی میں اسیر ہوکررہ گئے۔ ہوالظاہراور ہوالباطن میں جشن وشادمانی مچی ہوئی تھی اور بےتصدیقے اپنے ایمان کی کمزوری کےاندھیرے میں اپناہ سرٹکرار ہے تھے۔ کیاخوب حضور کاارشاد ہے کہ جس کوتصدیق نہیں اس کاایمان کمزور ہے۔(حسینؔ وارثی)

☆☆☆



چراغ راہ نمبر ۲۵۸

''کسب پربھروسہ رہے گا تو تصدیق ہونا محال ہے۔''(وارثؔ پاک)

غضب ہیں یہ 'مرشدانِ خود بیں' خدا تری قوم کو بچائے!

بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزّت بنا رہے ہیں

(اقبالؔ)

اللہ جتنا انتظام سے دور کرتا ہے،اتنا ہی اس کوفقیر یا سادھوطرح طرح کے حیلےاور بہانے سے قائم کرنا چاہتے ہیں۔اللہ کی طاقت کوقائم رکھنے کیلئے یااپنی طاقت کودوسروں پرظاہر کرنے کیلئے ایسےایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ عقل دنگ ہوکررہ جاتی ہے۔ایسا ایسا تماشہ دکھاتے ہیں کہ ضرورت منداور پریشان حال' مرد' عورتیں اپناسب کچھ لٹادیتے ہیں۔ کسی فقیراور سادھوؤں کی تعداد ہزار میں نوسوننانوے ڈھونگی اور فریبی ہوتا ہےاورایک جو بچ جاتا ہے وہ بھی جھوٹی شان و شوکت میں پھنس کراپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔سچا' فقیر یا سادھو لاکھ میں ایک مل سکتا ہے۔انگنت فقیر یا روحانیت کے متوالے کسب کے جال میں لقمہ شیطان ہوکررہ جاتے ہیں۔بعض بعض ایسی ایسی جلیل القادر ہستیاں بھی کسب کے جال میں پھنس جاتی ہیں،جن کی بربادی پرخدا کوبھی افسوس ہوتا ہے۔شاید ہی کوئی فقیر یا سادھو ہوگا جو بناوٹ اورلگاوٹ سے کام نہ لیتا ہو۔کوئی بات بات پرعورتوں کی طرح رونا شروع کردے گا۔کوئی جوتا اٹھا کراپنے سر پر مارنے لگے گا۔کوئی اچھے سے

اچھے کھانے کو اس طرح منہ بنا بنا کر کھائے گا جیسے اس کو اچھی غذا بری لگتی ہے۔ کوئی بات بات پہ اپنی پارسائی کا ثبوت پیش کرے گا۔ کوئی اپنے جنون کی حالت میں دوسروں کو منوانا چاہے گا کہ یہ خدا کے نور میں سما گیا ہے۔ غرض فریبی فقیر کی داڑھی میں جتنے بال ہوتے ہیں، اتنا ہی اس کا کسب ہوتا ہے۔ سب سے بڑا مرید وہ ہے جو تنہائی میں اپنے پیر کا تصور قائم کرے اور تنہائی میں ہی ان سے ہمکلام رہے۔ اور جب پیر کے سامنے جائے تو ایک لفظ بھی مدعا کا نہ کہے پیر سے اگر مرید کی حالت چھپی ہوئی ہے تو وہ پیر ناقص ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ پیر کو غیب کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ غیب کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو ہو ہی نہیں سکتا اور جو کوئی دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ ہاں نیک لوگوں کی صحبت اور پیر کی سر پرستی اور اس کی دعا میں بہت بڑا اثر ہوتا ہے اس میں ذرہ برابر بھی شک کو گنجائش نہیں۔ زہریلے درخت کا پھل بھی زہریلا ہوتا ہے۔ کسب بھی فقیر کیلئے ایک زہر ہے۔ جب تک فقیر اس زہریلے پھل کو کھانا نہ چھوڑے گا، اس کا اثر اس کے جسم سے زائل نہ ہوگا۔ جب تک انسان کو عموماً اور فقیر کو خصوصاً کسب پر بھروسہ رہے گا تو تصدیق ہونا محال ہے۔ تصدیق نہیں تو ایمان نہیں۔ ایمان نہیں تو وہ خاک کا ایک ڈھیر ہے۔ جس کی قیمت ایک پھوٹی کوڑی نہیں۔ وارثی بھائی اور بہنو۔ آج سے ہی توبہ کرو۔ کسب کرنا چھوڑ دو۔ تصدیق کا دامن زور سے پکڑو انشاء اللہ بیڑا پار ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵۹

''ہماری تسلیم و رضا کی منزل ہے جو خاص اہل بیت کے گھر کی چیز ہے۔'' (وارث پاک)

اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی، سرمایہ شبیری

(اقبالؔ)

تسلیم و رضا، راضی برضا، تصدیق، خودی، ایمان، صبر و شکر یہ سب روحانیت کی جھیل میں سونے، چاندی اور جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی اور خوشنما مچھلیاں ہیں۔ مگر لعنت ہے ابلیس اور شیطان کی اس فریبی دنیا پر جو انسان کو نقلی پتھر، کاغذ کے پھول اور کھلونے میں پھنسا کر جواہرات اصلی اور قیمتی مال سے محروم کر کے رکھ چھوڑا ہے۔

خدا نے اپنے بندوں کو اپنے آپ تک لانے کیلئے ان گنت راہیں بنا رکھی ہیں یہاں تک کہ ہر برائی کے اندر ایک بھلائی کا پہلو بھی رکھ چھوڑا ہے کہ شاید میرا بندہ اس بہانے سے میرے قریب آ جائے تا کہ جہنم کی آگ جو صرف جسم کو ہی نہیں بلکہ روح کو بھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے اس تباہ کن قہر سے بچ جائے مگر افسوس کہ اتنا کچھ بچاؤ کا سامان ہوتے ہوئے بھی ہم زیادہ تر لوگ جہنم کی آگ کی طرف دن رات بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ موت کا فرشتہ آئے گا اور ہمیں

شیطانی دنیا کے اندر سے اٹھا کر قبر کی اندھیری کوٹھری میں اتار دے گا۔ خدا کی سب سے بڑی رحمانیت اور شفقت یہ ہے کہ اس نے انسان کیلئے تا دمِ موت توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ کب ہمارا گمراہ بندہ دل سے توبہ کرے اور ہم اسے قبول کر لیں۔ مگر بدنصیب بندے کو شیطانی دنیا سے فرصت کہاں جو چراغِ راہ میں آ کر پناہ لیں اور اس عنایت خداوندی سے فائدہ مند ہوں۔ یہ تو خیر ہے کہ اس نے ابھی تک توبہ کے دروازہ کو بند نہیں کیا ہے اور انسان سے توبہ کا حق نہیں چھینا ہے۔ جس دن یہ حق ختم ہو گیا اور توبہ کا دروازہ بند ہو گیا اسی دن اور اسی گھڑی یہ اتنی بڑی دنیا اور دنیا کی یہ گناہ سے جکڑی ہوئی آبادی روئی کے گالے کی طرح ہوا کی فضا میں اُڑ کر کہاں سے کہاں چلی جائے گی اور کسی کو پتہ تک نہ ہوگا۔ پھر نہ ''میں'' باقی رہے گا اور نہ ''تو'' نہ شاندار عمارت۔ نہ حرام کی کمائی۔ صرف رہ جائے گا عمل اور رہ جائے گا خدا کا انصاف جو ایک رائی اور پہاڑ کو بھی معاف بھی نہیں کر سکتا۔ بندہ نواز وارث پاک کس پیار سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ہماری تسلیم ورضا کی منزل ہے'' جو خاص اہل بیت کے گھر کی چیز ہے۔ کتنا آسان اور پر اثر نسخہ ہے کہ تسلیم ورضا پر قائم رہو۔ اس غلام کو کہاں خطرہ ہے جو اپنے مالک کا فرماں بردار اور نمک حلال نوکر ہے۔ وہ نوکر نوکر نہیں بلکہ خود ایک خاص درجہ کا مالک ہو جاتا ہے جو اپنے آقا کی آواز کو اپنی زندگی کا مقصدِ اولین خیال کر لیتا ہے۔ اسی طرح وہ انسان یا آدمی جو تسلیم ورضا کی منزل پر قائم ہو گیا اس کو دنیا کوئی طاقت فنا نہیں کر سکتی ہے۔ قطرہ سمندر میں پیوست ہو کر سمندر کی طاقت اختیار کر لیتا ہے۔ جو فقیر یا سادھو اپنے مالک حقیقی کی آواز پر اپنی زندگی نچھاور کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں وہ دنیا میں بھی سرخرو اور دین میں بھی قابلِ فخر عزت ہو کر قیامت تک زندہ رہتے ہیں۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۲۶۰

''اپنی تکلیف کو بیان نہ کرے۔ خدا سب دیکھتا ہے۔'' (وارث پاک)

شوخی سی ہے سوالِ مکرّر میں اے کلیم!
شرطِ رضا یہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے

(اقبالؔ)

ایک تو تکلیف اس پر بیان، وہ بھی کسی دوسرے سے، یہ دنیا بھی عجب عبرت گاہ ہے۔ ہنستے کا ساتھ راہگیر بھی دیتا ہے مگر روتے کا آنسو کبھی کبھی سگا بھائی بھی خشک نہیں کرتا۔ یہ دنیائے دورنگی ہمیشہ طاقت کے سامنے جھکتی ہے۔ اب ذرا غور سے دیکھو تو ابھی تمہیں نظر آنے لگے گا کہ اس دنیا کی خوراک ہی یہ ہے کہ جو کمزور ہے اسے مار کر کھا لو۔ شیر ہمیشہ اپنے سے

کمزور جانور ہی کو مار کر کھالیتا ہے۔ کمزور کو مارنا کوئی بہادری نہیں مگر پھر بھی وہ شیر کا شیر ہی رہتا ہے۔ مور ہمیشہ چن چن کر سانپ کو کھانا پسند کرتا ہے۔ سانپ کی خوراک مینڈک ہے۔ مینڈک کی مرغوب غذا معصوم مچھلیوں کے لاتعداد انڈے ہیں۔ یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کی غذا کمزور کیڑا ہے، غرض، گائے، بکری، گھوڑے، اونٹ، ہری ہری گھاس اور نرم نرم سبزیوں کو کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ آپ اپنی نظروں اور خیالات کو جتنی دور لے جائیں گے۔ بس یہی دیکھتے دیکھتے تھک جائیں گے کہ کمزور کی ہار اور طاقتور کی جیت ہے۔ جب سورج چمک چمک کر تھک جاتا ہے تو اندھیرا اس کو دبا دیتا ہے اور جب اندھیرا تھک جاتا ہے تو اجالا چھا جاتا ہے۔ دنیا داری میں تو اپنی کمزوری بیان کرنا زہر کھانے سے بھی زیادہ برا ہے۔ برباد شدہ انسان اپنی تکلیف کو سلسلہ در سلسلہ اس لئے سنانا چاہتا ہے کہ اس کی پریشانی سن کر اگلے کا دل بیتاب ہو جائے گا اور وہ اس کی امداد کر دیگا۔ مگر یہ شیطان کی بیٹی دنیا، جہاں کسی کی کمزوری کا پتہ چلا لیتی ہے یا کہنے والے کی زبان سے سن لیتی ہے پھر اپنا شیطانی پنجہ اس طرح کھول کر وار کرتی ہے جیسے ظالم، بلی، معصوم پرندوں کو کوچ کوچ کر کھا چبا ڈالتی ہے۔ اور مظلوم اور کمزور کو کھا چبا کر وہ پھر اپنی ظاہری شرافت کو قائم رکھنے کیلئے میاؤں میاؤں کرنے لگتی ہے تا کہ پھر کسی کی کمزوری یا کمزور شکار ہاتھ لگے اور اپنا کام بنے۔ بندہ نواز وارث پاک پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اپنی تکلیف کو بیان نہ کرے خدا سب دیکھتا ہے۔ دنیا دار ہو یا طالب مولا، اس کو چاہئے کہ ہر حال میں لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بے فکر، بے غرض ظاہر کرتا رہے۔ کبھی اپنی زبان سے اکیلے کمرہ میں بھی تقدیر کا رونا یا خدا کی شکایت نہ کرے، اس سے آدمی کا بھرم ٹوٹتا ہے اور دنیا دار یا دشمنوں کو ان گنت موقع مل جاتا ہے اور دشمن ایسے ایسے کاری وار کرنے لگتے ہیں کہ بال بچوں کی زندگی، لڑکے لڑکیوں کی عزت خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ عزت دار خاندان بے عزتی اور گناہ کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ کوئی اپنی کمزوری اپنی ہی زبان سے کسی دوسرے کے سامنے کہے، بڑا فقیر، بڑا مومن اور بڑا انسان وہ ہے جو مر جائے گا مگر شکایت نہ کرے اپنی تکلیف نہ کرے۔ اپنی کمزوری ظاہر نہ کرے شکایت کرنا یا کمزوری بیان کرنا قہر ہے۔ اللہ اس سے سب کو بچائے۔ شکر اور صبر میں خودداری ہے اور خودداری میں خدا ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶۱

"جن کو تصدیق ہے وہ خدا سے بھی نہیں مانگتے اور سمجھتے ہیں کہ جو میری قسمت میں ہے وہ ضرور ہوگا" (وارث پاک)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے

(اقبالؔ)

تصدیق ہی تو وہ رائی ہے جو پہاڑ کو بھی روک سکتی ہے۔ جس طرح اتنی بڑی آنکھ میں صرف ایک نقطہ برابر تل اپنے شیشہ میں زمین اور آسمان کو اتار لیتی ہے اور نام پوری آنکھ کا ہوتا ہے۔ ہر جاندار کی پسلیوں کے اندر ایک چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے جس کو دل کہا جاتا ہے۔ جہاں دل کی حرکت بند ہوئی، سارا جسم بیکار ہو گیا۔ خواہ شیر ہو یا ہاتھی، گھوڑا ہو یا گائے، پرند ہو یا چرند، انسان ہو یا حیوان، سب کے سب خاک کے ڈھیر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح انسانیت اور روحانیت کا قلب ''تصدیق'' ہے۔ جن کو تصدیق نہیں وہ کچھ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ تصدیق کہتے کس کو ہیں، ہزاروں میں، لاکھوں میں چند ہی خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جن کو صحیح تصدیق ہوتی ہے۔ ضد کرنا، کسی کام کے پہلے دعویٰ بھرنا، کسی کام کو انجام دینا۔ کسی کے ساتھ نیک سلوک کرنا اس کو تصدیق نہیں کہتے۔ صحیح تصدیق یہ ہے کہ انسان انتہائی نیک ہونے کے ساتھ فیصلہ پروردگار کا عاشق ہو۔ گہری سے گہری عبادت، بڑے سے بڑا کام، زبردست سے زبردست غم، بے انصافی حق تلفی، نقصان، بربادی، بڑے سے بڑے جان لیوا دشمن کی فکر۔ سبھی کو اللہ کے فیصلہ پر چھوڑ دے۔ فیصلہ میں دیر ہو یا سویر، فیصلہ بظاہر موافق ہو یا خلاف ہو، ہر حال میں اس کو یقین کامل ہونا چاہئے کہ جو کچھ ہوگا یا ہوتا ہے اس میں اس کی فلاح اور بہبود مضمر ہے۔ اس یقین کامل کا نام تصدیق ہے۔ بظاہر فیصلہ خداوندی عقل کی رو سے منطق کی رو سے علم و ہنر کی رو سے، قانون کی رو سے غرض ہر رو سے بالکل خلاف اور صریحاً غلط ہے۔ اس پر بھی اس کا یہ ایمان ہے، یہ یقین کامل ہے کہ انسان ظلوماً جہولا ہے اس کا سارا فیصلہ غلط اور پروردگار عالم کا فیصلہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ اس طرح کے یقین کامل کا نام تصدیق ہے۔

خوشی ہو یا غم، رات ہو یا دن، تکلیف ہو یا راحت، انسان ایک مسافر کی طرح تھوڑی سی مدت کیلئے دنیا میں آیا ہے۔ لازم ہے کہ وہ اپنے راستے کو خوب دیکھ بھال کر چلے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کاٹھ یا پتھر یا مٹی کی طرح بے بس اور بے حس ہو جائے۔ برے راستے پر تو ہرگز ہرگز نہ چلے کیونکہ برے کا انجام تو ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو تو برے سے برا انسان بھی مانتا ہے۔ رہ گیا سوال نیک کام کرنے کا۔ نیک کام کرنے میں انسان جتنا جلد کامیاب ہو جاتا ہے اتنا ہی جلد وہ اپنی نیکی کا بدلہ بھی لینا چاہتا ہے۔ یہ بھی قدرت کا عجب کھیل ہے کہ انسان ساری زندگی بدی کرتا ہے مگر اسے اپنی بدی یاد نہیں رہتی۔ مگر نیکی کی ایک ایک گھڑی اس کو زندگی کے برسوں برس تک یاد رہتی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ نیکی کے ساتھ ساتھ آدمی اپنی بدی کی سزا کیلئے بھی بیتاب ہوتا مگر ایسا کرنے پر کوئی رضامند نہیں ہوتا اور یہاں بندہ نواز وارث پاک اونچے سے اونچے فقیر یا سادھوؤں کی تصویریوں اتارتے ہیں کہ جن کو تصدیق ہے وہ خدا سے بھی نہیں مانگتے اور سمجھتے ہیں کہ جو میری قسمت میں ہے وہ ضرور ملے گا۔

انتہائی قابل فخر ہیں وہ روحانیت نواز ہستیاں جو طاقت رکھتے ہوئے بھی اپنی ساری طاقت کو خدا کے حکم کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو قطرہ سمندر سے مل گیا وہ خود ہی سمندر ہے۔ بڑی فقیری یہ ہے کہ اللہ سے مانگنے کے بجائے اس

کے حکم اور قانون میں بھی پیوست ہو جائے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶۲

''فقیر کو چاہئے کہ وہ اللہ سے بھی نہ مانگے کہ وہ جانتا نہیں جو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔'' (وارثؒ پاک)

فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

(اقبالؔ)

نماز جمعہ کا نمازی ہو یا پنج وقت مسجد میں جا کر نماز پڑھنے والا۔ تہجد گزار ہو یا عملیات کا شیدائی، تقویٰ پرست ہو یا چلّا کش۔ بس جس کو دیکھو تجارت کی منڈی کھولے ہوئے ہے۔ پانچ منٹ کی نماز اور پندرہ منٹ کی دعا۔ روحانیت سے انسانیت کو طاقت نصیب ہوتی ہے اور انسانیت کو پا جانے کے بعد انسان دین و دنیا کا صحیح حقدار ہو جاتا ہے مگر افسوس جس کو دیکھو ایک لالچ اور غرض کی چادر میں بری طرح لپٹا ہوا ہے۔ زر' زن اور زمین کی آواز' ہر طرف سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ایک ہی لے میں خدا کے حضور دن رات پہنچ رہی ہے۔ مندر ہو یا مسجد' گردوارہ ہو یا شوالہ' طریقہ الگ الگ مگر مطلب ایک ہے۔ لالچ' حرص طمع اور کمزوری سب کی ایک ہے۔ مانگ سب کی ایک ہے۔ اس میں ذرا برابر بھی فرق نہیں۔ کیسی فقیر اور سادھو۔ مولوی اور پنڈت' سنت' نہنگ اور پادری اس چودھویں صدی کے زمانہ میں سب کے سب ظاہر داری اور جھوٹی شان وشوکت میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ اپنے مریدوں' پیروکاروں کو بھی جو معصوم ہیں اور پاک ہیں، انہیں غلط راستے پر لے جا رہے ہیں۔ وہ زمانہ یاد کرو جب ایشیا نے ہی مہاتما گوتم بدھ' کرشن بھگوان' رام' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو جنم دیا اور ان کے لائے ہوئے مذاہب آج بھی ساری دنیا میں باقی ہیں۔ غرض ساری دنیا میں روحانیت پھیلانے والے تقریباً ایشیا سے پیدا ہوئے اور آج ہمارے ایشیا میں کھوج کر بھی وہ لوگ نظر نہیں آتے جو کبھی خود لوگوں کو پکڑ پکڑ کر اللہ کا راستہ دکھاتے پھرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس زمانہ کے اندھے اور نادان لوگ ان سورج سے بھی زیادہ روشن ہستیوں کو روحانی اور جانی تکلیف تک دیتے رہے اور مرتے دم تک ان کو آرام نصیب نہ ہوا۔ مگر اب کیا ہوا؟ کہاں گئے وہ لوگ کیا ہوا وہ اثر؟ بندہ نواز وارثؒ پاک فرماتے ہیں کہ فقیر کو چاہئے کہ وہ اللہ سے بھی نہ مانگے۔ کیا وہ جانتا نہیں جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ آج بھی اگر فقیر یا سادھو' نمازی یا پجاری' عابد' امام قطب' ابدال غرض جو بھی اپنے جس راستہ پر طالب مولا ہے اگر گداگروں کی طرح مانگ چھوڑ کر یقین کامل کا دامن تھام لیں تو ملک کا ذرہ ذرہ سورج کی طرح اب بھی چمک اٹھے گا۔ آفتاب' چھپ سکتا ہے کیونکہ وہ چمک کر غائب ہو جاتا ہے مگر فقیر' درویش' قطب' ابدال اور ولی

یا سادھو نہیں چھپ سکتا۔ یہ تو ایک بار چمک کر قیامت تک کیلئے امر ہو جاتا ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶۳

''فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے اور عاشق کو چاہئے کہ وہی کرے جو معشوق کی مرضی ہو۔'' (وارثؔ پاک)

کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہ گزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

(اقبالؔ)

رضا کے معنی معشوق اور تسلیم کے معنی یہاں عاشق کے آتے ہیں۔ عشق کی تمام منزلیں تمام نشیب و فراز، رضا و تسلیم ہی کی انوکھی چال پر انجام پاتی ہیں۔ معشوق کا درجہ سمندر سے بھی گہرا اور وسیع ہوتا ہے۔ معشوق حقیقی کے درجات حقیقی کا نہ کوئی فقیر پتہ چلا سکا ہے اور نہ ہی کوئی مجذوب اس کی کھوج پا سکے گا۔ چاہے وہ اپنے جنون کی زبردست قوت سے ایک ہی سمت سو برس بھی متواتر بھاگتا ہی چلا جائے۔ یہاں تک کہ بھاگتے بھاگتے وہ اپنی زندگی کی آخری سانس کو بھی قربان کر کے چاروں شانہ چت گر کر جاں بحق ہو جائے۔ پھر بھی معشوق حقیقی کے بے انتہا درجات اور اس کی وسیع نورانی چادر کا ایک کونہ بھی نہ دیکھ سکیں گا۔ یہی وجہ ہے کہ معشوق حقیقی کا درجہ ایک وشان سمندر سے باندھ گیا ہے اور عاشق کا درجہ سمندر کی لہر۔ سمندر کی موج یا سمندر کا طوفان حلامہ ہونا چاہئے، حسن و عشق، عاشق و معشوق، پھول اور خوشبو، اندھیرا اور اجالا، مولا اور بندہ، آقا اور غلام، سب کے سب لازم و ملزوم ہیں۔ نہ یہ جدا ہوئے ہیں اور نہ ہی ان کو جدا کیا جا سکتا ہے۔ اگر لازم و ملزوم الگ ہو گئے تو نظام قدرت درہم و برہم ہو جائے گا اور وہی منزل قیامت کی ہو کر رہ جائے گی۔ لازم و ملزوم کی بنیاد خدا اور اس کے رسول تک جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ نواز وارثؔ پاک انتہائی کرم کے انداز سے فرماتے ہیں ''فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے اور عاشق کو چاہئے کہ وہی کرے جو معشوق کی مرضی ہو، نہ اس سے مانگے نہ انکار کرے۔ اسی کا نام رضا و تسلیم ہے۔

معشوق اگر پھول ہے تو عاشق پھول کی منوہر خوشبو ہے۔ وہ پھول کس کام کا جس میں خوشبو نہ ہو۔ جس پھول میں خوشبو نہیں ہوتی اس کو جنگلی گھاس کا درجہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ فقیر یا سادھو کس کام کا، جس کی نسبت اصلی مالک سے قائم نہ ہو اور جب واسطہ دین و دنیا کے مالک سے قائم ہو گیا تو سوال کس کام کا؟ جب کہ زندگی کا مقصد خدا سے عشق ہی ہو کر رہ گیا تو کیا مانگ اور کیا انکار مانگنا گداگر اور کنگال کا کام ہے۔ فقیر ہاتھ پھیلانے یا بھیس بدل کر بھیک مانگنے کیلئے پیدا نہیں ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ انسانیت کا سب سے اونچا اور بڑا درجہ فقیر بن جانے کے بعد ملتا ہے۔ فقیر کو بھی نہیں معلوم کہ فقیری کی بلندی اور اس کی وسعت کیا اور کہاں تک ہے۔ مریدوں کو پرکھنا آسان ہے مگر فقیری کی کسوٹی پر

اپنے آپ کو کسنا، ہر فقیر کا کام نہیں یہ عزت اور عظمت رضا و تسلیم والوں ہی کو ملتی ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶۴

''فقرا سے مخاطب ہو کر، تخت، پلنگ، موڑھے کرسی پر نہ بیٹھنا۔ انسان کا خمیر خاک سے ہوا ہے اور خاک ہی میں اس کو ملنا ہے۔ فقیر کو چاہئے اپنا انجام دیکھے اور زمین ہی کو اپنا بستر بنائے۔ موڑھے، کرسی پر بیٹھنے سے رعونت آتی ہے جو فقیر کے واسطے زہر ہے فقیر ہمیشہ زمین پر سوتے ہیں۔ زمین پر بیٹھنا خاکساری کی دلیل ہے۔ زمین پر سونا اور زمین پر بیٹھنا ہمارے داد کی سنت ہے۔'' (وارثؔ پاک)

خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ اِرم
جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبرؐ کے قدم

(اقبالؔ)

یہ اشارہ بالخصوص فقیر یا سادھوؤں کیلئے ہے اور ان حضرات کے لئے ہے جن کو روحانیت کی منزل میں کچھ یا بہت سے درجات حاصل ہو گئے ہوں۔ وہ جو اپنی فقیری کو چار چاند لگا چکے ہوں جن کے ارد گرد روحانیت حاصل کرنے کیلئے یا وحدانیت کے ہوش مند حضرات ایک مجمع کی شکل میں پروانوں کی ادا سے آتے جاتے ہوں۔ وہ فقراء، جن کی دعا یا بددعا میں نمایاں طاقت ظاہر ہونے لگی ہو، جن کی خدمت میں پریشان حال مریدوں اور لوگوں کو راحت نصیب ہوتی ہو، وہ جن کی اک نظر کرم سے ابھاگوں کی تقدیر بدل جاتی ہو، وہ جو برسوں برس کے مایوس انسانوں کو دکھتی ہوئی رگوں پر مرہم پٹی کا کام کرتے ہوں، ان ہی جلیل القدر ہستیوں سے بندہ نواز وارثؔ پاک فرماتے ہیں کہ تخت، پلنگ اور موڑھے کرسی پر نہ بیٹھے اس سے رعونت آتی ہے زمین پر سونا اور زمین پر ہی بیٹھنا ہمارے دادا کی سنت ہے۔ اس نقطہ میں فقیر کیلئے بقا بھی ہے اور سزا بھی۔ میرا مطلب بہروپیوں سے نہیں۔ وہ تو دنیا کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو دھوکے دے ہی رہے ہیں۔ مگر صاف ان حضرات کو مخاطب کیا چاہتا ہوں جو واقعی قابل سلام اور قابل احترام ہیں۔ تخت، پلنگ، موڑھے کرسی سے مراد ظاہری اور باطنی دونوں ہے۔ ہمارے بہت سے لائق فقیر کبھی کبھی اس قسم کی نمائش میں پھنس جاتے ہیں اور یہی عادت آہستہ آہستہ ان کو رعونت کی طرف لے جا کر آخر میں مغرور کر کے ان کا سب کچھ برباد کر دیتی ہے خدا کو کسی کا بھی غرور پسند نہیں آتا اور فقیر کی رعونت یا غرور یا جھوٹی شان و شوکت سے خدا کو از حد نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ طالب کو بخشی ہوئی تمام طاقت چھین کر منٹوں میں صرف صفر تک لا کر چھوڑ دیتا ہے۔ انتہائی احتیاط کی منزل یہ ہے کہ زمین پر سوئے، زمین پر بیٹھے۔ کیونکہ یہی روز ازل سے ہوتا آیا ہے۔ دل و دماغ میں بھی اپنے آپ کو کسی بھی اونچی منزل پر نہ لائے اور نہ ہی غلط فہمی سے کسی اونچی منزل کا

حقدار ہو۔ ہماری منزل خاکساری اور خاک نشینی ہے اور بس۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶۵

''ایک تہبند پوش نے میلاد خوانی کے وقت چوکی پر بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ حضور نے ناپسند فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جانماز یا ممتاز فرش طاہر پر بیٹھ کر پڑھا کرو۔'' (وارثؔ پاک)

صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمیں بھی پاک ہے
آستانِ مسند آرائے شہِ لولاکؐ ہے

(اقبالؔ)

میلاد خوانی کیا ہے؛ ذکر رسول ﷺ یا دِ محبوب' تذکرہ رحمۃ اللعالمین کیلئے کسی بھی بناوٹ' سجاوٹ یا جھوٹی ظاہر داری کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے سارے پیغمبروں نے اپنے اپنے مذہب میں اپنی ذات کو کسی نہ کسی طرح ممتاز درجہ دیا ہے مگر رحمۃ اللعالمین نے بہت ہی سختی سے منع فرما دیا کہ خبردار سوائے اللہ کے اور کوئی قابل پرستش نہیں۔ اللہ لاشریک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہ ہے، نہ ہوا ہے، نہ ہوگا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ ایک نور ہے جو خود ہی ذات اور خود ہی صفات ہے۔ میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ خبردار' میری قبر پر اپنا سر نہ جھکانا اور نہ ہی میرا مجسمہ بنانا اور اس کو سجدہ نہ کرنا۔ یہ سب شرک ہے۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ میں نے اللہ پاک کا پیغام ہو بہو ساری دنیا کے انسان کیلئے لا کر تمہیں دیدیا ہے۔ قرآن کو خوب دل لگا کر پڑھو۔ خدا خود بندے سے ہمکلام ہوتا ہے۔ انسان کا سجدہ صرف اللہ کیلئے مخصوص ہے۔ محفل میلاد میں ممتاز جگہ قائم کرنے سے زیادہ بہتر اور ضروری ہے کہ ایمان قائم رکھا جائے۔ اونچی جگہ اور بلاوجہ کروفر سے رعوت کی بو آتی ہے۔ یادِ رسول ﷺ صرف روحانیت کے چراغ کی لو کو بڑھانے کیلئے کی جاتی ہے، ایمان کی تازگی کیلئے کی جاتی ہے مساوات اور بھائی چارگی کی محبت کو زندہ کرنے کیلئے کی جاتی ہے سب سے بڑی محفل میلاد اس جائے نماز پر شروع کرنی چاہئے، جس جانماز پر پانچوں وقت کی نماز ادا کی جاتی ہو۔ جانماز سے زیادہ بہتر اور کوئی ممتاز فرش نہیں ہو سکتا۔ میلاد ہمیشہ جانماز پر ہی ہونی چاہئے۔ اصلی میلاد وہی ہے جو ذکر رسولؐ اور پیروی حبیبؐ میں پیوست ہو جائے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶۶

''فقیر جورو بچے کی محبت میں نہ پھنسے۔'' (وارثؔ پاک)

اِک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبیری!

(اقبالؔ)

طلب مولا میں دنیا چھوڑ دینا نادانی ہے۔ جو خدا کی تلاش میں جنگل جنگل، پہاڑ، پہاڑ ایک وحشی دیوانہ کی طرح بھوکے پیاسے مارے مارے پھرتے ہیں ان پر کبھی کبھی خدا بھی ہنستا ہے جب کہ خدا نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ میں ذرہ ذرہ میں اپنے پورے جلوے کے ساتھ موجود ہوں۔ صرف دل کی روشنی کی ضرورت ہے۔ پھر مجھے تلاش کرنے کی کیا ضرورت، نہ میں گم ہوسکتا ہوں اور نہ میں چاہتا ہوں کہ میری تلاش میں کوئی بھی میرا شیدائی فرار ہو۔ فقیری فکرِ مولا کے قائم کرنے سے جنم لیتی ہے اور جب فکر کی انگنت الجھنیں صحیح اندازے اپنے اپنے وقت پر سلجھ جاتی ہیں تو مفکر فقیر ہو جاتا ہے۔ بندہ نواز وارثؔ پاک کا ارشاد کہ ''فقیر جورو بچے کی محبت میں نہ پھنسے'' ہمارے بہت سے وارثی بھائی سرے سے جورو بچے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ بغیر باپ، بغیر شوہر کے ہماری بہت سی ماں بہنیں اپنی ساری زندگی تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہیں ان کی زندگی ایک لاوارث کنگالی کی طرح ہو رہ جاتی ہے۔ وہ فقیر ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا جس کے پیچھے اس کی غریب بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے آنسو زمین پر گر رہے ہوں۔ زبردست فقیر اور بااختیار درویش زیادہ تر وہی لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کے بیچ رہتے ہیں۔ جورو، بچے کیلئے، محنت، مزدوری، نوکری چاکری یا گاڑی کھینچتے رہتے ہیں۔ جسم ان کا سر سے لے کر پاؤں تک مزدوری کی محنت سے پسینہ میں شرابور ہو جاتا ہے مگر ان کا دل اور ان کی ایک ایک سانس بھی یاد اللہ سے غافل نہیں ہوتی ہے۔ نہ تو وہ اولاد کی پیدائش پر خوش ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی وقت بے وقت کی موت پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ ان کی نظروں میں نہ جورو ہوتی ہے اور نہ ہی بچے، یہاں تو صرف اللہ، مولا کا ورد دل میں چل رہا ہوتا ہے۔ طالب کیلئے اللہ کے بندے کی خدمت عبادت ہے۔ جورو بچے بھی اللہ کے بندے ہیں۔ اس لئے ان کی خدمت عین عبادت ہے۔ اگر ساری دنیا کے مرد، جورو بچے کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں تو نظام قدرت درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اصل فقیر وہی ہے جو نظام قدرت کو خود بھی قائم رکھے اور دوسرے فقیر کو بھی فلاح کے راستہ پر چلنے کا مشورہ دے۔ محبوب خداؐ اور شیر خداؑ کی طرف ہر وقت دھیان رہے۔ سیدنا حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی زندگی کے سنہرے اوراق اور سنہرے و درخشاں نشان، فقیروں، درویشوں، ولیوں، قطب اور ابدال کیلئے چراغ راہ ہیں۔ یہ امتحان کی منزل تھی۔ واقعہ کربلا ایک بہانہ تھا۔ معیشت مسکرا اٹھی۔ یزید فنا ہو گیا مگر سیدنا حضرت حسنؓ اور سیدنا حضرت امام حسینؓ زمین و آسمان کے چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ میں زندہ موجود ہیں۔ لازم ہے کہ فقیر ضرورت سے زیادہ جورو، بچے کی محبت میں نہ پھنسے۔ وہ محبت جو یادِ خدا سے غافل کر دے، وہ محبت جو فرض کی ادائیگی سے فراموش کر دے، وہ محبت جو فقیر کو طمع، حرص،

لالچ کے پھندے میں گرفتار کر دے۔ وارث پاک اشارہ ایسی ہی محبت کی طرف ہے۔ محبت اندھی ہوتی ہے۔ فقیر اگر جورو بچے کی اندھی محبت میں پھنس گیا تو پھر فطرت کا حکیم کیسے بن سکتا ہے۔ فقیر کیلئے دنیا کی ساری عورتیں، ماں بہن کا درجہ رکھتی ہے اور سارے بچے اولاد کی مثل ہیں جورو بچے کی کفالت عین عبادت ہے اور حکم شریعت ہے اور فقیر کو شریعت کا پاس رکھنا ہی ہوگا۔ ورنہ فقیری بیکار۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶۷

''زن، زمین، زر، میں جھگڑا ہے۔ ان کو چھوڑ و تو آزاد ہو۔'' (وارث پاک)

تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیّت ہے

حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

(اقبالؔ)

بندہ نواز وارث پاک کا ارشاد ہے کہ زر، زمین اور زن میں جھگڑا ہے، ان کو چھوڑ و تو آزاد ہو۔ درویش ہو یا فقیر، سادھو ہو یا سنت، یہاں تک کہ زبردست دنیا دار کی طرف بھی خصوصیت کے ساتھ نظر کرم فرماتے ہوئے بندہ نواز وارث پاک مندرجہ بالا ارشاد پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ زن، زمین، زر کو چھوڑ دینے سے مراد قطعی بے تعلق ہو جانا ہرگز نہیں ہے۔ دنیوی دولت میں ان ہی تین چیزوں کو اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کے سارے لوگ ان ہی تین نعمتوں کو حاصل کرنے کیلئے ساری دنیا میں طوفان برپا کرتے ہیں۔ باپ، بیٹے، کی لڑائی، بھائی بھائی کی لڑائی، شوہر بیوی کی لڑائی، خاندان کی لڑائی، قبیلہ قبیلہ کی لڑائی، ملک ملک لڑائی، بادشاہ بادشاہ کی لڑائی۔ غرض دنیا کا سارا فساد، سارا جھگڑا ان ہی تین نعمتوں کی وجہ سے ہے۔ جھگڑا ہے وراثت کا، جھگڑا ہے ملکیت کا۔ ہر انسان کی دلی خواہش یہی ہے کہ ساری دنیا کی ملکیت اس کے نام ہو ساری دنیا کا واحد وارث وہ ہو جائے۔ بقیہ انسان اس کی وارثت اور ملکیت میں رہیں۔ اس میں بہ نفس نفیس ان نعمت خداوندی کا کیا قصور، نعمت، نعمت ہے۔ اگر قصور ہے تو صرف انسانی شقاوت و بدبختی کا۔ اس کا طمع و حرص اور لالچ کا، قصور ہے انسان کی پستی کا۔ قصور ہے اللہ کی بادشاہت کی جگہ انسانی بادشاہت کا قائم کرنے کا۔ قصور ہے انسانیت کی منزل سے گر کر حیوانیت اور درندگی کی منزل قائم ہونے کا۔ چوں کہ فقیری کا مقصد ان ہی پستیوں کو بلندی کی منزل پر لانے کا ہے اس لئے بندہ نواز وارث پاک فقیروں کو بالخصوص تاکید فرما رہے ہیں کہ زن، زمین، زر میں جھگڑا ہے ان کو چھوڑ و تو آزاد ہو۔ ''چھوڑ دینے سے مراد ہیں بے ایمانی، لالچ اور گناہ آلود قدم جوان تین نعمتوں کے حاصل کرنے میں عام انسان بروئے کار لاتے ہیں۔ کسی کی ماں ہو یا کسی کی بہن، کسی کا باپ ہو یا کسی کا بھائی۔ اس سنسار کے زیادہ تر لوگ زن، زر، زمین کے چکر میں سب ایک دوسرے کو خراب کر رہے ہیں۔ سب یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم کامیاب ہیں مگر حقیقت تو یہ ہے کہ سب کے منہ

سیاہ، دل سیاہ، دماغ سیاہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ سارا سنسار، گناہ، بے ایمانی اور بے شرمی کا کھلا ہوا پاگل خانہ بنا ہوا ہے سب اپنا اپنا پاگل پن دوسرے پر ظاہر کر رہے ہیں۔ شیطان اپنی کامیابی کی بانسری بجا رہا ہے اور دنیا کے لوبھی مرد اور عورت انسانیت کا کپڑا اتار کر ایک دوسرے کے مدمقابل ناچ رہے ہیں۔ ان تمام واہیات، خرافات سے بچنے کیلئے بندہ نواز اپنے فقیروں کو تاکید فرماتے ہیں کہ ان سے بچو۔ ورنہ یہ سب اللہ کی خالص الخاص عنایت ہے ضرور لینا چاہئے۔ اسے اللہ کی امانت سمجھنا چاہئے۔ اللہ واحد، ساری دنیا اور ساری کائنات، دنیا کا مالک اور وارث ہے۔ فقیر اس کا ایک شاہکار ہے۔ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اللہ کے حکم کے مطابق جتنے روز وہ جئے اپنے تصرف اور مصرف میں لائے اور جب جانے لگے تو سب اللہ کے حوالے کر جائے۔ زن، زر، زمین یہ سب اللہ کی چیز ہے۔ بحیثیت مسافر نہایت احتیاط اور پیار سے فقیر اپنی ضرورت اور حاجت کے مطابق استعمال میں لائے اور پھر بوقت وداع اللہ کے حوالے کر دے۔ چھوڑنے کا سوال کیسے آ سکتا ہے۔ یہ پھل، پھول اور طرح طرح کی نعمتوں سے لبریز زمین، سمندر، پہاڑ اور چنچل جھیلیں، سونے، چاندی، ہیرے، جواہرات، موتی، مونگے غرض سارا عالم اور سارے عالم کی ظاہر اور باطن رحمتیں سب کی سب تو اللہ ہی نے بنائی ہیں۔ ان کو چھوڑ کر کوئی جا بھی کہاں سکتا ہے۔ جس طرح بغیر زن کوئی انسان پیدا ہو ہی نہیں سکتا کوئی نہ کوئی زن کسی نہ کسی کی ماں ضرور ہے یا ہو گی یا ہوئی ہے۔ اسی طرح زمین ہے۔ زمین بھی ماں ہے۔ اسی سے ہم پیدا ہوئے ہیں اسی کی گود میں تھوڑی دیر ہم ہنسیں گے۔ کامیابی کے سامان کو دیکھیں گے یا ناکامی کے بھیانک غار کی طرف نظر کریں گے۔ غرض دنیا کی دھوپ چھاؤں کو جتنے دن خدا کا حکم ہوگا دیکھ کر ٹھیک وقت مقررہ پر نہ ایک منٹ کم اور نہ زیادہ۔ آنکھیں موند کر زمین میں مر کر چلے جائیں گے۔ پھر زمین کو چھوڑنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔ رہ گیا زر، تو خدا نے سورج کی پہلی کرن میں ہی اتنی دولت بھر دی ہے کہ کوئی حساب تک نہیں لگا سکتا۔ پھر لاکھوں برس کے ہوتے ہوئے سورج نے کتنی دولت زمین پر برسائی ہے۔ اس کا حساب کون لگا سکتا ہے۔ اسی طرح چاند، ستارے، سمندر، پہاڑ اور زمین کے کلیجہ میں کتنی بڑی کانیں ہیں اس کا اندازہ ابھی تک کسی نے ہیں لگایا ہے۔ ہم نے تو بادل اور ہوا میں بھی زر بھر دیا ہے، کوئی کیوں کر بچ سکتا ہے زر سے، زر سے آدمی بھاگ سکتا ہے مگر زر خود اس کو بھاگنے نہ دے گا۔ اللہ کی دین ضرور لو۔ شیطان ناپاک کے تحفہ پر لعنت بھیجو۔ شیطان تمہارا دشمن ہے اور شیطان کا کاری حربہ یہی زن، زر اور زمین ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی دوسرے دنیا دار کی طرح اس میں پھنس کر یا خدا سے غافل ہو جاؤ۔ فقیر ہر اس چیز سے پرہیز کرے جو یاد خدا کو بھلاتی ہے طلب مولا سے غفلت کراتی ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶۸

''عورت فساد کا گھر ہے۔'' (وارثؔ پاک)

نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پُرانی
نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد

(اقبالؔ)

یہ اشارہ خصوصاً وارثیوں کیلئے ہے اور عموماً بلا امتیاز ذات و پات' مذہب وملت انسانوں کے واسطے کیا گیا ہے۔ شادی کے مسئلہ کی طرف کھلا ہوا اشارہ ہے۔ انسان کی نجس پیدائش کی طرف ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمایئے۔ ہماری زندگی کی نمود ایک ناپاک قطرہ سے ہوتی ہے چاہے انسان ولی کے روپ میں پیدا ہو یا شیطان کی شکل میں۔ جو جاندار زمین پر چاہے ایک منٹ کیلئے سانس لے رہا ہو یا سو سال سے زندہ ہے، وہ ماں کے پیٹ کے اندھیرے سے حصہ میں ایک مقررہ وقت تک ضرور زندگی گزار کر آیا ہے۔ ایسی صورت میں عورت فساد کا گھر کیسے قرار دی جا سکتی ہے۔ یہاں وارثؔ پاک کا اشارہ ذات عورت کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ وہ عورت' وہ جوان لڑکیاں جن کی شادی وقت پر نہ کی جائے۔ وہ شادی شدہ جوان اور تندرست عورتیں چاہے بچے والی ہوں یا غیر بچے والی اگر ان کے مردان عورتوں کی تمام خواہشوں کے ساتھ ساتھ ان کی جنسی خواہشوں کا مکمل خیال نہیں کرتے تو یہ امر بالکل ممکنات کے دائرے میں ہے کہ اچھی سے اچھی نیک سے نیک بخت عورت اور کنواری لڑکی ٹھوکر کھا جائے۔ ان بیواؤں سے چنداں اتنا فساد برپا نہیں ہوتا جو عمر رسیدہ ہوتی ہیں۔ مگر جن کی عمر کم یا کسی عزت دار سہارے سے محروم ہوں تو ان کو سمجھا بجھا کر دوسری شادی کرا دینا چاہئے۔ بیوہ کی اداسی پر خدا کو کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر بیوہ سہاگن ہو کر رنگین جوڑے پہن کر مسکراتی ہے تو مشیت بھی مسکرا اٹھتی ہے۔ اب کون جانے کس کے بطن سے کون سی جلیل القدر ہستی جنم لیتی ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نیک چلن' نیک بخت ماؤں کے گود میں بڑے بڑے مہاتما سادھو' بڑے بڑے فقیر' ولی' قطب' درویش یا دنیا کے حد درجہ لائق اور کامیاب لوگ ان کے آنچل تلے میٹھی نیند سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور جہاں کنواری' شادی شدہ یا بیوی کا خاص طور سے خیال نہ کیا گیا تو یہی فرشتہ صفت نیک روحوں کو جنم دینے والیاں ایک زبردست شیطان کی بیٹی بن جاتی ہیں۔ جس کا وجود' فساد کا گھر' اس کا قدم خاندان کی بربادی، اس کا قہقہہ ابلیس کی گیت، اس کی خوبصورتی ناگن کی چمک، اس کا مشورہ خدا سے بغاوت' اس کی قربت اور نزدیکی اپنی ہر ادا میں جہنم کی آگ لئے بیٹھی رہتی ہے۔ ہماری اپنی ہی کمزوریوں نے اچھی بھلی عورتوں کو کہاں سے کہاں لا پھینکا ہے اور ساری دنیا میں یہ بدچلن عورتیں اتنے بڑے سنسار کو بجائے جنت کا ٹکڑا بنانے کے جہنم کا کندہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ زیادہ تر عورتیں از خود فساد کا گھر ہو کر رہ گئی ہیں۔

مرد عقل سلیم' عورت عقل ناقص' مرد کے پاس دماغ ہے اور عورت کے پاس دل' مرد اگر چاہے تو عورتیں ایک لائق ماں، نیک بیوی بن سکتی ہیں۔ عورت اپنے گناہ کی خود ذمہ دار ہے۔ ایک نیک چلن مرد چاہے تو بدچلن عورت کو بھی خدا

کے نیک راستہ پر لا سکتا ہے۔ بڑا فقیر وہ ہے جو بدچلن عورت کو بھی نیکی کے راستہ پر چلا دے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۶۹

''فقیر دنیا کی عورتوں کو ماں بہن سمجھے۔'' (وارثؔ پاک)

بے حجابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا طلسم
اک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں

(اقبالؔ)

بڑے سے بڑے فقیر' نامی سے نامی مہاتما' سادھو' ولی اور درویش جو اگر ضد پر اڑ جائیں تو ہمالیہ کو پگھلا کر اپنے قدموں کے نیچے سے بہا کر رکھ دیں اور پھر بھی اپنی ضد سے ایک رائی برابر بھی وزن میں کم نہ ہوں۔ ریگستان کی جھلسا دینے والی گرمی میں بھی اگر اپنی دیوانگی کو خوش کرنے کیلئے مچل پڑے تو ریگستان کی ایک ایک ریت کے ذرہ کو خوں کا آنسو رلوا کر بھی اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں اور اپنی ہٹ کے سامنے ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ایسی ایسی زبردست ہستیاں جو اپنی زہد و تقویٰ کی طاقت سے عرش کو فرش اور فرش کو عرش چشم زدن میں کر کے رکھ دیں۔ وہی قابل فخر اور مایہ ناز ہستیاں شراب حسن کے مقابلہ میں ایک حسین جوان لڑکی کی مسکراہٹ کے مقابلے میں شکست فاش کھا کر رہ جایا کرتی ہیں۔ ان کی بھگتی، ان کی پوجا، ان کا گیان دھیان' ان کی برسوں برس کی زبردست پراتھنا' ریت کے محل' کاغذ کی ناؤ، کاٹھ کی ہنڈیا کی طرح دیکھتے ہی دیکھتے تہس نہس ہو کر رہ جاتی ہے۔ زبردست' جوگی' بدترین بھوگی ہو کر رہ جاتا ہے بڑے سے بڑے فقیر' پیر' مست ملنگ یا درویش جن کی ایک تیر نگاہ کے مقابلہ میں بڑے سے بڑے شیر ببر کا کلیجہ بھی ٹھنڈا ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہی خدا رسیدہ ہستیاں جوان عورت یا کنواری لڑکی کی ایک معمولی سی ادا پر آسمان کی بلندی سے چھوٹ کر گناہ کے گندے اور ناپاک غار میں پلک جھکتے ہی جا پڑتے ہیں۔ عقلمند فقیر ساری دنیا کی عورتوں کو اپنی ماں اور بہن سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نیچ سے نیچ آدمی بھی اپنی ماں اور سگی بہن کو کبھی اور کسی بھی حالت میں بری نظر سے نہیں دیکھ سکتا جو فقیر ساری دنیا کی عورتوں کو ماں بہن خیال کرتے ہیں۔ دراصل وہی سچے اور طاقتور فقیر یا سادھو ہیں۔ کیونکہ شیطان کے ہزار وار میں پانچواں وار عورتوں کی ہی مدد سے چلایا جاتا ہے۔ جس فقیر نے ساری دنیا کی عورتوں کو اپنی ماں بہن مان لیا، اس نے شیطان کی چمڑی کا گویا جوتا پہن لیا۔ جس طرح ڈائن بھی ایک گھر چھوڑ دیتی ہے۔ جس طرح زہریلی ناگن بھی اپنے بل میں سیدھی ہو جاتی ہے اسی طرح ذلیل سے ذلیل عورت یا لڑکی بھی، بھائی اور ماں کہنے والے مرد یا لڑکے کو مرتے دم تک خراب نہیں کر سکتی۔ گنہگار عورت کے پھندے سے نکل آنا شیطان کے منہ پر کالک ملنے کے برابر ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۷۰

''جو شخص چرا چھپا کر نماز پڑھتا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔'' (وارث پاک)

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

(اقبال)

اصل نماز وہی ہے جو انتہائی راز داری کے ساتھ ادا کی جائے اور پکا نمازی وہی ہے جو رحمۃ اللعالمین ﷺ کو امام سترہزار جناتوں اور ایک کروڑ فرشتوں کو نمازی بنا کر آخری صف میں مقتدی کی حیثیت سے بالکل تنہا نماز کی نیت باندھ کر آہستہ سے کہے کہ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ ایسی نمازیں فقیروں کیلئے ممکن ہے۔ مولوی بے چارے ظاہر پر گھمنڈ کرتے ہیں اور فقراء حقیقت کو چشم دید لا کر یا تو خاموش ہو جاتے ہیں یا مسکرا دیتے ہیں وہی مثل ہے۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

نماز فرض ضرور کی گئی ہے مگر طریقہ کی قید نہیں لگائی گئی ہے۔ اللہ نے طریقہ میں بہت آزادی دی ہے۔ کھڑے کھڑے پڑھ سکتے ہو، بیٹھ کر پڑھ سکتے ہو، لیٹے لیٹے پڑھ سکتے، انگلی کے اشارے سے پڑھ سکتے ہو، یہاں تک کہ آنکھ کے اشارے سے بھی پڑھ سکتے ہو۔ بہت سے تنگ دل، تنگ نظر لوگ، فقیر پر الزام لگا دیتے ہیں کہ فلاں فقیر بالکل نماز نہیں پڑھتا اب کون جانے اور کس کس کو سمجھایا جائے کہ شاید ہی کوئی فقیر ہو جو کہ نماز نہ پڑھتا ہو۔ تمام فقراء کا اتفاق رائے ہے کہ اصل نماز وہی ہے جہاں خدا، بندہ اور عبادت کے درمیان دوسرا کوئی گواہ نہ ہو۔ نماز ادا کرنے کیلئے صرف مسجد اور جانماز ہی کی قید نہیں سچی نماز کیلئے دل کو مسجد بنانا پڑتا ہے۔ فقیروں کی زیادہ تر نمازیں انتہائی راز و نیاز کے ساتھ چرا چھپا کر ادا کی جاتی ہیں ایسی ہی نمازوں کی طرف وارث پاک کا اشارہ ہے کہ جو شخص چرا چھپا کر نماز پڑھتا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ دوسروں کو برا کہنے سے قبل اپنی اصلاح کرنا زیادہ افضل اور اوّل ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۷۱

''ہاتھ پکڑنے سے کچھ نہیں جب تک دل کو نہ پکڑو۔'' (وارث پاک)

تمنّا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

ہاتھ پکڑنا انسانی فطرت اور انسانی عادت میں داخل ہے مگر دل کا پکڑنا کسبی نہیں وہبی ہے۔ وارثؔ پاک کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ ہاتھ پکڑ کر تو ذلیل سے ذلیل آدمی بھی بڑے سے بڑے پیر کا مرید بن جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے چلا چلا کر کہتا پھرتا ہے کہ میں فلاں پیر کا مرید ہوں۔ فلاں کے ہاتھوں پر میں نے بیعت کی ہے۔ ایسے ہی بہروپئے ایسے ہی نادانوں ایسے ہی احمقوں کی طرف اشارہ ہے کہ ''ہاتھ پکڑنے سے کچھ نہیں جب تک دل کو نہ پکڑے۔ جب تک دل کو نہ پکڑے۔ یہ بھی بہت ہی ذو معنی جملہ ہے۔ سوال ہے کس کے دل کو؟ پیر کے یا مرید؟ جواب' مرید کو پہلے اپنے دل پر قبضہ کرنا چاہئے پھر پیر کے دل کو اپنی ایمانداری' اپنی خدمت' اپنی عبادت کے ذریعہ اپنی سادگی پر رجوع کرانا چاہئے۔ جب تیرا دل پیر کی محبت کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے تو وہ دن دور نہیں جب تیرے دل کو دیدار محبوب اور جلوہ پروردگار خود بخود نصیب ہو جائے گا مگر میرے بھائی پیر کا ہاتھ پکڑنا یا جھک جھک کر بوسہ دینا آسان کام ہے۔ مگر دل کو اپنے قبضہ میں رکھنا بہت ہی دشوار گزار بات ہے۔ ممکن ہے عبادت کے زور سے' کوئی گھڑی دو گھڑی کسی جن کو اپنے قبضہ میں رکھ لے مگر تا زندگی دل پر فتح پانا ناممکن ہے۔ ناممکن ہے۔ ناممکن ہے۔

ایں کرامات زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایسی خوبیاں فقیروں میں اکثر دیکھی جاتی ہیں ساری زندگی اپنے دل کو اپنی مٹھی میں قید رکھتے ہیں۔ مجال جو وہ مچل جائے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۷

''جو وعدہ کرو اس کو پورا کرو۔'' (وارثؔ پاک)

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

(اقبالؔ)

پیری اور مریدی کیا ہے۔ صرف وعدہ ہی تو ہے، صرف قول و قرار ہی کا دوسرا نام تو پیر اور مرید ہے۔ جو مرید وعدہ کا کچا ہو وہ عشق کی شدت کو کیا سنبھال سکتا ہے۔ مرد کی شان' زبان' زبان کی ضمانت وعدہ اور وعدہ کی آن، ایفائے وعدہ

ہے۔ وعدہ کرنا جتنا آسان ہے اس کو پورا کرنا اتنا ہی مشکل امر ہے۔ دنیاداری ہو یا روحانیت ہر جگہ وعدہ ہی وعدہ ہے۔ دنیا کا سارا کام درہم برہم ہو جائے اگر وعدہ وفا نہ ہو۔ اسی طرح خدا نے بھی اپنے کلام میں بہت سی جگہ وعدہ کیا ہے اور وہ ذات پاک سراپا رحیم و کریم اپنے وعدہ کے مطابق ذرہ ذرہ سے اپنا وعدہ وفا کر رہا ہے اور پھر اس کے بدلے میں وہ جن و انس سب سے وعدہ لیتا رہتا ہے۔ مگر بہت ہی افسوس کا مقام ہے کہ حضرت انسان ہی نے دنیا میں آنے سے پہلے دنیا بھر کا وعدہ کیا تھا کہ پروردگار عالم میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں یہ کام کروں گا اور یہ نہ کروں گا۔ مگر انتہائی حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک انسان کی مٹی میں یہ بات چلی آ رہی ہے کہ بیش تر آدمی ہوش و گوش میں آتے ہی پہلا کام یہی کرتا ہے کہ وہ اپنا وعدہ بھول جاتا ہے اور اپنی من مانی شروع کر دیتا ہے وعدہ خلافی کی انتہا یہ کہ مرتے وقت بھی کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ بس یہی وہ راز ہے جس کی طرف وارثؔ پاک پھر سے یاد دلوانا چاہتے ہیں کہ "جو وعدہ کرو اس کو پورا کرو۔" سچا وارثی وہی ہے جو اپنے وعدہ کا پاس رکھے۔ کلمہ، کلام، قول و قرار۔ سب وعدے ہیں غور کرو گے تو ساری کائنات وعدہ پر قائم ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۲۷۳

"معشوق کی دی ہوئی تکلیف کہیں میسر آتی ہے۔" (وارثؔ پاک)

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون؟

اُٹھ گیا ناوک فگن، مارے گا دل پر تیر کون؟

(اقبالؔ)

معشوق اور عاشق کہنا یا لکھنا ایک لمحہ کا کام ہے۔ پہلے ٹھنڈے دل سے سوچیں تو معشوق کے کیا معنی ہیں اور عاشق کہاں سے پیدا ہوا۔ یہ عشق و محبت دنیا کا وجود قائم ہوتے ہی بلکہ ہونے سے پہلے ہی ظاہر ہو چکی تھی۔ آج تک ہے اور روز قیامت تک قائم رہے گی۔ عاشق معشوق کا امتیاز ختم نہ ہوگا۔ جیسے چاند کو چکوری سے بھنورے کو پھول سے، پروانے کو چراغ سے، موج کو ساحل سے، مجنوں کو لیلیٰ سے شیریں کو فرہاد سے، محمود کو ایاز سے، یہاں تک کہ ساری دنیا کا کاروبار اور یہ نظامِ قدرت محبت کی علیحدہ علیحدہ عنوان اور طریقہ پر چل رہا ہے۔ مگر جس طرح خدا کے ننانوے نام اور انگنت شکلیں ہیں اسی طرح اللہ نے اپنے محبوب کا بھی ننانوے ہی نام رکھا ہے۔ اللہ جب اپنے محبوب سے عشق کرتا تھا تو اس کی بہت سی قسمیں تھیں اور ہر محبت ایک نام کا روپ اختیار کر گئی ہے۔ اصلی خدا کا عاشق وہ ہے جو رحمۃ اللعالمین ﷺ کے پورے ننانوے نام کا عامل بہ عمل ہو جائے۔ خدا کا سارا کارخانہ باطن میں ہی اپنے پورے جلوؤں کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔ اسی لئے تو خدا خود

باطن میں رہتا ہے اور کبھی اپنے آپ کو کسی مخصوص شکل میں ظاہر نہیں کرتا۔ حضور پاک جناب وارثؒ علی شاہؒ کا اشارہ صاف ہے کہ عشق کی ان گنت پرواز ہوتی ہے۔ عشق کی پرواز لاحساب ہے۔ یہ اتنی بڑی دنیا اور سارے عالم کا ہنگامہ خدائے ذوالجلال کو صرف عشق کی تکمیل کیلئے برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ ورنہ یہ روئے زمین کب کی ریزہ ریزہ ہو کر رہ جاتی۔ حضرت آدمؑ اور ماں حوا کو جب باغ بہشت سے حکم سفر ہوا تو شیطان اپنی کامیابی پر مسکرا اٹھا تھا۔ ابلیس کی مسکراہٹ کو ختم کرنے کیلئے خدا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں نازل کیے۔ مگر شیطان کی مسکراہٹ بجائے ختم ہونے کے قہقہہ میں بدلتی گئی۔ آخر کار نبی برحق خاتم النبین حضرت محمد ﷺ معشوق سے عاشق اور عاشق سے معشوق کی تمام دوری ختم کرنے کیلئے اور عشق کی تکمیل کرنے کیلئے دنیا میں تشریف لائے۔ اس زمین عرب میں جہاں شیطان اور ابلیس نے اپنا قلعہ بنا رکھا تھا۔ حضور ﷺ شافع محشر کے قدم رکھتے ہی شیطانی قلعہ اور ابلیسی طاقتیں لرزنے لگیں۔ وارثؒ پاک کے اس ارشاد کو ایک بار پھر غور سے پڑھیئے اور دل میں اس کو جگہ دیجئے ''معشوق کی دی ہوئی تکلیف کہیں میسر آتی ہے'' دنیا میں آتے ہی سرور کائنات نے معشوق سے عاشق ہو کر تکمیل فرض کیلئے یتیم ہوئے، لاوارث ہوئے، پیٹ پر سات سات وقت کے فاقہ کا پتھر باندھے نوکریاں کیں، بکریاں چرائیں، پہاڑ کے غاروں میں برسوں بیٹھ کر ذکر اللہ میں محو رہے۔ وحی آئی، قرآن اترا، جنگیں ہوئیں، جسم اطہر زخمی ہوا، دندان مبارک شہید ہوئے، شیطان زادوں نے اپنا کوئی تیر باقی نہیں رکھا۔ جانی، مالی، عزت، وقار، سب پر حملہ ہوا مگر خدا کے محبوب مسکراتے رہے۔ کبھی اپنی زبان مبارک کے کونہ سے جانی دشمن کیلئے بھی بددعا نہ کی۔ آخر کار شیطان اپنی آباد دنیا میں برباد ہوا۔ خانہ کعبہ کی نئی بنیاد روز بروز ترقی پذیر اور مضبوط تر ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ راندہ درگاہ شیطان فقیروں کے دل سے بھی فنا ہو گیا۔ زندگی کی آخری گھڑی تک محبوب خدا، عاشق سے معشوق ہو کر اور معشوق سے عاشق ہو کر ہنستے ہوئے یہ کہہ کر آنکھیں بند کر لیں کہ سچ تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ نور، نور میں پیوست ہو گیا اور ایک عبادت والا اشارہ رہ گیا کہ ''معشوق کی دی ہوئی تکلیف کہیں میسر آتی ہے۔'' وارثی پروانوں کی طرف خاص اشارہ ہے کہ خدا و رسولؐ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے میں چاہے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو برداشت کرنی پڑے۔ اسے خوشی خوشی منظور کر لو۔ کیونکہ یہی کیا کم رحمت ہے کہ راندہ درگاہ ہونے کے بجائے تم فقیر بن گئے یا فقیر بننا چاہتے ہو۔ والدین کی سختی، استاد کی دی ہوئی سزا، روحانیت کے راستہ کی تکلیف عین وقت پر راحت بن کر چمکنے لگتی ہے۔ زمین کو پہلے بیل اور ہل کے ذریعہ کوڑا جاتا ہے اس کو روندھا جاتا ہے پھر اس میں بیج ڈالا جاتا ہے پھر ابر رحمت ہوتی ہے پھر کھیت جاگتا ہے۔ پھر پھول اور پھل آتے ہیں پھر فقیر مست بے غم ہوتا ہے انتظار میں بڑا لطف ہے پیارے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۷۴

''اپنی وضع پر قائم رہنا ایک وضع بھی نبھ گئی تو سب کچھ ہے۔'' (وارثؔ پاک)

انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

(اقبال)

چراغؔ راہ، اقبالؔ وارث۔ یہ اقوال زریں' فقیری اور انسانیت کو اوج ثریا پر لانے کیلئے ایک شاہراہ ہیں ایک چراغ راہ ہیں۔ گنہگار سے گنہگار انسان' گندے سے گندہ دل و دماغ' برے سے برے لوگ مذہب والے اپنی محفل میں انہیں بیٹھا دیکھ کر ایک چھوت کے بیمار سے بھی زیادہ کراہیت اور نفرت کرتے ہیں۔ بندہ نواز وارثؔ پاک ایسے ہی دل و دماغ کے بیماروں پر اپنا شفقت والا ہاتھ محبت سے پھیرتے ہیں' وارثی برادری میں ہندو' مسلمان' سکھ' عیسائی' ڈوم' چمار' دوسادہ کمتر ذات پات کا فرق پیدا کرنے والا، اونچ ذات نیچ ذات کے پھندے میں پھنسنے والا، انسان انسان میں فرق کرنے والا ہرگز ہرگز وارثی ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسے لوگ وارثی ہو ہی نہیں سکتے۔ بلکہ ایک بہروپیے ہیں۔ جو اپنی شکل بدل کر اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ بندہ نواز وارثؔ پاک فرماتے ہیں کہ دنیا کا سب مذہب سچ ہے۔ سارے مذہب کے لانے والے اور پھیلانے والے اللہ کے پیغمبر ہیں۔ کیونکہ خدا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر انسان کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے انسان کی بستی' قریہ اور زمین پر نازل کیا ہے۔ تمام کی تمام مذہبی کتاب اللہ کی الگ الگ آواز ہے دنیا کی تمام مذہبی کتابیں' سچ ہیں۔ تمام مذاہب کی کتابیں یا تو پڑھیئے یا دوسرے کی زبانی سنئے۔ سچا وارثی وہی ہے جو تمام مذاہب اور تمام کتابوں کا دل سے لحاظ رکھے۔ مذہب کی محبت میں تنگ دل ہونا' تنگ نظر ہونا گناہ ہے۔ مذہب کے نام پر معصوم انسان کا سر کاٹنا' مذہبی جنگ سے مرد' عورت اور معصوم بچوں کو مار ڈالنا بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ کبھی جنگ پسند نہیں کرتا۔ انسان کو انسانیت کے اندر رہنا چاہئے۔ سچا وارثی وہی ہے جو سبز زمین پر اور نیلے وشال آسمان کے تلے ذات ذات کے انسانوں سے گلے ملے، قدم بہ قدم چلے ایک ہی گیت ہو، ایک ہی لے ہو اور وہ گیت محبت اور پیار کے سر میں گایا جائے۔ جو ہمیشہ مدھر اور قائم رہے گا۔ ایسے گیت تو قیامت تک فنا نہیں ہو سکتے۔ یاد رہے کہ وارثی ذات سے نہیں محبت سے بنایا جاتا ہے بقول وارثؔ پاک اپنی وضع پر قائم رہنا چاہئے، اگر ایک بھی وضع بیٹھ گئی تو سب کچھ ہے۔ (حسینؔ وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۷۵

''(فقراسے) مر جانا مگر سوال نہ کرنا۔ خدا کی محبت میں مٹ جانا' دنیا کا مال و اسباب جمع نہ کرنا، وضع کے پابند

رہنا، تکلیف کی شکایت نہ کرنا، کیونکہ تکلیف و آرام خدا کی جانب سے ہے پھر خدا کی شکایت کس سے کرو گے۔'' (وارث پاک)

خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سُلطانی
کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کرّاری

(اقبالؔ)

وارثی بھائی بہنوں کو بلا امتیاز ذات پات اور مذہب ملت وارثؔ پاک بالکل باپ والی محبت کے انداز سے نصیحت فرما رہے ہیں کہ'' مرجانا مگر سوال نہ کرنا۔ خدا کی محبت میں مٹ جانا' دنیا کا مال واسباب جمع نہ کرنا' وضع کے پابند رہنا' تکلیف کی شکایت نہ کرنا کیونکہ تکلیف و آرام خدا کی جانب سے ہے۔ پھر خدا کی شکایت کس سے کرو گے'' بابا حضور کا یہ آخری ارشاد کتنا پیارا ہے کہ خدا کی شکایت کس سے کرو گے، کون سنے گا؟ جب کسی نیک آدمی کی شکایت کوئی سننے کیلئے تیار نہیں ہوتا تو اللہ پاک جس نے ساری دنیا کو پیدا کیا۔ اس کی شکایت کون صاحب دانشمند سننے کیلئے تیار ہوگا۔ اللہ سب کا دوست ہے۔ کسی کا دشمن نہیں۔ بھلا جب اس کو بے انصافی ہی کرنی ہوتی تو تمہیں دنیا میں بھیجتا ہی کیوں۔ ہم مجبور ہیں وہ تو مجبور نہیں۔ جو تمہیں دنیا میں بھیج کر نعوذ باللہ تم سے حسد کرے۔ تمہارا رقیب بنے اور تمہیں بلا وجہ تکلیف پہنچائے یا پریشان کرے۔ یہ سب پراگندہ خیال جہالت اور گمراہی کی وجہ سے ہے۔ ٹھیک ہی تو کہتے ہیں کہ مرجانا مگر ہاتھ نہ پھیلانا۔ محنت کرو اور یاد اللہ پر قائم رہو۔ کیونکہ رحمتہ اللعالمینؐ نے بھی بکریاں چرائی اور اُمت کیلئے درخشاں نشان اور شاہ راہ بنا گئے کہ بھیک مانگ کر گزارہ کرنے والے گداگر ہوتے ہیں اور نیک لوگ گداگر ہونے سے بہتر موت قبول کرلیں گے۔ خدا کی محبت میں مٹ جاؤ۔ یہی محبت حشر میں کام آئے گی۔ دنیا کا مال' زن' زمین اور زر چندروزہ ہے۔ آخر کار کسی نہ کسی حال میں ان سب کو چھوڑنا ہی ہوگا پیارے۔ اس لئے لازم ہے کہ حقیقت کو سمجھو اور جھوٹی فانی باتوں اور کھیلوں سے دل نہ بہلاؤ۔ ہر حال میں اللہ کو پہچانو۔ رسول کو پہچانو۔ قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ نماز کے پابند رہو۔ شریعت کی رسی مضبوط پکڑ واللہ سے محبت کرو' اللہ کی سارے مخلوق سے محبت کرو۔ محبت میں ایمان ہے۔ یہی چراغ راہ ہے۔ باقی اندھیرا گھپ اور بس۔

(حسینؔ وارثی)

اللہ وارث......وارث اللہ

(جو اس کتاب سے محبت کرے گا یہ کتاب اس کو راہ انسانیت وراہ روحانیت دکھائے گی۔)

(حسینؔ وارثی)

تعاون

باجازت چیئرمین ٹرسٹ آستانہ عالیہ وارثیہ

دیوہ شریف۔ ضلع بارہ بنکی۔ یوپی۔ بھارت

ٹرسٹ آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف

پوسٹ آفس چنگا بنگیال۔ تحصیل گوجر خان

ضلع راولپنڈی۔ پاکستان

حاجی وزیر احمد وارثی۔ بورے والا

حاجی محمد رفیق وارثی۔ منتظم اعلیٰ

ٹرسٹ آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف

بابا محمد صدیق وارثی

(خادم آستانہ عالیہ وارثیہ)

رضوان سعید وارثی (گوجر خان)

امجد جاوید۔ حاصل پور

اہتمام

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور۔

فون: 37352332'37232336 فیکس: 37223584

www.ilmoirfanpublishers.com

E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

Scanned with CamScanner